عمران سیریز
گولڈن جوبلی نمبر
ناقابلِ تسخیر مجرم
مظہر کلیم ایم اے

عمران سیریز

گولڈن جوبلی نمبر

ناقابلِ تسخیر مجرم

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ----- محمد اشرف قریشی

---------- محمد یوسف قریشی

تزئین ------ محمد علی قریشی

طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

چند باتیں

معزز قارئین! گولڈن جوبلی نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں گولڈ کا تو تصور ہی محال ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے اب لے دے کر شوق پورا کرنے کے لئے گولڈن کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے۔ ویسے اگر آپ اس خیال میں ہوں کہ گولڈن جوبلی نمبر سونے کے صفحات پر چھاپا گیا ہوگا اور آپ کہانی پڑھنے کے بعد سیدھے زرگر کے پاس دوڑے جائیں گے تو یقیناً اسے دیکھ کر آپ طویل سانس لے کر رہ گئے ہوں گے۔ یہ گولڈن بس نمبر کی حد تک ہی گولڈن ہے۔ یعنی بچاسواں ناول ـــــ اس لئے گولڈن جوبلی نمبر ہو گیا۔ جیسے جیسے گولڈن جوبلی نمبر نزدیک آتا جا رہا تھا۔ قارئین کے خطوط میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہر شخص اس تجسس میں تھا کہ گولڈن جوبلی کی کہانی کس موضوع پر ہوگی۔ عمران کیا کرے گا۔ کچھ صاحبان کو تو یہ بھی فکر تھی کہ گولڈن جوبلی نمبر تک پہنچتے پہنچتے کہیں عمران پر بھی بڑھاپا نہ چھا جائے۔ موجودہ دور میں جہاں اوسط عمر ساٹھ سال ہو گئی ہے۔ پچاس کا نمبر خاصا بوڑھا سا نظر آتا ہے۔ اور عمران مجرموں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اپنے سفید بالوں کو خضاب لگاتا ہی نہ رہ جائے۔ کچھ حضرات کا مطالبہ تھا کہ جناب اس کتاب میں عمران کو کسی اور سیارے میں لے جایا جائے۔ انسان مجرموں سے لڑ لڑ کر تو عمران یقیناً تھک گیا ہوگا۔ اب کسی اور سیارے کی مخلوق سے لڑے

تو کچھ تازگی کا احساس ہو۔ اور یار لوگ چاند، مشتری، مریخ سے آگے نکل کر عمران کو سورج پر پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن ان صاحبان کی تمنا اپنی جگہ عمران کی مرضی اور موڈ اپنی جگہ۔ اس نے بھلا سورج پر جاکر اپنے کباب بنوانے تھے۔ اس لئے معاملہ زمین تک ہی محدود رہا۔ لیکن اب اسے عمران کی خوش قسمتی کہئے یا بد قسمتی کہ اس بار بات آگئی ناقابلِ تسخیر مجرموں کی۔ اور جو مجرم ناقابلِ تسخیر ہوں وہ قابلِ تسخیر کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہاں کا نا میں بدلنا تو آسان ہے لیکن نا کا ہاں میں بدلنا ناممکن۔ یہ تو ہم انسانوں کی بنیادی نفسیات ہے کہ ایک بار نا منہ سے نکل گیا تو پھر چاہے دنیا بدل جائے نا نہیں بدل سکتا۔ چنانچہ خوب دھوم دھڑکا ہوا۔ ٹھنیاں کھائی بھی گئیں اور کھلوائی بھی گئیں۔ ایسی ٹھنی ایسا قیامت کا پیچ پڑا کہ عمران کو زمین پر ہی سورج کا مزہ آگیا۔ اور یقین کیجئے اس کہانی میں ایسا تیز رفتار ایکشن ہے۔ ایسا تیز رفتار کہ خلائی جہاز بیل گاڑیاں نظر آنے لگتے ہیں۔ ہر قدم پر نئی آفت، ہر لمحہ نئی مصیبت، ہر گام تیز گام اور عمران اور سیکرٹ سروس کو وہ چکر آئے کہ لٹو بھی شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ بہرحال یہ گولڈن جوبلی نمبر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ ہی گیا ہے۔ آپ اسے پڑھیں۔ یقیناً آپ خود پکار اٹھیں گے کہ واقعی یہ گولڈن جوبلی نمبر کہلانے کا حقدار ہے۔

والسلام

مظہر کلیم۔ ایم۔ اے

تاروں بھرا آسمان آج عام دنوں سے کچھ زیادہ ہی صاف محسوس ہو رہا تھا۔ تاروں کی بے پناہ جگمگاہٹ نے پورے آسمان اور فضا کو روشن کر رکھا تھا کہ اچانک دور مشرق کی طرف سے بے شمار سیاہ رنگ کے دھبے آسمان پر تیرتے ہوئے محسوس ہوئے۔ یہ دھبے خاصی تیز رفتاری سے مغرب کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے اور پھر ان کی بلندی کم ہونے لگی اور چند ہی لمحوں بعد آسمان دل ہلا دینے والی چنگھاڑوں سے گونج اٹھا۔

سیاہ دھبے بمبار جہاز تھے۔ یہ تعداد میں پچاس کے قریب تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے غوطہ لگایا اور دوسرے لمحے ان دھبوں نے اور بے شمار چھوٹے چھوٹے دھبوں کو اگل دیا۔

یہ چھوٹے دھبے تیزی سے زمین کی طرف بڑھتے چلے گئے اور چند ہی لمحوں بعد زمین خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔

دھماکے مسلسل ہو رہے تھے اور اب ان دھماکوں میں انسانی چیخوں اور کراہوں کی آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ ہر طرف قیامت کا سا سماں تھا۔ چند ہی لمحوں بعد ہر طرف آگ ہی آگ پھیلتی چلی گئی۔ اور اس آگ میں انسانی ہیولے چیختے اچھلتے

ہوتے چند لمحوں کے لئے دوڑتے نظر آتے اور پھر اس آگ کے سمندر میں ہمیشہ کے لئے ڈوب جاتے ۔

یہ دریا سے دس کلومیٹر ہٹ کر ایک انسانی بستی تھی ۔ خیموں میں آباد بستی ، ہر طرف دس ہزار کے قریب خیمے پھیلے ہوتے تھے اور ان خیموں میں کئی سالوں سے انسان رہتے چلے آرہے تھے ۔ یہ فلسطینی تھے جنہیں یہودیوں نے جلاوطن کر دیا تھا اور یہ لوگ یہاں خیمے لگائے یہودیوں سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں مصروف تھے ۔

ایسی بے شمار بستیاں جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھیں ۔ یہودی درندے کبھی کبھی ان بستیوں پر بمباری کرتے اور انہیں تباہ کرتے رہتے ۔ مگر آزادیٔ وطن کی خاطر لڑنے والے جیالوں کا عزم ہر حملے کے بعد کچھ زیادہ ہی پختہ ہو جاتا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہودی درندے آج تک ان بستیوں کا مکمل خاتمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھا ۔

اس بستی کا نام شاتل تھا اور اس بستی میں تقریباً پچاس ہزار فلسطینی رہتے تھے ان کی ایک نسل انہی خیموں میں پل کر جوان ہوئی تھی ۔ یہ وہ لوگ تھے جو زندہ ھی اس لئے تھے کہ یہودیوں کا خاتمہ کر کے اپنے ملک کو آزاد کرا کر ہی دم لیں گے ۔

یہودی بمبار جہاز حملہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے مگر اس بار یہودیوں نے عام بم استعمال کرنے کی بجائے خوفناک ترین نیپام بم استعمال کئے تھے جو بے پناہ تباہی مچانے کے ساتھ ساتھ ہر طرف آگ پھیلا دیتے تھے اور یہ انہی نیپام بموں کا ہی نتیجہ تھا کہ تباہی کے ساتھ ساتھ ہر طرف خوفناک آگ پھیلتی چلی گئی اور خیموں کی وہ بستی آناً فاناً آگ کا سمندر بن گئی ۔

صبح جب ارد گرد کی بستیوں والوں نے آگ بجھانے میں کامیابی حاصل کی تو

معلوم ہوا کہ پچاس ساٹھ ہزار افراد کی اس بستی میں سے مشکل سے چند سو افراد ہی جان بچا کر نکل سکے تھے اور ان میں سے بھی چند خوش نصیب ہی تھے جو صحیح سلامت نکل آنے میں کامیاب ہو سکے تھے ۔ باقی اپنے جسم کے مختلف اعضا سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے تھے ۔

یہ اتنی دردناک اور ہولناک تباہی تھی کہ جس کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی تھی اور اس تباہی کی تفصیلات جب پوری دنیا میں پھیلیں تو پوری دنیا میں اس پر شدید احتجاج کیا گیا ۔ خاص طور پر اسلامی ملکوں میں اس تباہی پر انتہائی شدید ردعمل ہوا اور تمام اسلامی ملکوں میں یہودیوں کے خلاف نعرے لگائے گئے اور فلسطینیوں کو ہر قسم کی جانی اور مالی امداد دیئے جانے کے اعلانات کئے گئے ۔ سرکاری سطح پر بھی اس سلسلے میں شدید احتجاج ہوتے مگر یہودیوں نے ان تمام احتجاجات کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہ دی بلکہ اسرائیل میں خصوصاً اور تمام دنیا کے یہودیوں میں عموماً اس تباہی پر جشن منائے گئے اور اسے یہودی ریاست کا اہم کارنامہ قرار دیا گیا ۔

فلسطینی گوریلوں نے اس تباہی کے انتقام میں کئی یہودی چوکیوں پر حملے کئے اور سینکڑوں یہودی مار ڈالے مگر شدید خواہش کے باوجود وہ اس تباہی کا بھرپور انتقام نہ لے سکے اور یہودیوں کو کوئی ایسا سبق نہ دے سکے جو انہیں تمام عمر یاد رہتا ۔

آہستہ آہستہ پوری دنیا خاموش ہو گئی ۔

مگر فلسطینی لیڈروں کے دلوں میں انتقام کی آگ سرد نہ ہوئی تھی ۔ خاص طور پر "آزاد فلسطین تنظیم" کے لیڈر شاکر سرات جو پوری دنیا میں فلسطینیوں کے عظیم اور متفقہ لیڈر کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے ، کے دل میں ایسی آگ بھڑک اٹھی تھی کہ ان کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ اکیلے ہی دنیا کے تمام یہودیوں کا خاتمہ کر دیں ۔ مگر وہ یہودیوں کی طاقت کو اچھی طرح جانتے تھے اور چونکہ وہ بے حد ذہین اور ٹھنڈے مزاج

کے آدمی تھے اس لئے جذباتی اقدامات کرنے کی بجائے وہ کوئی ایسا منصوبہ سوچنے میں مصروف تھے جس سے یہودیوں سے بھرپور اور کامیاب انتقام لیا جا سکے۔

اس وقت بھی وہ اپنے خیمے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ اور بار بار اپنی مٹھیاں بھینچتے اور دانت پیستے۔ ان کی آنکھوں میں شعلے جل رہے تھے مگر وہ بے بس تھے۔ ان کے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہ آ رہا تھا جسے کامیاب کر کے وہ یہودیوں کو ایک ناقابلِ فراموش سبق سکھا سکتے۔

ان کے خیمے میں گروپ کے پانچ نائب لیڈر نیم دائرے کی صورت میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ان سب کی نظریں شاکر سرات پر جمی ہوئی تھیں۔

"انتقام بھرپور انتقام" ——— شاکر سرات ٹہلتے ہوئے بڑبڑاتے اور انہوں نے ایک بار پھر مٹھیاں بھینچ لیں۔

پھر اچانک ان میں سے ایک نائب لیڈر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر عجیب سی سرخی عود کر آئی تھی جو بیک وقت جوش، جذبے اور مسرت کا امتزاج معلوم ہو رہی تھی۔

"جناب! ——— ابھی ابھی میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے ——— اگر ایسا ہو جائے تو ہم یہودیوں کو ایسا سبق سکھا سکتے ہیں کہ جسے ان کی آنے والی نسلیں بھی فراموش نہ کر سکیں" ——— نائب لیڈر نے قدرے مؤدبانہ مگر جوش بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا کونسا خیال ہے ——— جلدی بتاؤ" ——— شاکر سرات نے چونک کر نائب لیڈر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور باقی لوگ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"جناب! ——— آپ جلد ہی پاکیشیا کا دورہ کرنے والے ہیں" ——— نائب لیڈر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— میں دس روز بعد پاکیشیا کا سرکاری دورہ کرنے والا ہوں مگر ———" شاکر سرات نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب! ——— پاکیشیا کی سیکرٹ سروس اگر چاہے تو یہودیوں کو ایسے سبق سکھا سکتی ہے کہ ہم سب کا انتقام پورا ہو جائے گا" ——— نائب لیڈر نے جواب دیا۔

"پاکیشیا کی سیکرٹ سروس ——— اور یہودیوں کو سبق! ——— میں سمجھا نہیں"۔ شاکر سرات نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب! ——— پاکیشیا کی سیکرٹ سروس جس کی سربراہی ایکسٹو کرتا ہے پوری دنیا میں اپنی بے مثال کارکردگی کے لئے مشہور ہے ——— دنیا بھر کے بڑے بڑے مجرم ان کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں ——— بے حد وسیع جاسوس تنظیموں کو یہ سیکرٹ سروس اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار چکی ہے ——— اور اس وقت یہ حال ہے کہ جاسوس اور بین الاقوامی مجرم پاکیشیا کا رخ کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے پاکیشیا کے دوست ملک اکثر و بیشتر خوفناک بین الاقوامی جاسوسوں اور تنظیموں کے مقابلے میں پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کرتے رہتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ ان کے حق میں رہا ہے ——— اگر ہم پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کو اس بات پر آمادہ کر لیں کہ وہ یہودیوں کے خلاف کام کرے تو آپ یقین کیجئے جناب! ——— یہودیوں کا ناطقہ بند ہو جائے گا" ——— نائب لیڈر نے جوش بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— تم نے بات تو ٹھیک کی ہے ——— میں نے بھی پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے کارناموں کے متعلق سنا ہوا ہے مگر سیکرٹ سروس اپنے ملک کے انتہائی اہم اور ذمہ دار لوگ ہوتے ہیں ——— آخر پاکیشیا کے صدر کس طرح گوارا

کرلیں گے کہ وہ غیر محدود مدت کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ہمارے مشن پر لگا دیں" ——— شاکر سرات نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" جناب ! ——— آپ پاکیشیا جا رہے ہیں ——— اگر ہو سکے تو آپ ایکسٹو سے خود ملاقات کریں اور اُسے اس بات پر راضی کر لیں کہ وہ یہودیوں سے بھرپور انتقام لینے کے لئے ہماری مدد کریں ——— اگر وہ تیار ہو گئے تو پھر پاکیشیا کے صدر بھی اُسے نہ روک سکیں گے" ——— نائب لیڈر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہاں ! ——— ٹھیک ہے ——— میں بات کروں گا ——— دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے ویسے مجھے اُمید کم ہے کیونکہ یہ ہماری ذاتی جنگ ہے اور ہم نے اسے خود لڑنا ہے ——— دوسرے لوگ ہماری خاطر آگ میں کود نہیں سکتے ——— بہرحال میں بات کروں گا۔ اگر وہ لوگ راضی ہو گئے تو چلو اس سے کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ ہم یہودیوں کو کسی حد تک نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے" ——— شاکر سرات نے جواب دیا۔

" مگر جناب ! ——— پاکیشیا کی سیکرٹ سروس یہودیوں کے مقابلے میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکے گی کیونکہ یہودیوں کی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو انتہائی طاقتور اور خوفناک تنظیم ہے اور آج تک اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی جاسوس یا سیکرٹ سروس نہیں کر سکی ——— مجھے خطرہ ہے کہ کہیں پاکیشیا والے اپنی سیکرٹ سروس سے ہی ہمیشہ کے لئے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں"۔ ایک اور نائب لیڈر نے کہا۔

" ہاں ! ——— جی۔ پی۔ فائیو واقعی بے حد خوفناک اور طاقتور تنظیم ہے۔ بہرحال بات کرنے میں کیا حرج ہے ——— یقیناً" پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سربراہ کو

جی۔ پی۔ فائیو کے متعلق ہم سے زیادہ ہی معلومات ہوں گی ——— اگر وہ اپنے آپ کو اس قابل سمجھیں گے کہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو وہ ہماری بات مان جائیں گے ——— ورنہ ظاہر ہے ان کا جواب نفی میں ہوگا" ——— شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر شاکر سرات نے ہاتھ کو مخصوص انداز میں لہرایا اور اس کے ساتھی مخصوص اشارہ دیکھتے ہی ایک ایک کر کے خیمے سے باہر چلے گئے۔ اور خیمے میں شاکر سرات اکیلا ہی ٹہلتا رہ گیا۔

وہ بڑی تیزی سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ جاسوس تنظیمیں کسی خاص مشن کو سامنے رکھ کر کام کرتی ہیں۔ اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کونسا مشن ہونا چاہیئے جسے ایکسٹو کے سامنے رکھا جاتے اور اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس میدان میں کود پڑے اور اس مشن کو کامیابی سے مکمل کرے تو یہودیوں پر ایسی کاری ضرب پڑے کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ہی پست ہو جائیں۔

مگر ایسا کوئی مشن اس کے ذہن میں نہ آ رہا تھا۔ اور پھر اُسے خیمے میں ٹہلتے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ عرصہ ہو گیا کہ وہ اچانک اچھل پڑا۔ اس کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح ایک خیال آیا تھا اور پھر جیسے جیسے اس خیال پر وہ سوچتا چلا گیا اس کے چہرے پر سُرخی بڑھتی چلی گئی۔ آنکھوں میں موجود چمک میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

" ہاں ! ——— یہ بات ہوئی ——— اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اس مشن میں کامیاب ہو جائے تو یہودیوں کو ایک ایسا سبق دیا جا سکتا ہے کہ وہ مدتوں اسے یاد رکھیں گے اور پھر یہودیوں کو کبھی یہ ہمت نہ ہو سکے گی کہ وہ اس طرح فلسطینیوں کی بستیوں پر

بے دریغ بمباری کر سکیں" ـــــ شاکر سرات نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پرسکون ہوتا چلا گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس مشن پر کام کرنے پر آمادہ کر لے گا۔
چنانچہ یہ فیصلہ کر کے وہ خیمے میں بنے ہوئے پارٹیشن کی طرف بڑھ گیا جو خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

فلسطینیوں کے عظیم اور محبوب لیڈر شاکر سرات پانچ روزہ سرکاری دورے پر پاکیشیا پہنچ چکے تھے۔ پاکیشیا میں ان کا استقبال جس خلوص اور جذبے کے ساتھ کیا گیا تھا اس سے وہ بے حد متاثر ہوئے تھے۔
پاکیشیا کے صدر نے ذاتی طور پر بھی اور پاکیشیا اور اس کے عوام کی طرف سے فلسطینیوں کو ہر قسم کی امداد دینے کا شاکر سرات کو یقین دلایا تھا۔
اور پھر دورے کے دوسرے روز جب وہ پاکیشیا کے صدر سے غیر رسمی ملاقات میں مصروف تھے تو انہوں نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جناب صدر! ـــــ آپ نے فلسطینیوں کو امداد دینے کا جو یقین دلایا ہے، میں تمام فلسطینیوں کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس سلسلے میں کچھ مزید کہنے کا بھی خواہشمند ہوں" ـــــ شاکر سرات نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پاکیشیا کے صدر

سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جی فرمایئے" ـــــ صدر نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔
"میں آپ کے ملک کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے ملاقات کا خواہش مند ہوں ـــــ اور میں چاہتا ہوں کہ ان کے سامنے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں" شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"ایکسٹو" ـــــ صدر نے چونک کر کہا اور پھر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئے۔
"کیا بات ہے جناب صدر! ـــــ کیا آپ ایکسٹو سے میری ملاقات کو پسند نہیں کرتے ـــــ؟ اگر ایسی بات ہے تو پھر رہنے دیجئے" ـــــ شاکر سرات نے کہا۔
"ارے نہیں ـــ ایسی کوئی بات نہیں ـــ بلکہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ کی ایکسٹو سے ملاقات کا بندوبست کیسے کیا جائے" ـــــ صدر نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔
"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ـــــ میں سمجھا نہیں" ـــــ شاکر سرات نے الجھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
"دراصل بات یہ ہے کہ اس ملک کی سیکرٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو سے ذاتی طور پر یہاں کوئی واقف نہیں ہے ـــــ ان کا محکمہ سیکرٹری وزارت خارجہ کے تحت کام کرتا ہے اور وہی ان سے ڈیل کرتے ہیں ـــ اور جہاں تک مجھے یقین ہے کہ وہ بھی ان سے ذاتی طور پر واقف نہ ہوں گے" ـــــ صدر نے جواب دیا۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے ـــ کیا آپ کی ایکسٹو سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی" ـــ؟ شاکر سرات نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"کئی بار ہوئی ہے ـــ وہ ہماری اہم میٹنگ میں باقاعدگی سے شامل ہوتا ہے مگر وہ ہمیشہ ہمارے سامنے نقاب میں آتا ہے اور جہاں تک اس کے اختیارات کا تعلق

ہے۔ یوں سمجھیے کہ میں بحیثیت صدر بھی نہ اُسے معزول کر سکتا ہوں اور نہ اس سے کسی قسم کی جواب طلبی کر سکتا ہوں" ـــــ صدر نے جواب دیا۔

"اوہ! ـــــ اور اگر ان سے جواب طلبی کا موقع آجائے تو پھر"۔ شاکر سرات نے اور بھی زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہی تو عجیب بات ہے کہ آج تک ایسا موقع کبھی نہیں آیا ـــــ ایکسٹو نے ہمیشہ ہر کام میں کامیابی حاصل کی ہے ـــــ اور یقین جانیئے کہ ایکسٹو اس ملک کی ایک ایسی دولت ہے کہ ہم پورا ملک دے کر بھی اس کا بدل حاصل نہیں کر سکتے" ـــــ صدر نے جواب دیا۔

"تو کیا نقاب میں رہ کر بھی وہ مجھ سے ملاقات نہیں کر سکتے" ـــــ ؟ شاکر سرات نے کہا۔

"ہاں! ـــــ اس کا بندوبست ہو سکتا ہے ـــــ مگر آپ ان سے کیا کہنا چاہتے ہیں" ـــــ ؟ صدر نے پوچھا۔

"میں تمام فلسطینیوں کی طرف سے انہیں پیغام دینا چاہتا ہوں ـــــ اگر انہوں نے قبول کر لیا تو یہ ہماری خوش قسمتی ہو گی" ـــــ شاکر سرات نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ آپ بے فکر رہیں ـــــ میں جلد ہی ایکسٹو سے آپ کی ملاقات کا بندوبست کر دوں گا" ـــــ صدر نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا اور شاکر سرات نے ان کا بھرپور شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ غیر رسمی ملاقات ختم ہو گئی۔

عمران آجکل بالکل فارغ تھا۔ کئی ماہ سے کوئی کیس ہی نہیں آیا تھا۔ اور عمران آوارہ گردی کرتے کرتے جب تھک گیا تو اس نے مطالعے میں پناہ لی۔

اس وقت بھی وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک ضخیم کتاب کھولے اس کے مطالعے میں مصروف تھا۔ سامنے چھوٹی سی میز پر چائے کی پیالی پڑی ٹھنڈی ہو گئی تھی مگر عمران کتاب میں کچھ اس قدر غرق تھا کہ اُسے معلوم ہی نہیں ہوا کہ کب سلیمان چائے رکھ کر چلا گیا۔

سلیمان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ عمران جب مطالعے میں مصروف ہو تو پھر معمولی سی آہٹ بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے آجکل وہ سارا کام دبے پاؤں کرتا تھا۔

عمران نے کتاب پڑھتے پڑھتے ایک طویل سانس لی اور پھر کتاب بند کر کے اس نے میز پر رکھ دی۔ اسی لمحے سامنے پڑی ہوئی چائے کی پیالی نظر آئی اور وہ چونک پڑا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک لطیف سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ پیالی میں ایک مکھی بڑے اطمینان سے تیراکی میں مصروف تھی۔

"سلیمان! ـــــ ارے او سلیمان" ـــــ عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

اور دوسرے لمحے سلیمان کسی جن کی طرح دروازے میں نمودار ہو گیا۔

"کیا تم نے یہاں تیراکی سکھانے کا کوئی کلب کھول لیا ہے" ـــــ

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" تیراکی سکھانے کا کلب" ___ ؟ سلیمان نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ اُسے عمران کی بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔

" ادھر میرے پاس آؤ" ___ عمران نے کہا اور سلیمان قدم بڑھاتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔

" یہ دیکھو تمہاری ایک شاگرد ___ کس مزے سے تیراکی میں مصروف ہے ___ غضب خدا کا ___ تم نے کلب کھول لیا اور مجھے بتایا ہی نہیں ___ ساری فیسیں خود ہی ہضم کرتے رہے ہو" ___ عمران نے اچھل کر سلیمان کا کان پکڑتے ہوئے کہا۔

" ارے ارے صاحب میرا کان تو چھوڑیئے ___ یہ کان ہے فیسیں جمع کرنے والا بینک تو نہیں" ___ سلیمان نے کان چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے کہا۔

" ارے جاہل باورچی ! ___ تمہیں آج تک کان کا مطلب ہی نہیں معلوم ہوا۔ ایسے سونے کی کان ___ چاندی کی کان ___ نمک کی کان ___ اور ظاہر ہے کہ یہ فیسوں کی صورت میں بٹورے ہوئے روپے کی کان ہے ___ میں اسے کیسے چھوڑ دوں" ___ عمران نے جواب دیا۔

" صاحب ! ___ کاش آپ نے اردو گرائمر بھی پڑھی ہوتی تو اس ملک کا کتنا بھلا ہوتا ___ میں تو کئی بار سمجھاتے سمجھاتے رہ گیا ہوں کہ کاش میں کسی پڑھے لکھے کا باورچی ہوتا" ___ سلیمان نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ارے علی عمران ایم۔ ایس سی۔ ڈی۔ ایس سی (آکسن) تمہیں جاہل معلوم ہوتا ہے ___ غضب خدا کا ___ ڈگریوں کی اتنی لمبی قطار بھی مجھے پڑھے لکھوں میں شامل نہیں کر سکی" ___ عمران نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" جناب ! ___ آپ کم سے کم مجھ پر ان ڈگریوں کا رعب نہ ڈالا کریں۔ میں ان کی

اصل حقیقت جانتا ہوں ___ شکر کریں میں نے آج تک یہ راز کسی کو نہیں بتایا ورنہ ___" سلیمان نے اپنا کان چھڑاتے ہوئے جواب دیا۔

" اصل حقیقت ___ ارے اصل حقیقت کیا ہے" ___ ؟ عمران نے سچ مچ حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

" جناب ! ___ آپ نے وہ مثل سُنی ہوتی ہے کہ چوہے کو کہیں سے پیاز کی گٹھی مل گئی اور وہ پنساری بن بیٹھا ___ آپ کا بھی وہی حال ہے ___ ایک ڈبیہ سے کچھ آکسن حاصل کر لیا اور بنے بیٹھے ہیں پڑھے لکھے" ___ سلیمان نے اپنا کان مسلتے ہوئے کہا جو سرخ ہو چکا تھا۔

" ڈبیہ سے آکسن" ___ عمران نے حیران ہوتے ہوتے کہا۔ اس کے چہرے پر واقعی حیرت کے آثار نمایاں تھے۔

" بس جناب ! ___ اسی لئے تو میں کسی کو بتاتا نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اتنے جاہل کا باورچی ہے ___ بس تقدیر کا چکر ہے ___ وقت گذار رہا ہوں"۔ سلیمان نے مسکینی سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

" ابے جلدی بتا ___ اس سارے چکر کا مطلب !۔ ورنہ یاد رکھ تیری ساری علمیت ناک کے راستے سے نکال دوں گا" ___ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

" جناب ! ___ یہ بھی جاہلیت کا ایک بدترین مظاہرہ ہے کہ جب اور کچھ نہ ہو سکا تو رعب ڈالنا شروع کر دیا" ___ سلیمان نے اسی لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

اور عمران مکہ تان کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

" بتاتا ہے یا پھر ___" عمران نے بڑا سنجیدہ چہرہ بناتے ہوئے کہا۔

"بتاتا ہوں صاحب! ـــ آکسن ایک جڑی بوٹی کا نام ہے ـــ بڑی مشہور جڑی بوٹی ہے ـــ کاش آپ نے طب پڑھی ہوتی" ـــ سلیمان نے جواب دیا۔

"ارے جالینوس کی ناخلف اولاد ـــ آگے بول" ـــ عمران نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بتا تو رہا ہوں جناب! ـــ بس آپ مزید جاہلیت کا مظاہرہ نہ کیجئے ـــ ایسا نہ ہو کہ شرم کے مارے مجھے خودکشی کرنی پڑے ـــ گالیاں دینا جہالت کی سب سے بڑی نشانی ہے" ـــ سلیمان نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"پھر بتا بھی سہی ـــ تو نے اتنی نشانیاں بتانا شروع کر دی ہیں کہ مجھے بھی اپنی جہالت پر یقین آتا جا رہا ہے ـــ اور میں سوچ رہا ہوں کہ آکسفورڈ یونیورسٹی پر دعویٰ کر دوں کہ اس نے مجھ جیسے جاہل کو سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کیوں دے ڈالی" ـــ عمران نے بے اختیار اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے آپ کو اپنی جہالت پر یقین آ گیا ـــ بہرحال سنیئے! ـــ آپ جن کو ڈگریاں بنا کر مجھ جیسے پڑھے لکھے علامہ فاضل باورچی پر رعب ڈالتے ہیں اس کا مطلب ہے ـــ مصیبت سے کسی ڈبیہ سے کچھ آکسن حاصل کیا ہے اور بس" ـــ سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مصیبت سے کسی ڈبیہ سے کچھ آکسن" ـــ عمران نے آنکھیں پھاڑ کر دہراتے ہوئے کہا۔

"ہاں جناب! ـــ آپ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) کہتے ہیں نا اپنے آپ کو ـــ اب خود فیصلہ کر لیجئے ـــ ایم سے بنی مصیبت۔ ایس کا مطلب ہے ـــ سی سے بنا کسی ـــ ڈی تو ظاہر ہے ڈبیہ کا مخفف ہے ـــ اور ایس کا مطلب پہلے ہی بتا گیا ہوں سے ـــ اور سی کا ہوا کچھ ـــ آگے آکسن ـــ یعنی مصیبت سے کسی ڈبیہ سے کچھ آکسن آپ کو مل گیا اور آپ نے رعب ڈالنا شروع کر دیا ـــ وہی چوہے والی مثال" ـــ سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور عمران دھڑام سے واپس کرسی پر گر گیا۔

"خدا کی پناہ! ـــ اتنا پڑھا لکھا باورچی! ـــ بھتی مجھ جیسے جاہل کا تمہارے ساتھ کیسے گزارہ ہو سکتا ہے ـــ اس لئے علامہ باورچی صاحب! ـــ آج سے آپ کی چھٹی" ـــ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"صاحب سوچ لیں ـــ لیبر کورٹس کھلی ہوتی ہیں اور وکیل کو فیس دینے جتنی رقم میرے پاس ہے ہی" ـــ سلیمان نے روکھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدایا! ـــ اب میں کہاں جاؤں" ـــ عمران نے دوبارہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"فی الحال آپ لیٹرین کا چکر لگا آئیں ـــ کچھ طبیعت ہلکی ہو جائے گی" ـــ سلیمان نے جواب دیا اور میز پر پڑی پیالی اٹھا کر تیر کی طرح باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔

اور اس کے دروازے میں غائب ہوتے ہی عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ کئی گھنٹوں کے مطالعے نے ذہن پر سنجیدگی کی جو گرد چڑھا دی تھی وہ سلیمان نے چند ہی لمحوں میں صاف کر دی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد اس کے سامنے گرم چائے کی پیالی موجود ہو گی۔ اسی لمحے میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون گنگنا اٹھا

اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

"یس علی عمران جابل سپیکنگ" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے" ـــــ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے شائد جان بوجھ کر جابل کا لفظ نظر انداز کر دیا تھا۔

"کیا زندگی میں پہلی بار بولے ہیں آپ ـــــ ؟ جو مجھ پر احسان جتا رہے ہیں" ـــــ عمران نے لہجے میں جھنجلاہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"آج شائد سلیمان نے کچھ زیادہ ہی مرچیں ڈال دی ہیں ـــــ بہرحال سنو! شام چھ بجے پریذیڈنٹ ہاؤس میں پہنچ جاؤ ایکسٹو کے روپ میں ـــــ شاکر سرات تم سے ملنا چاہتے ہیں" ـــــ سر سلطان نے جلدی جلدی کہا اور پھر عمران کی طرف سے جواب سنے بغیر ہی انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔

"شاکر سرات" ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔

اس کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔

عمران ایکسٹو کے روپ میں جب پریذیڈنٹ ہاؤس کے مخصوص میٹنگ ہال میں داخل ہوا تو ہال میں موجود صدر مملکت بے اختیار اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور صدر مملکت کی وجہ سے وہاں موجود باقی افراد کو بھی اٹھنا پڑا۔ جن میں شاکر سرات بھی شامل تھے۔

عمران نے سر کو ذرا سا جھکا کر صدر مملکت اور شاکر سرات کو سلام کیا اور پھر وہ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

شاکر سرات انتہائی اشتیاق آمیز نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ ہمارے ملک کی سیکرٹ سروس کے سربراہ مسٹر ایکسٹو ہیں ـــــ اور یہ فلسطین کے محبوب اور عظیم لیڈر اور ہمارے مہمان جناب شاکر سرات ہیں" ـــــ صدر مملکت نے دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میں معزز مہمان کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہتا ہوں ـــــ فلسطینیوں کے لئے آپ کی ذات انتہائی گرانقدر سرمایہ ہے" ـــــ عمران نے استقبالیہ فقرے بولتے ہوئے کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ جناب! ـــــ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے کم از کم

آپ کو نقاب میں ہی دیکھنے کا موقعہ مل گیا ہے ـــــ ورنہ دنیا کے ہزاروں افراد اس موقعہ کی حسرت لئے دنیا سے گزر جاتے ہیں" ـــــ شاکر سرات نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"جناب شاکر سرات! ـــ آپ کے سامنے کوئی خاص بات کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی خواہش پر اس میٹنگ کا بندوبست کیا گیا ہے" ـــــ صدرِ مملکت کے قریب بیٹھے سر سلطان نے فوراً ہی بات کا رُخ پلٹتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے" ـــــ عمران نے مخصوص باوقار لہجے میں کہا۔

"جناب صدر و مسٹر ایکسٹو! آپ کو فلسطینیوں کی بستی شائل کی ہولناک تباہی کا اچھی طرح علم ہوگا" ـــــ شاکر سرات نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــ میں نے اس کی تفصیلات پڑھی ہیں ـــ یہودیوں نے انتہائی درندگی کا ثبوت دیا ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ پوری دنیا کے یہودی چاہے وہ کسی بھی پیشے یا مقام پر موجود ہوں، اسرائیل کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے ـــ یہی وجہ ہے کہ ان کی طاقت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے ـــ اور اب ان کا حوصلہ اس قدر بلند ہو چکا ہے کہ وہ سینہ زوری سے پوری دنیا کے احتجاج کو نظر انداز کر کے فلسطینیوں کا قتل عام کرنے میں مصروف ہیں ـــ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک انہیں کوئی ایسی کاری ضرب نہ لگائی جائے گی کہ جس کے بعد انہیں یقین ہو جائے کہ اگر پھر فلسطینیوں پر اس طرح کا غیر انسانی حملہ کیا گیا تو طاقت کا جواب طاقت سے دیا جا سکتا ہے ـــ اس وقت تک خالی باتوں یا زبانی احتجاجات سے کچھ نہیں ہوگا" ـــــ شاکر سرات نے بڑے

جوشیلے لہجے میں کہا۔

"آپ کی بات بالکل درست ہے" ـــــ صدرِ مملکت نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اور میں اس سلسلے میں مسٹر ایکسٹو کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں" ـــــ شاکر سرات نے کہا اور صدرِ مملکت سمیت سب چونک پڑے۔

"آپ فرمائیں! ـــ ہم آپ کی کیا امداد کر سکتے ہیں ـــــ؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فلسطینیوں کے لئے ہمارے بس میں جو کچھ بھی ہو سکا ضرور کریں گے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"آپ کے جواب نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے ـــ دراصل بات یہ ہے کہ اسرائیل نے ایکریمیا کی مدد سے ایٹم بم تیار کر لیا ہے اور اب وہ اس ایٹم بم کو استعمال کرنے کے لئے میزائیل کی تیاریوں میں مصروف ہے ـــ اور مجھے یقین ہے کہ جس روز اس نے ایسے میزائیل تیار کر لئے وہ بے دریغ ان ایٹم بموں کو عربوں پر عموماً اور فلسطینیوں پر خصوصاً استعمال کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچائے گا ـــ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ ایٹم بم بردار میزائیل تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں ـــ ہم ان کے تیار ایٹم بم کو فارمولے سمیت اڑا لیں ـــ تاکہ وہ ایٹم بم کی دوبارہ تیاری میں اگر فوری طور پر مصروف بھی ہو جائیں تو کم از کم ہمیں اتنا وقفہ ضرور مل جائے گا کہ ہم اپنی حفاظت کا انتظام کر سکیں ـــ دوسری بات یہ کہ جب انہیں معلوم ہو گا کہ فلسطینیوں کے پاس ایٹم بم پہنچ چکا ہے تو پھر وہ یوں بے دریغ حملے کرنے سے رک جائیں گے ـــ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ وہ ایٹم بم طاقت کے توازن کے لئے ہمیں دے دیں اور فارمولا اپنے پاس رکھ لیں تاکہ آپ اسلامی ملکوں اور

اپنے لئے اس فارمولے کے تحت ایٹم بم تیار کر سکیں ۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ پورے اسلامی ممالک میں آپ کا ملک ایسا ہے جو ایٹم بم کی تیاری کے لئے کام کر سکتا ہے ۔۔۔ جب آپ ایٹم بم تیار کر لیں گے تو اسرائیل کو اچھی طرح یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا تیار کردہ بم پورے اسلامی ممالک کے کام آ سکتا ہے۔ اس طرح ان کی طاقت اور حوصلہ کم ہو جائے گا اور اس سے فلسطینیوں کے مقاصد آسانی سے پورے ہو سکیں گے" ۔۔۔ شاکر سرات نے پورا منصوبہ تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اسرائیلی ایٹم بم چرائیں اور ایکریمیا اسے ایٹم بم سپلائی کر دے" ۔۔۔ ؟ سر سلطان نے کہا۔

" نہیں ۔۔۔ اول تو ایکریمیا ایسا نہیں کرے گا ۔۔۔ اگر اس نے ایسا کرنا ہوتا تو پھر یقیناً وہ اب تک اسرائیل کو ایٹم بم سپلائی کر چکا ہوتا ۔۔۔ پھر اسرائیل کو اتنا عرصہ محنت کرنے اور اتنا روپیہ لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ یہ دراصل ایکریمیا اور روسیاہ کی پالیسی ہے کہ ایٹمی ہتھیار دوسرے ملکوں کو نہ سپلائی کئے جائیں اور اپنی چودھراہٹ قائم رکھی جائے ۔۔۔ اگر ایکریمیا نے اسرائیل کو بنا بنایا ایٹم بم سپلائی کیا تو روسیاہ بھی لیبیا کو سپلائی کر سکتا ہے اور پھر شوگران پاکیشیا کو سپلائی کر سکتا ہے ۔۔۔ اگر ایسا ہونے لگے تو آپ اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پوری دنیا ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہو جائے گی جس کا نتیجہ لازماً آخری اور مکمل تباہی ہو گا" ۔۔۔ شاکر سرات نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

" میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں ۔۔۔ آپ چاہتے ہیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اسرائیلی ایٹم بم چرائے اور اسے آپ کے حوالے کر دے" ۔۔۔ عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

" ہاں ! ۔۔۔ میں یہی چاہتا ہوں ۔۔۔ آپ اچھی طرح غور کر لیں۔ یہ کوئی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی سودے بازی ہے ۔۔۔ اسرائیلی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو انتہائی خطرناک ہے۔ اس کے باوجود میری یہ خواہش ہے کہ آپ فلسطینیوں کی امداد ضرور کریں ۔۔۔ آپ کا یہ احسان ہم قیامت تک نہ بھول سکیں گے" ۔۔۔ شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ کو اس سلسلے میں مطلع کر دیا جائے گا" ۔۔۔ صدر مملکت نے گمبیر لہجے میں کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے جس کا مطلب تھا کہ میٹنگ برخواست اور پھر صدر، شاکر سرات کے ساتھ ہی میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔

باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ باہر چلے گئے اور سب سے آخر میں عمران اٹھا اور پھر وہ بھی میٹنگ ہال سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران دانش منزل میں موجود تھا۔ اس نے بلیک زیرو کو اس میٹنگ کا تمام حال بتا دیا۔

" پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے ۔۔۔ ؟ کیا آپ اس کیس کو ڈیل کریں گے؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

" ہاں ! ۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں کہ شامل کا یہودی سے بھرپور انتقام لیا جائے۔ میں نے اس تباہی کو بری طرح محسوس کیا تھا اور اس وقت بھی میں نے انتقام کے متعلق سوچا تھا مگر چونکہ کوئی لائحہ عمل سامنے نہ تھا اس لئے خاموش ہو رہا" عمران نے جواب دیا۔

" مگر عمران صاحب ! ۔۔۔ اسرائیل کے ساتھ ہمارے سفارتی تعلقات نہیں

ہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی فارن آفس وہاں کام کر رہا ہے ــــ ایسی حالت میں ہم وہاں کیسے کام کریں گے" ــــ ؟ بلیک زیرو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے جو مجرم ہمارے ملک میں آتے ہیں ان کے فارن آفس یہاں کام کر رہے ہوتے ہیں ــــ ہم نے وہاں بطور سیکرٹ سروس کام نہیں کرنا" ــــ عمران نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ بس ــــ تو آپ کا مطلب ہے کہ آپ مجرموں کی حیثیت سے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں" ــــ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ــــ اسرائیل اور جی۔ پی۔ فائیو کی نظر میں ہماری حیثیت مجرموں جیسی ہوگی اور میں مجرموں کا سرغنہ ــــ یعنی ان کا باس ــــ مزہ آ جائے گا بلیک زیرو! ــــ میں کبھی کبھی سوچتا تھا کہ کاش میں بھی مجرم ہوتا اور سیکرٹ سروس سے ٹکراتا ــــ مگر آج تک دل کی حسرت دل میں ہی رہی۔ بہرحال اب وہ موقع آ گیا ہے" ــــ عمران نے بڑے ہی جوشیلے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ ناقابل تسخیر مجرم ثابت ہوں گے" ــــ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں ــــ کوئی مجرم ناقابل تسخیر نہیں ہوتا بے چارہ مجرم تو ایک خوبصورت سی عورت کے ہاتھوں تسخیر ہو جاتا ہے اور پھر میرے ساتھ جولیا بھی ہوگی۔ اس کی موجودگی میں بھلا میں ناقابل تسخیر کیسے رہ سکتا ہوں۔ وہ اگر آنکھ بھی مار دے تو میں ناقابل تسخیر مجرم سے انتہائی قابل تسخیر مجرم بن چکا ہوں گا ــــ کیا خیال ہے" ــــ ؟ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نعمانی ــــ چوہان ــــ اور تنویر سمیت یہاں رہو۔ تاکہ اگر ہماری عدم موجودگی میں کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے تو تم آسانی سے اس سے نپٹ سکو ــــ میں اپنے ساتھ جولیا ــــ صفدر ــــ کیپٹن شکیل ــــ اور جوزف کو ساتھ لے جاؤں گا ــــ بس مجرموں کی اتنی بڑی تنظیم اسرائیل کی جی۔ پی۔ فائیو کے لئے کافی ہے" ــــ عمران نے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جولیا یہاں رہے اور میں آپ کے ساتھ جاؤں؟ وہ یہاں کا مسئلہ بڑی آسانی سے سنبھال سکتی ہے" ــــ ؟ بلیک زیرو نے اُمید افزا لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں ــــ یہ غضب نہ کرنا ــــ بڑی مشکل سے تو میں نے یہ موقع نکالا ہے کہ تنویر کی عدم موجودگی میں جولیا کے ساتھ چند دن گزار سکوں ــــ اور دوسری بات یہ ہے کہ پھر تو میں واقعیؔ ناقابلِ تسخیر مجرم بن جاؤں گا ــــ جو میں بننا نہیں چاہتا ــــ اور تیسری بات یہ ہے کہ تم جولیا کی جگہ کیسے لے سکتے ہو ــــ ؟ ابھی میرا ذوق اتنا گھٹیا نہیں ہوا" ــــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا ــــ اور بلیک زیرو جواب میں کھسیانی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

اسرائیلی سرحد سے پانچ سو کلو میٹر دُور ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ گاؤں میں ہر طرف کچے جھونپڑے نما مکان پھیلے ہوئے تھے۔ صرف گاؤں کے درمیان میں ایک دو منزلہ پختہ مکان تھا۔

یہ پختہ مکان گاؤں کے سردار زبیر بن طالب کا تھا۔ یہ عربوں کا گاؤں تھا جو صحرا کے کنارے پر واقع تھا۔ اس گاؤں کے بعد ایک خوفناک صحرا تھا۔ یہ خوفناک صحرا پانچ سو کلو میٹر میں پھیلا ہوا تھا اور اس صحرا میں کہیں بھی کوئی پانی کا چشمہ یا نخلستان نہ تھا۔ اس لئے اسے ناقابل عبور سمجھا جاتا تھا۔ صحرا میں ہر وقت خوفناک آندھیاں چلتی رہتی تھیں۔ اس لئے آج تک کسی قافلے نے اس صحرا کو عبور کرنے کی جرأت نہ کی تھی۔ اس صحرا کے خاتمے پر اسرائیل کی حدود شروع ہو جاتی تھیں۔

گاؤں کے پختہ مکان میں اس وقت عمران ـــ جولیا ـــ صفدر ـــ کیپٹن شکیل ـــ اور جوزف موجود تھے۔ ان کے جسموں پر عربی لباس تھا اور کمرے میں ہر طرف موٹے کپڑے کے کئی بڑے بڑے تھیلے بکھرے پڑے تھے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ایک خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس گاؤں میں پہنچے تھے اور عمران کا

ارادہ اس صحرا کو پار کر کے اسرائیل میں داخل ہونا تھا۔

"کیا ہم کسی اور ذریعے سے اسرائیل میں داخل نہیں ہو سکتے" ـــ جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بالکل داخل ہو سکتے ہیں ـــ وہاں ہوائی جہاز جاتے ہیں ـــ ٹرینیں جاتی ہیں ـــ ہیلی کاپٹر پہنچتے ہیں ـــ کاروں کے ذریعے انسان جاتے ہیں" ـ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ہمیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ اس خوفناک صحرا سے گزر کر جائیں" ـــ؟ جولیا نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو جولیا! ـــ اس وقت ہم جس مشن پر جا رہے ہیں یہ ہماری پیشہ ورانہ زندگی کا سب سے خوفناک اور انتہائی خطرناک مشن ہوگا ـــ اسرائیل کی خفیہ تنظیم جی۔ پی۔ فائیو دنیا کی انتہائی خوفناک اور خطرناک تنظیم ہے۔ وہ اسرائیل کی حدود میں رہنے والے ایک ایک آدمی کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور جہاں انہیں ذرا سا بھی شبہ پڑ جائے پھر بغیر کسی مزید پوچھ گچھ کے وہ گولی مار کر آئندہ کے لئے اپنا دردِ سر ختم کر دیتے ہیں ـــ اور ہم وہاں مجرموں کی حیثیت سے جا رہے ہیں ـــ وہاں ہمارا کوئی دوست نہ ہوگا ـــ کوئی امدادی نہ ہوگا ـــ کوئی یہودی وہاں پوری دنیا کی دولت لیکر بھی اس ملک کے خلاف کام کرنے کو تیار نہ ہوگا ـــ لے دے کر اگر کوئی ہماری معمولی سی امداد کر سکیں گے تو وہ عرب ہوں گے جو وہاں کے باشندے ہیں ـــ مگر جی۔ پی۔ فائیو سب سے زیادہ توجہ ان عربوں پر دیتے ہیں ـــ اگر ہم کسی بھی معروف راستے سے کسی بھی بھیس میں وہاں داخل ہوں گے تو ہماری اتنی کڑی نگرانی کی جائے گی کہ ہم سوائے سیر کرنے کے انگلی بھی نہ ہلا سکیں گے۔ اسی لئے

میں نے پروگرام بنایا ہے کہ ہم ایسے راستے سے اسرائیل میں داخل ہوں جس راستے سے کسی کے آنے کا امکان تک نہ ہو" ۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

" آپ کا خیال بالکل درست ہے عمران صاحب! ۔۔۔ وہاں ایسے ہی حالات پیش آئیں گے ۔۔۔ میں جب فرج میں تھا تو ایک خفیہ مشن پر اسرائیل گیا تھا اور مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ کس طرح کام کرتے ہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا ۔

" اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا اس بار کا مشن بے حد وسیع ہے ۔۔۔ ہم یہودیوں کے لئے موت بن کر جا رہے ہیں ۔۔۔ ہم نے وہاں بے دریغ قتل و غارت کرنی ہے ۔۔۔ ان کی ہر اہم تنصیبات جو ہمارے سامنے آئیں ہم نے انہیں تباہ کرنا ہے تاکہ جی ۔ پی ۔ فائیو ہماری کارکردگی کو فلسطینی گوریلا کارروائی سمجھ لے اور پھر اس کی توجہ فلسطینی گوریلوں کی طرف رہے اور اس دوران ہم اپنا اصل مشن پورا کر سکیں ۔۔۔ بس یوں سمجھیے کہ ہم مرنے کے لئے جا رہے ہیں ۔ زندہ واپس آنے کے لئے نہیں" ۔۔۔ عمران پر تو جیسے سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا تھا ۔

" آپ بے فکر رہیں عمران صاحب ۔۔۔ ہم یہودیوں کو بتا دیں گے کہ موت کسے کہتے ہیں" ۔۔۔ صفدر نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا ۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات کرتا ، دروازہ کھلا اور بوڑھا زیبرین طالب اندر داخل ہوا ۔ اس کے احترام میں سب اٹھ کھڑے ہوئے ۔

" میرے بچو! ۔ بیٹھ جاؤ ۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ایک مقدس مشن پر جا رہے ہو ۔۔۔ اس لئے تمہاری ہر خدمت میرا فرض ہے" ۔۔۔ بوڑھے نے کہا اور

پھر وہ بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا ۔

" کیا ہماری روانگی کا سامان تیار ہے" ۔۔۔ ؟ عمران نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر پوچھا ۔

" ہاں! ۔ تمام بندوبست ہو گیا ہے ۔۔۔ صبح پو پھٹنے سے پہلے سامان یہاں پہنچ جائے گا ۔۔۔ بے فکر رہو" ۔۔۔ بوڑھے نے جواب دیا اور عمران نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی ۔

بوڑھا تھوڑی دیر انہیں صحرا میں سفر کرنے کے متعلق احتیاطی تدابیر بتاتا رہا پھر وہ انہیں آرام کرنے کا مشورہ دے کر کمرے سے باہر چلا گیا ۔

رات کا کھانا کھا کر وہ سب ایک دائرے کی صورت میں بیٹھ گئے اور عمران نے جیب سے ایک نقشہ نکال کر درمیان میں رکھا اور پھر نقشے کے مطابق انہیں مشن کے متعلق تفصیلات بتانے میں مصروف ہو گیا ۔

تقریباً آدھی رات تک وہ باتیں کرتے رہے ۔ پھر فرش پر بچھے ہوئے قالین پر ہی سونے کے لئے لیٹ گئے ۔

صبح پو پھٹنے سے پہلے بوڑھے نے انہیں اٹھایا اور پھر ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے بعد وہ خوفناک سفر پر جانے کے لئے تیار ہو گئے ۔ تھیلے انہوں نے اپنی کمروں سے باندھ لئے اور پھر بوڑھے کے پیچھے چلتے ہوئے وہ اس مکان سے باہر آ گئے ۔ اور پھر گاؤں کی کچی گلیوں سے گزر کر وہ صحرا کے کنارے پر پہنچ گئے ۔

یہاں دس اونٹ موجود تھے جن میں سے پانچ پر سامان بندھا ہوا تھا اور ان کے منہ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے ۔

" تمہارا سامان ان اونٹوں پر موجود ہے" ۔۔۔ بوڑھے نے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلایا

اور پھر ایک اونٹ کی طرف بڑھ گیا۔

تمام اونٹ رسیوں کی مدد سے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے تھے اور زمین پر بیٹھے تھے۔

عمران پہلے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے اونٹ پر جولیا ——— تیسرے اونٹ پر صفدر ——— چوتھے اونٹ پر کیپٹن شکیل ——— اور پانچویں اونٹ پر جوزف بیٹھ گیا۔

جوزف کے پیچھے سامان سے لدے ہوئے اونٹ تھے۔

عمران نے اپنے اونٹ کو اٹھایا اور اس اونٹ کے اٹھتے ہی باقی اونٹ بھی کھڑے ہو گئے اور عمران نے ہاتھ ہلا کر بوڑھے زبیر کو الوداع کہا اور اونٹ کا رخ صحرا کی طرف موڑ دیا۔

اونٹوں کی قطار ایک دوسرے کے پیچھے چلتی ہوئی صحرا میں داخل ہو گئی۔ ان کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس لئے جلد ہی گاؤں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور وہ ہر طرف پھیلے ہوئے صحرا کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئے۔

اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے مضافات میں ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کی پیشانی پر ایک بڑا سا بورڈ لٹکا ہوا تھا۔ اس بورڈ پر سرخ رنگ میں پانچ

تارے بنے ہوتے تھے۔ یہ اسرائیل کی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر دو مسلح فوجی بڑے چوکنا انداز میں پہرہ دے رہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کی کار تیز رفتاری سے اس عمارت کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ کار کی نمبر پلیٹ پر بھی پانچ تارے بنے ہوتے تھے۔

اس کار کو آتے دیکھ کر پہریدار اور زیادہ مستعد ہو گئے۔ کار دروازے پر آکر رکی اور اس کا پچھلا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک لمبا تڑنگا کرخت چہرے والا آدمی باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ درشتی نمایاں تھی۔ پہریداروں نے اسے دیکھتے ہی سیلوٹ مارا مگر وہ انہیں نظر انداز کرتا ہوا دروازے میں داخل ہو گیا۔ اور کار اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

یہ جی۔ پی۔ فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ تھا جسے پورے اسرائیل میں سب سے زیادہ بااختیار اور طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ اور تھا بھی ایسا ہی۔ پورے اسرائیل میں اس کے ایجنٹوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔

کرنل ڈیوڈ تیزی سے چلتا ہوا اپنے مخصوص کمرے میں پہنچا۔ اس کمرے میں ایک میز اور چند کرسیاں موجود تھیں۔ میز کے پیچھے سٹیل کی ایک بڑی سی الماری تھی۔ میز پر چار پانچ مختلف رنگوں کے ٹیلیفون پڑے ہوتے تھے اور میز کے کناروں پر مختلف رنگوں کے بٹنوں کی ایک قطار تھی۔

کرنل ڈیوڈ کرسی پر بیٹھا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔

" کافی "——— کرنل ڈیوڈ نے درشت لہجے میں کہا اور نوجوان تیزی سے واپس چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کرنل ڈیوڈ کے سامنے کافی کے پیالے کے ساتھ دس بارہ فائلیں

بھی پہنچ گئیں۔

کرنل نے کافی پینے کے ساتھ ساتھ فائلیں کھول کر پڑھنا شروع کر دیں۔ ایک سرخ رنگ کی فائل دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس فائل پر موٹے موٹے حروف میں پاکیشیا لکھا ہوا تھا۔

کرنل نے کافی کا پیالہ میز پر رکھا اور پھر تیزی سے فائل کھول کر پڑھنے لگا فائل میں صرف ایک کاغذ تھا۔ کرنل بڑے انہماک سے اُسے پڑھتا رہا۔ اس کے چہرے پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا۔

پھر اس نے میز پر پڑا ہوا سرخ رنگ کا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

" کرنل ڈیوڈ سپیکنگ "۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کرخت لہجے میں کہا۔

" یس باس! ۔۔۔ رتھ ڈین بول رہا ہوں " ۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

" میرے پاس آؤ "۔۔۔۔ کرنل نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اور ایک بار پھر فائل کھول کر پڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ کرنل نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اُسے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے دوبارہ فائل میں گم ہو گیا۔

رتھ ڈین بڑے مودبانہ انداز میں سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" یہ رپورٹ کب پہنچی ہے "۔۔۔۔ ؟ کرنل ڈیوڈ نے فائل بند کرتے ہوئے رتھ ڈین سے مخاطب ہو کر کہا۔

" ابھی تھوڑی دیر پہلے "۔۔۔۔ رتھ ڈین نے جواب دیا۔

" مگر شاکر سرات کی پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے سربراہ سے ملاقات کا کیا مقصد ہو گا "۔۔۔۔ ؟ کرنل ڈیوڈ نے سوچنے کے سے انداز میں کہا۔

" یہی تو چونکا دینے والی بات ہے ۔۔۔۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اسے فوری طور پر آپ کے نوٹس میں لایا جائے "۔۔۔۔ رتھ ڈین نے جواب دیا۔

" کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل ہمارے ریکارڈ میں ہے "۔۔۔۔ ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

" ضرور ہو گی جناب "۔۔۔۔ رتھ ڈین نے جواب دیا۔

اور کرنل ڈیوڈ نے انٹرکام کا بٹن دبایا اور پھر کسی کو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل لانے کا حکم دیا۔

" پاکیشیا میں ہمارا ایجنٹ کیا کرتا ہے ۔۔۔ تفصیلات بتاؤ "۔۔۔۔ ؟ کرنل ڈیوڈ نے رتھ ڈین سے مخاطب ہو کر کہا۔

" جناب! ۔۔۔ پاکیشیا میں ہمارا ایجنٹ پریذیڈنٹ ہاؤس میں پروٹوکول آفیسر ہے ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ شاکر سرات کی ایکسٹو سے ملاقات کا علم اُسے ہو گیا۔ مگر وہ اس ملاقات کی تفصیل حاصل نہ کر سکا "۔۔۔۔ رتھ ڈین نے تفصیل سے بتاتے ہوئے جواب دیا۔

" ہوں "۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک فوجی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک فائل دبی ہوئی تھی۔ اس نے وہ فائل بڑے مودبانہ انداز میں کرنل ڈیوڈ کے سامنے رکھ دی اور پھر واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے فائل کھولی اور اُسے پڑھنے لگا۔ فائل میں دس بارہ کاغذ تھے انہیں پڑھنے کے بعد کرنل نے فائل بند کر دی۔

"اس فائل میں تفصیلات نہیں ہیں ـــــ صرف یہی بتایا گیا ہے کہ تنظیم انتہائی خطرناک ہے ـــــ اور خاص طور پر ایک احمق سا نوجوان علی عمران سب سے زیادہ خطرناک ہے"۔ ـــــ کرنل ڈیوڈ نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو کے متعلق زبردست کوششوں کے باوجود اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا ـــــ اس لئے اتنے پر ہی اکتفا کرنا پڑا ـــــ بہرحال پوری دنیا میں وہ سب سے خطرناک سیکرٹ سروس سمجھی جاتی ہے" ـــــ رتھ مین نے جواب دیا۔

"ہوں! ـــــ شاکر برات کا ایکسٹو سے ملنا یقیناً ایک چونکا دینے والی بات ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــــ جہاں تک میرا اندازہ ہے، شاکر برات نے ایکسٹو کو ہمارے خلاف کام کرنے پر اکسایا ہوگا" ـــــ رتھ مین نے جواب دیا۔

"ہاں ـــــ ظاہر ہے اس کے سوا اور سوچا بھی کیا جا سکتا ہے ـــــ بہرحال تم ایسا کرو کہ اپنے ایجنٹ کو کال کرو اور اسے مزید تفصیلات حاصل کرنے کے لئے کہو ـــــ اور اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل میں آنے والے تمام راستوں پر کڑی نگرانی کرو ـــــ فی الحال ہم اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــــ میں نے پہلے ہی آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے ـــــ اگر ایکسٹو یا اس کا کوئی ساتھی، ہماری سرحد میں داخل ہوا تو آسانی سے پکڑا جائے گا" ـــــ رتھ مین نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اور پھر رتھ مین اسے سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے رتھ مین کے جانے کے بعد فائل ایک طرف رکھ دی اور پھر اس نے ایک ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ریڈ فائیو سپیکنگ" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس باس" ـــــ ریڈ فائیو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

ریڈ فائیو جی۔ پی۔ فائیو کا ایک خفیہ شعبہ تھا جس کا علم جی۔ پی۔ فائیو کے دوسرے ممبران کو نہ تھا اور اس شعبے کا کنٹرول کرنل ڈیوڈ نے براہ راست اپنے پاس رکھا تھا۔ یہ انتہائی خطرناک مواقع پر کام دیتا تھا۔ اور عام حالات میں یہ جی۔ پی۔ فائیو کے دیگر ممبران کی نگرانی کرتا تھا۔

"ریڈ فائیو! ـــــ ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند روز میں مجرموں کی ایک جماعت اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کرے ـــــ یہ عام قسم کے مجرم نہیں ہوں گے ـــــ بلکہ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہوگا گو جی۔ پی۔ فائیو حفاظتی اقدامات کر رہی ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارا شعبہ اس سلسلے میں پوری تندہی سے کام کرے ـــــ کسی بھی مشکوک آدمی کے متعلق پوری چھان بین کی جائے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"بہتر جناب" ـــــ ریڈ فائیو نے جواب دیا۔

"مجھے برابر رپورٹ ملنی چاہیئے ـــــ یہ لوگ ہمارے ملک کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــــ اگر انہوں نے اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کی تو وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتے" ـــــ ریڈ فائیو نے

مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔
اور اس کے ساتھ ہی کرنل ڈیوڈ نے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر ایجنٹ والی فائل کھول کر اس کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔

سورج پوری آب و تاب سے طلوع ہو گیا اور گرمی کی شدت بڑھنے لگی تو عمران نے اونٹ روک لیا۔
"کیمپ لگاؤ جوزف! ___ اب باقی سفر رات کو ہو گا" ___ عمران نے کہا اور پھر وہ اچھل کر اونٹ سے نیچے کود پڑا۔ باقی لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہاں دو کیمپ لگا دیئے گئے۔ ان میں سے ایک چھوٹا کیمپ جولیا کے لئے اور دوسرا بڑا کیمپ باقی لوگوں کے لئے تھا۔ اونٹوں کو ان کیمپوں کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اور پھر کھانا کھا کر وہ سب آرام کرنے کے لئے کیمپوں میں لیٹ گئے۔ چونکہ اونٹوں کے سفر نے ان کا جوڑ جوڑ تک ہلا دیا تھا اس لئے لیٹتے ہی انہیں گہری نیند آگئی۔
اور پھر اونٹوں کے زور سے بلبلانے کی آوازوں سے عمران کی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ باہر تیز ہوا چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں عمران تیزی سے کیمپ سے باہر نکلا۔ مگر اس کے چہرے پر ہوا کا ایک زوردار

تھپیڑا لگا اور عمران کی آنکھوں میں پڑنے والی ریت نے اسے بری طرح بوکھلا دیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مٹھی بھر کے سرخ مرچیں اس کی آنکھوں میں ڈال دی ہوں۔
ہوا کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اور پھر باقی ممبران بھی جاگ پڑے۔
"طوفان آ رہا ہے ___ جلدی سے کیمپ لپیٹو ___ ورنہ یہ سب کچھ اڑ جائے گا" ___ عمران نے چیخ کر کہا۔
اور پھر وہ سب کیمپ لپیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ جولیا بھی جاگ کر کیمپ سے باہر نکل آئی تھی اور پھر اس نے بھی اپنا کیمپ اکھاڑنا شروع کر دیا۔
تھوڑی دیر بعد ہی انہوں نے کیمپ لپیٹ کر سامان دوبارہ اونٹوں پر باندھ دیا۔
اب ہوا کی رفتار میں تشویشناک اضافہ ہو چکا تھا۔ اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہوا انہیں حقیر تنکوں کی طرح اڑا کر لے جائے گی۔
"اونٹوں کو بٹھا کر ان کی اوٹ میں ہو جاؤ ___ جلدی" ___ عمران نے چیخ کر کہا۔
اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے بلبلاتے ہوئے اونٹوں کو نیچے بٹھایا اور جوزف نے مضبوط رسیوں سے ان اونٹوں کے گھٹنے باندھ دیئے اب اونٹ اٹھ کر بھاگ نہ سکتے تھے۔ اور پھر وہ سب ہوا کی مخالف سمت میں اونٹوں کی اوٹ میں دبک گئے۔
طوفان لمحہ بہ لمحہ شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ اب ہر طرف گہرا اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ اور سنوں بلکہ ٹنوں ریت ہوائیں چکراتی ہوئی ان کے جسموں پر گر رہی تھی۔

آہستہ آہستہ وہ سب ریت میں دبتے چلے گئے اور جب ریت ان کے منہ تک آپہنچی اور انہوں نے منہ اوپر کو اٹھا لئے۔

طوفان کچھ اس شدت کا تھا کہ الاماں ۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے لاکھوں عفریت مل کر چیخ رہے ہوں۔ ریت میں دب جانے کی وجہ سے وہ ہوا کے جھکولوں سے تو بچ گئے۔ مگر جس رفتار سے ریت ان پر گر رہی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر طوفان جلد ختم نہ ہوا تو وہ ریت میں زندہ دفن ہو کر رہ جائیں گے۔ ریت کی سطح لحہ بہ لحہ بلند ہوتی چلی جارہی تھی۔

اور پھر سب سے پہلے ایک اونٹ بلبلاتا ہوا اٹھا اور اس کے ساتھ ہی باقی اونٹ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اونٹوں نے جھٹکے مار کر اپنے گھٹنے آزاد کرا لئے اور پھر وہ سب سرپٹ بھاگ کھڑے ہوئے۔ گہرے اندھیرے میں عمران اور اس کے ساتھی اونٹوں کو بے بسی سے جاتے دیکھتے رہ گئے۔ ان کے جسموں پر اتنی ریت تھی کہ کوشش کے باوجود وہ اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اونٹ گہرے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

طوفان کا شور اور زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ اور ریت گرنے کی رفتار کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی۔

" اٹھ جاؤ ۔۔۔ اُٹھ جاؤ ۔۔۔ ورنہ ریت میں دفن ہو جاؤ گے ۔۔۔ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لو" ۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا۔ اور پھر سب سے پہلے عمران نے زور لگا کر اپنے دونوں بازو ریت سے باہر نکالے اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے اپنے جسم کے گرد ریت ہٹانی شروع کر دی۔

چند ہی لمحوں میں عمران زور لگا کر ریت سے باہر آگیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر کھڑا ہوتا۔ خوفناک طوفان نے اس کے جسم کو یوں فضا میں اٹھا لیا جیسے

وہ کوئی حقیر سا تنکا ہو اور عمران طوفانی تھپیڑوں میں ہاتھ پیر مارتا ہوا دور جاگرا۔

نیچے گرتے ہی اس نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی مگر اس بار بھی اس کا یہی حشر ہوا اور وہ ہوا میں چکراتا ہوا فضا میں بلند ہوتا چلا گیا اور ایک بار پھر ہوا نے اسے پوری قوت سے ریت پر پٹخ دیا۔ عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے طوفان اسے یوں پٹخ پٹخ کر مار ڈالے گا۔

مگر اسی لمحے طوفان کی شدت کم ہونے لگی اور عمران وہیں ریت پر اوندھے منہ لیٹے طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اپنے ساتھیوں کی فکر تھی کہ نجانے ان کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ اور اب نجانے ان سے کبھی ملاقات بھی ہو سکے گی یا نہیں۔

طوفان کی شدت تیزی سے کم ہوتی چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد سورج پھر پہلے کی طرح چمکنے لگا۔ اور ہوا ساکت ہو گئی۔

عمران کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سر پر سے رومال اتار کر چہرے اور گردن کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مگر ہر طرف ریت کے ٹیلے پھیلے ہوئے تھے۔ کہیں کوئی انسان نظر نہ آرہا تھا۔

عمران نے لبادے کے اندر پہنے ہوئے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر پر پلاسٹک کا خول چڑھا ہوا تھا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کو خول سے باہر نکالا اور پھر اس نے اس کا بٹن دبا دیا۔ چند ہی لمحوں میں ٹرانسمیٹر کا بلب جلنے لگا۔

" ہیلو صفدر! ۔۔۔ عمران کالنگ۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

" صفدر بول رہا ہوں ۔۔۔ آپ کہاں ہیں۔ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف

سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"میں عالمِ بالا سے بول رہا ہوں ۔۔۔ فی الحال یہ بتاؤ کہ باقی ساتھی ٹھیک ہیں۔ اوور" ۔۔۔ ؟ عمران نے چیختے ہوئے پوچھا۔

"ہاں !۔۔۔ ہم سب ٹھیک ہیں ۔۔۔ گو وقتی طور پر ہوا نے ہمیں اٹھا لیا تھا مگر ہم نے بروقت ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے تھے۔ اوور" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ پکڑنے میں تو تمہارا جواب نہیں ۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے سب سے پہلے جولیا کا ہاتھ پکڑا ہو گا ۔۔۔ بہرحال رینج فائر کرو تاکہ میں تم تک پہنچ سکوں۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر بند کیا اور اسے پلاسٹک کے خول میں ڈال کر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ غور سے ہر طرف دیکھ رہا تھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے مشرق کی سمت فضا میں ایک ہوائی سی بلند ہوتی ہوئی دکھائی دی۔ کافی اوپر جا کر وہ ایک دھماکے سے پھٹ گئی اور اس میں شعلہ سا بلند ہوا۔

عمران سمجھ گیا کہ اس کے ساتھی اسی سمت ہیں لہٰذا اس نے مشرق کی طرف دوڑ لگا دی۔

کافی دور آنے کے بعد اس سمت سے ایک اور رینج فائر ہوا اور عمران نے رفتار اور بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد اسے دور سے ریت پر موجود اپنے ساتھیوں کے ہیولے نظر آنے لگ گئے

عمران کو دیکھ کر انہوں نے ہاتھ فضا میں لہرانے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر بعد عمران ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سب ریت سے اٹھے ہوئے تھے۔

"خدا کی پناہ !۔۔۔ کس قدر خوفناک طوفان تھا" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"یہ تو یہاں کا معمول ہے ۔۔۔ اس لئے تو میں سب انتظام کر کے چلا تھا۔ دیکھ لیا ۔۔۔ اگر رینج فائر اور ٹرانسمیٹر نہ ہوتے تو شاید ہم زندگی میں کبھی بھی نہ مل سکتے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"باس !۔۔۔ وہ اونٹ" ۔۔۔ ؟ جوزف نے پہلی بار زبان ہلائی۔

"ہاں !۔۔۔ ان اونٹوں کا بھی پتہ کرنا ہے ۔۔۔ اگر وہ نہ ملے تو پھر ہم اسی صحرا میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پن نما آلہ نکال لیا۔ اس نے آلے کا بٹن دبایا تو اس آلے کی نوک پر لگا ہوا بلب جل اٹھا۔ نوک سے آخر تک چھوٹے چھوٹے بلب ایک قطار میں موجود تھے۔

"اونٹ یہاں سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے آلے پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی نوک پر لگا ہوا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"آؤ میرے ساتھ" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے شمال کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ بلب کے جلنے بجھنے میں تیزی آتی چلی گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک چلنے کے بعد انہیں دور ریت کے ٹیلوں پر کھڑے ہوئے اونٹ نظر آ گئے۔ ان پر سامان لدا ہوا تھا اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خاموش کھڑے تھے۔

"کمال ہے ۔۔۔ اس آلے نے سمت کیسے بتا دی" ۔۔۔ ؟ کیپٹن شکیل

نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" پہلے چار بلب سمت بتاتے ہیں ـــــ اس آلے میں سے مخصوص لہریں نکل کر پھیل جاتی ہیں اور پھر جیسے ہی وہ لہریں کسی جاندار سے ٹکراتی ہیں تو بلب جل اٹھتا ہے ـــــ پہلا بلب مغرب ـــــ دوسرا مشرق ــ تیسرا شمال ــ اور چوتھا بلب جنوب کی سمت ظاہر کرتا ہے" ـــــ عمران نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب اس آلے کی حیرت انگیز کارکردگی پر دنگ رہ گئے۔

جوزف نے اونٹوں کو قابو کیا اور ایک بار پھر انہوں نے کیمپ لگانے شروع کر دیئے۔

رات کو انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا اور پھر تمام رات وہ سفر کرتے رہے تین دن کے سفر کے بعد ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہوگیا تو عمران نے ایک سامان بردار اونٹ ذبح کیا اور پھر اس کے پیٹ میں موجود پانی نکال کر خالی ڈبوں میں بھر لیا۔ یہ پانی رنگت میں بالکل شفاف اور ذائقے میں بھی صحیح تھا۔

اسی طرح ہر تین دن بعد وہ ایک اونٹ ذبح کرتے۔ اس کا پانی انہیں تین دن کام دیتا اور ان تینوں دنوں میں وہ اسی اونٹ کا گوشت پکا کر کھاتے رہے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک پہلے کی طرح کوئی بڑا طوفان نہ آیا تھا اس لئے ان کا سفر خاصی تیز رفتاری سے جاری رہا۔

" انہیں سفر کرتے ہوئے پندرہ روز ہو چکے تھے اور اس دوران نہ ہی وہ نہا سکے تھے اور نہ منہ ہاتھ دھو سکے تھے۔ اس لئے ان کی حالت بے حد خستہ تھی لباس بھی خستہ ہو رہا تھا کہ انہیں دور سے انسانی آبادی کے آثار نظر آنے لگے اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں۔

سب سے خستہ حالت جولیا کی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار صحرا کا اس قدر یناک سفر کیا تھا۔ مگر اس نے بے مثال ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا تھا کہ اس یسی کو محسوس نہ ہونے دیا تھا کہ اس کی حالت اس قدر خراب ہے۔

آبادی کے آثار آہستہ آہستہ واضح ہوتے چلے گئے۔

" کیا اس آبادی میں ہمیں کوئی امداد ملے گی" ـــــ ؟ صفدر نے عمران سے ناطب ہو کر کہا۔

" ہاں! ـــــ گو یہ آبادی اسرائیلی حدود میں ہے ـــــ مگر یہ خالصتاً عربوں ی آبادی ہے اور وہاں ہمارے پہنچنے کی اطلاع بھیجی جا چکی ہے ـــــ مگر یں وہاں رات کو داخل ہونا پڑے گا" ـــــ عمران نے جواب دیا اور پھر س نے ایک بڑے سے ٹیلے کی اوٹ میں کیمپ لگانے کا حکم دے دیا۔

پھر رات تک وہ اسی ٹیلے کے پیچھے آرام کرتے رہے۔ جب رات کا گہرا اندھیرا ہر طرف چھا گیا تو انہوں نے آبادی کا رخ کیا اور پھر آبادی سے تھوڑی دور عمران نے انہیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے آبادی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جب عمران آبادی میں داخل ہوا تو وہاں ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ عمران مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا ایک دروازے پر رک گیا۔ جس مکان کا یہ دروازہ تھا اس مکان کے اوپر ایک بڑا سا مور بنا ہوا تھا۔ جس کا ہیولہ اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دے رہا تھا۔

عمران نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر ایک عرب نوجوان کھڑا تھا۔ عمران کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

" موت کا پیامبر ہوں " ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

" اوہ !ـــ آپ لوگ پہنچ گئے "ـــــ عرب نے اچانک سنبھلتے ہوئے کہا

" ہاں !ـــ ہم پہنچ گئے ہیں "ـــ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" آیئے !ـــ اندر آجایئے "ـــ عرب نوجوان نے تیزی سے کہا اور دروازے سے ایک طرف ہٹ گیا۔

" مگر میرے ساتھی "ـــــ عمران نے کہا۔

" آپ فکر نہ کریں ـــــ ان کا بندوبست بھی ہو جائے گا "ـــــ عرب نوجوان نے کہا اور پھر عمران کے اندر داخل ہونے پر وہ اُسے ایک کمرے میں لے گیا

" آپ کے ساتھی بستی سے کتنی دُور ہیں "ـــــ ؟ عرب نوجوان نے کمرے میں پہنچتے ہی پوچھا۔

" وہ شمال کی سمت آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں "ـــــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ـــ میں ابھی انہیں لے آتا ہوں ـــــ آپ آرام کریں "ـــــ عرب نوجوان نے کہا۔

" کوڈ " موت " ـــ ہوگا۔ انہیں بتا دینا "ـــــ عمران نے کہا اور پھر ایک کرسی پر دھم سے گر گیا۔

عرب نوجوان نے سر ہلایا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک ایک کر کے عمران کے ساتھی بھی اس کمرے میں آگئے۔ سب سے آخر میں وہ عرب نوجوان اندر آیا۔

" آپ کا سامان بھی پہنچ گیا ہے ـــــ اونٹوں کو میں نے واپس صحرا میں دھکیل دیا ہے ـــــ میں آپ کے نہانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ ویسے مجھے آپ کی جرات اور بہادری پر حیرت ہے ـــــ آپ شاید پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس صحرا کو اس انداز میں پار کیا ہے ـــــ ورنہ اس کا تصور بھی ناممکن سمجھا جاتا ہے "ـــــ عرب نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کے نہانے کا بندوبست ہو گیا اور پھر نہانے اور نئے لباس پہننے کے بعد جب وہ دوبارہ کمرے میں اکٹھے ہوتے تو وہ سب پوری طرح چاق و چوبند تھے۔

پھر عرب نوجوان جس کا نام زید تھا۔ کھانے کا بندوبست کیا۔ اور پھر وہ سب کھانے میں مصروف ہو گئے۔

کھانے کے بعد باقی سب تو وہیں قالین پر ہی لیٹ گئے اور گہری نیند نے انہیں ایک لمحے میں اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ البتہ عمران زید سے کافی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر زید اُسے آرام کرنے کا مشورہ دے کر کمرے سے باہر باہر نکلتا چلا گیا۔

"ہیلو۔۔۔ ریڈ فائیو ون سپیکنگ"۔۔۔۔۔ میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک قوی ہیکل جسم کے مالک نوجوان نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ریڈ فائیو فرام سیکشن ٹفتھریمن سپیکنگ"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس۔۔۔ کیا بات ہے نمبر تھرٹیمن"۔۔۔۔۔ ؟ ریڈ فائیو ون نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"باس!۔۔۔ ڈینجر ڈیزرٹ کے قریب پانچ خالی اونٹ پکڑے گئے ہیں۔۔۔ اونٹوں کی حالت سے محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے صحرا میں ایک طویل سفر کیا ہے مگر سیکشن تھرٹیمن میں کوئی ان کی ملکیت تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے"۔۔۔۔۔ نمبر تھرٹیمن نے کہا۔

"اوہ!۔۔۔ بڑی اہم رپورٹ ہے۔۔۔۔۔ پانچ اونٹ آخر کہاں سے آ گئے۔ فوری طور پر تفتیش کرو اور مجھے رپورٹ دو"۔۔۔۔۔ ریڈ فائیو ون نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"جناب!۔۔۔ میں نے تفتیش کی ہے۔۔۔۔۔ سرحدی پٹی پر ایک گاؤں آسا

ہے ہمارے مخبر نے رپورٹ دی ہے کہ وہاں کے ایک عرب نوجوان زید کے دروازے پر ایک ایسے آدمی کو دیکھا گیا ہے جس کی ظاہری حالت سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ صحرا میں طویل سفر کر کے آیا ہے"۔۔۔۔۔ نمبر تھرٹیمن نے جواب دیا۔

"پھر کیا زید کے گھر کی تلاشی لے لی گئی"۔۔۔۔۔ ؟ ریڈ فائیو ون نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب!۔۔۔ آپ کی اجازت کی ضرورت تھی۔۔۔۔۔ کیونکہ زید اس گاؤں کا سردار ہے اور احکام کے مطابق سردار کے مکان کی تلاشی بغیر پرمٹ کے نہیں لی جا سکتی"۔۔۔۔۔ نمبر تھرٹیمن نے جواب دیا۔

"اوہ نو نان سنس!۔۔۔۔۔ وہ پابندی صرف پولیس کے لئے ہے۔۔۔۔۔ تم فوراً اپنا گروپ لے کر اس کے مکان پر چڑھائی کر دو۔۔۔۔۔ اگر وہ رکاوٹ ڈالے تو بے دریغ گولی مار دو"۔۔۔۔۔ نمبر ون نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب!۔۔۔ میں ابھی اس بارے میں رپورٹ دیتا ہوں"۔۔۔۔۔ نمبر تھرٹیمن نے جواب دیا۔

"سنو!۔۔۔ اگر مشکوک لوگ تمہیں وہاں مل جائیں تو انہیں ہیڈ کوارٹر بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ انہیں وہیں گولی مار دینا اور پھر ان کی لاشیں میرے پاس بھجوا دینا"۔۔۔۔۔ نمبر ون نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب!۔۔۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"۔۔۔۔۔ نمبر تھرٹیمن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور دیکھو!۔۔۔ خالی اونٹوں کی تعداد چونکہ پانچ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ مشکوک افراد کی تعداد پانچ سات یا دس ہو۔ اس لئے اپنا پورا دستہ لیکر جاؤ۔ اور اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی مشکوک آدمی زندہ بچ کر نکلنے نہ پائے"۔۔۔۔۔ نمبر ون

نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

" بہتر جناب " _____ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

" آپریشن کے بعد مجھے فوری رپورٹ دو _____ میں اس رپورٹ کا انتظار کر رہا ہوں " _____ نمبروان نے کہا۔

" ٹھیک ہے باس! ___ میں آپریشن مکمل ہوتے ہی رپورٹ دوں گا " ____ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

" دیگر سیکشنوں کو ابھی الرٹ کر دو ____ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ پھیل کر ہمارا سرحد میں داخل ہوئے ہوں " ____ نمبروان نے کہا۔

" وہ میں نے پہلے ہی سب کو الرٹ کر دیا ہے " ______ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

" اگر مشکوک لوگ زید کے مکان میں نہ ملیں تو پھر پورے گاؤں کی تلاشی لینا ہوسکتا ہے کہ وہ مختلف گھروں میں چھپے ہوئے ہوں ___ بہرحال میں ناکامی کی رپورٹ ہرگز نہیں سنوں گا " ____ نمبروان نے ہدایات کا سلسلہ مزید طویل کرتے ہوئے کہا۔

" ناکامی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب! ____ ہم پاتال میں سے بھی ان مشکوک افراد کو کھینچ نکالیں گے " ____ نمبر تھرٹین نے بڑے فخریہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ظاہر ہے ہمارے سیکشن میں ناکامی کے معنی موت ہی ہوتا ہے " ___ نمبروان نے کہا۔

" او۔کے باس! ___ اب اجازت _____ میں مشکوک افراد کی تلاش میں نکلتا ہوں " _____ نمبر تھرٹین نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

" ان اونٹوں کے متعلق کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے " ____ ؟ نمبروان شائد ابھی رسیور رکھنے کے موڈ میں نہ تھا۔

" جناب! ___ فی الحال تو یہی معلوم ہوسکا ہے کہ وہ ایک طویل سفر کر کے آئے ہیں ___ البتہ چوکی میں موجود اونٹوں کا ایک ماہر کہہ رہا تھا کہ یہ اونٹ صحرا کے پار عربوں کے ہیں ____ کیونکہ ان اونٹوں پر ایسے نشان لگے ہوئے ہیں جو زیادہ تر اسی طرف ہی پائے جاتے ہیں " ____ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

" اوہ! ___ ایسا ناممکن ہے ____ کوئی شخص اونٹ پر اس صحرا کو پار نہیں کر سکتا ____ پندرہ بیس روز کا طویل سفر بغیر پانی کے ____ اور پھر اس صحرا میں مسلسل ایسے خوفناک طوفان آتے رہتے ہیں کہ ایسا تصور بھی ناممکن ہے ____ یقیناً یہ اونٹ سرحد پر سے کسی اور گاؤں سے آئے ہونگے " نمبروان نے سوچتے ہوئے کہا۔

" ہوسکتا ہے جناب! ___ آپ کا خیال درست ہو " ___ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

" اچھا ٹھیک ہے ____ تم آپریشن مکمل کرو ___ بعد میں اس سلسلے میں بھی غور کر لیا جائے گا " ____ نمبروان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

عمران اور اس کے ساتھی زید کے مکان میں گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور زید بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ دروازے کے زوردار دھماکے سے ان سب کی نیند یکلخت اکھڑ گئی اور وہ اچھل کر بیٹھ گئے۔

"غضب ہو گیا ـــ تمہیں چیک کر لیا گیا ہے ـــ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ دو جیپوں میں سوار مسلح افراد گاؤں کو گھیرے میں لے رہے ہیں" ـــ زید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــ سب لوگ اٹھ جاؤ اور سامان باندھ کر یہاں سے نکل چلو" ـــ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور پھر انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے سامان اٹھا کر اپنی اپنی کمر سے باندھا اور پھر وہ عمران کی پیروی میں کمرے سے باہر آ گئے۔

"تم لوگ کیسے باہر جاؤ گے ـــ وہاں ہر طرف مسلح افراد پھیلے ہوئے ہیں"۔ زید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو ـــ صرف اتنا بتا دو کہ وہ جیپیں کس طرف ہیں" ـــ عمران

نے بڑے سکون آمیز لہجے میں پوچھا۔ اور زید اس کے سکون کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"ایک جیپ تو میرے مکان کے ساتھ ملحقہ گلی میں ہے ـــ اور دوسری گاؤں کے شمالی حصے کی طرف" ـــ زید نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــ اور سنو! تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ!" ـــ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مکان کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ابھی سورج پوری طرح نہ نکلا تھا اس لئے ہر طرف دھندلکا سا پھیلا ہوا تھا۔ عمران دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اور پھر باری باری سب لوگ بھی اس کے پیچھے باہر آ گئے۔

گلی چند قدم سیدھی جا کر آگے جنوب کی طرف مڑ گئی تھی۔ وہ سب دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

اور ابھی وہ موڑ کے قریب ہی تھے کہ انہیں دو تین آدمیوں کے قدموں کی آوازیں اپنی طرف آتی سنائی دیں۔

"ہوشیار! ـــ انہیں زندہ پکڑنا ہے" ـــ عمران نے قریب موجود ساتھیوں سے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور وہ آنے والوں پر جھپٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر پہلا آدمی جیسے ہی موڑ مڑ کر ان کے سامنے آیا۔ عمران اس پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑا۔ اس کا ایک ہاتھ اس آدمی کے منہ پر جم گیا۔ اور دوسرا ہاتھ عمران نے اس کی کمر میں ڈال کر اسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ لیا۔

اسی لمحے دوسرا آدمی موڑ پر نظر آیا اور عمران کی طرح صفدر اس پر جھپٹ پڑا۔ اس کے حلق سے بھی آواز نہ نکل سکی اور پھر تیسرے آدمی کا وہی حشر کیپٹن شکیل کے ہاتھوں ہوا۔ اب قدموں کی آوازیں بند ہو گئی تھیں۔

"انہیں بے ہوش کر کے ان کے کپڑے اتار لو اور جیبوں سے تمام سامان بھی نکال لو" ——— عمران نے کہا اور پھر اس نے فوراً ہی اپنا ایک ہاتھ کمر سے نکال کر بجلی کی سی تیزی سے اس آدمی کی کنپٹی پر جڑ دیا۔ اور وہ آدمی عمران کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

عمران نے انتہائی پھرتی سے اس آدمی کے کپڑے اتارے اور پھر اپنی عبا اتار کر اس نے انتہائی تیزی سے اس کے کپڑے اپنے لباس کے اوپر پہن لیے جب فارغ ہو کر اس نے سر اٹھایا تو صفدر اور کیپٹن شکیل بھی دونوں افراد کے کپڑے اتار چکے تھے۔ اور پھر اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ تینوں افراد کے لباس انہیں پورے آگئے۔

عمران نے اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں تیزی سے گلی کی طرف مڑ گئے۔ جولیا اور جوزف کو عمران نے اپنے آگے کر لیا تھا اور اب ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں جو انہوں نے بیہوش افراد سے چھینی تھیں۔

ان کے چلنے کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جولیا اور جوزف کو گرفتار کر کے لا رہے ہوں۔ عمرا ی ہدایت پر جولیا اور جوزف نے اپنے ہاتھ سروں پر رکھے ہوئے تھے۔

گلی کے بالکل سامنے ایک طاقتو جیپ صاف نظر آ رہی تھی اور دو مسلح آدمی ہاتھوں میں سٹین گنیں پکڑے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے گلی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"انہیں گولی مار دو ——— کیوں زندہ لے کر آ رہے ہو" ——— جیپ والوں نے انہیں دیکھتے ہی چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے سٹین گنیں سیدھی کر لیں۔

مگر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن نے شعلے اگلے اور دونوں اچھل کر وہیں ڈھیر ہو گئے۔

سٹین گن کے دھماکوں کی آواز اس سناٹے میں دور دور تک گونج اٹھی

ئی۔

"بھاگو ب——— جلدی سے جیپ پر قبضہ کر لو" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ ب بے تحاشا جیپ کی طرف بھاگ اٹھے۔ جیپ کے قریب پڑے ہوئے دونوں زاد ختم ہو چکے تھے۔ گولیاں ٹھیک ان کے دلوں پر لگی تھیں۔

عمران اور اس کے ساتھی جیسے ہی بھاگتے ہوئے جیپ کے قریب پہنچے اوں میں بھاگنے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ شاید گاؤں میں پھیلے ہوئے لح لوگ فائرنگ کی آواز سن کر ادھر آ رہے تھے۔ عمران اچھل کر جیپ کی رائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور صفدر اس کی دوسری طرف ——— اور باقی لوگ پھلی نشستوں پر سوار ہو گئے۔

دوسرے لمحے عمران نے جیپ سٹارٹ کر دی۔ چابی اگنیشن میں ہی موجود تھی اس لئے عمران کے چند لمحے بچ گئے تھے۔

عمران نے جیپ تیزی سے آگے بڑھائی۔ مگر ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ سامنے سے اسی قسم کی ایک اور جیپ آتی دکھائی دی۔ یہ گلی نما سڑک انتہائی تنگ تھی اور اس میں دو بڑی جیپیں کراس نہ کر سکتی تھیں،

اس لئے دونوں جیپیں انتہائی تیز رفتاری سے ایک دوسرے کی طرف بڑھی چلی رہی تھیں، پھر ان دونوں کے درمیان ابھی سو گز کا فاصلہ رہتا تھا کہ عمران کے ریب بیٹھے ہوئے صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دستی بم نکالا اور پھر اس نے تہائی پھرتی سے بم سامنے والی جیپ پر اچھال دیا۔ اسی لمحے عمران نے پھرتی

سے بریک لگنے اور جیپ ایک جھٹکا کھا کر رُک گئی ۔

بم سامنے والی جیپ کے ٹھیک انجن پر جا کر پھٹا اور پھر ایک زوردار دھماکے سے جیپ کے پرزے فضا میں بکھرتے چلے گئے ۔ اور عمران نے اسی لمحے بیک گیئر لگایا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے اس نے جیپ کو بیک کرنا شروع کر دیا کیونکہ دھماکے سے تباہ ہونے والی جیپ کا ملبہ کچھ اس بُری طرح گلی میں پھیلا تھا کہ وہاں سے جیپ آگے نہ نکل سکتی تھی ۔

مگر ابھی وہ بیس پچیس گز ہی پیچھے گئے ہوں گے کہ پیچھے سے ان پر فائرنگ شروع ہو گئی ۔ مگر جولیا اور جوزف نے سٹین گنوں کے رخ گلی کی طرف کئے اور پھر انہوں نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ مسلسل ڈالنا شروع کر دیا ۔ دوسرے لمحے گلی میں چیخیں ابھریں اور پھر دوسری طرف سے فائرنگ رک گئی ۔

عمران جیپ کو خاصی تیز رفتاری سے پیچھے لئے چلا جا رہا تھا ۔ گو تنگ گلی میں جیپ کو اتنی تیز رفتاری سے بالکل سیدھ میں بیک کرنا بظاہر ناممکن نظر آ رہا تھا مگر سٹیرنگ عمران جیسے آدمی کے ہاتھ میں تھا اس لئے ظاہر ہے کہ جیپ بالکل ناک کی سیدھ میں بیک ہوتی چلی جا رہی تھی ۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس گلی تک پہنچ گئے جہاں سے بھاگ کر وہ جیپ میں آئے تھے اور پھر عمران نے پوری قوت سے سٹیرنگ کاٹا اور گلی میں جیپ دوڑاتا چلا گیا ۔

چند ہی لمحوں بعد جیپ زید کے دروازے کے سامنے سے سائیں کی آواز نکالتی ہوئی گزرتی چلی گئی ۔

وہ گلی بالکل سیدھی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور آگے جا کر اس میں سے چھوٹی چھوٹی تنگ گلیاں اس گلی کو کراس کر رہی تھیں ۔ ان گلیوں میں سے ایک

گلی میں سے جیپ پر فائرنگ کی گئی ۔ مگر جیپ کی رفتار اتنی تیز تھی کہ گولیاں اس پر لگی ہی نہیں اور جیپ انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی آگے نکلتی چلی گئی ۔

گلی میں سے ان پر فائرنگ کرنے والے جیپ کے گزرنے کے بعد بڑی گلی میں آ کر ان پر فائرنگ کرنے لگے ۔ مگر جولیا اور جوزف پہلے ہی ہوشیار تھے چنانچہ ان کی سٹین گنوں نے اتنی تواتر سے گولیاں برسائیں کہ گلی میں سے صرف چیخیں ہی سنائی دیں اور جیپ ان کی زد سے باہر آ گئی ۔

یہ گلی آگے جا کر ایک بڑی سڑک پر ملتی تھی ۔ وہاں چار افراد موجود تھے ۔ ان میں سے ایک نے کونے سے جیپ پر دستی بم پھینکا ۔ مگر عمران نے گلی کے کونے سے نکلتے ہوئے بم کو دیکھ کر اتنی پھرتی سے بریک لگائے کہ جیپ ایک زوردار جھٹکے سے رک گئی ۔ اور جیپ میں موجود ممبر ایک دوسرے پر گر گئے ۔ بم جیپ سے چند فٹ کے فاصلے پر زمین پر گرا اور ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا ۔

اسی لمحے عمران نے یکدم ایکسیلیٹر دبا دیا اور جیپ جیسے اڑتی ہوئی گلی کراس کرتی ہوئی بڑی سڑک پر چڑھتی چلی گئی ۔ عمران نے انتہائی تیزی سے سٹیرنگ گھمایا اور جیپ لٹو کی طرح گھومتی ہوئی شمال کی طرف مڑی اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی ۔

چند ہی لمحوں میں وہ گاؤں کو کافی پیچھے چھوڑ آئے تھے ۔

" خدا کی پناہ ! ۔۔۔ بڑا خوفناک محاصرہ تھا ۔۔۔ مگر انہیں ہماری اطلاع کیسے مل گئی " ۔۔۔ صفدر نے کہا ۔

" جی ، پی ، فائیو بڑی باخبر اور وسیع تنظیم ہے " ۔۔۔ عمران نے مختصر سا

جواب دیا۔

اور پھر تھوڑی دور جانے کے بعد انہیں سڑک پر ایک چوکی نظر آئی۔ سڑک پر لکڑی کی باڑ نے راستہ بند کر دیا تھا اور نیلی وردیوں میں ملبوس دو افراد سڑک کے قریب کھڑے جیپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے کاندھوں پر سٹین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔

جیسے ہی جیپ چوکی کے قریب پہنچی۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر جیپ کو رکنے کا اشارہ کیا اور عمران نے ان دونوں کے قریب جا کر ایک جھٹکے سے جیپ روک دی۔

"کیا ہوا"ـــــ؟ ایک سپاہی نے بڑے اشتیاق آمیز نظروں سے عمران کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ مگر قریب سے عمران کو دیکھتے ہی وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔ شاید عمران کی اجنبی شکل نے اُسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا اس کا ہاتھ تیزی سے سٹین گن کی طرف اٹھا۔

مگر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا اور پھر اس سے پہلے کہ سپاہی سٹین گن اتارتا یا اس کا ساتھی صورت حال کو سمجھتا عمران کے ریوالور نے شعلے اگلے اور وہ دونوں اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرے اور عمران نے ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھا دی اور طاقتور جیپ لکڑی کی باڑ کو توڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

جیپ میں خاموشی طاری تھی۔ پے در پے اس قدر ہنگاموں سے وہ گزرے تھے کہ ان کے اعصاب خاصے تنے ہوئے تھے۔

خاصی دور آنے کے بعد ایک چوک آیا اور عمران نے دائیں طرف جیپ کو موڑ دیا۔ یہ سڑک شمال کی طرف جا رہی تھی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے شہر میں داخل ہو گئے۔ اب سورج پوری طرح نکل آیا تھا اور شہر میں خاصی گہما گہمی تھی۔ لوگ آجا رہے تھے۔

عمران نے جیپ ایک گلی میں جا کر روک دی۔ اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب اچھل کر جیپ سے باہر آگئے۔

"اپنا سامان اٹھا لو"ـــــ عمران نے کہا۔

اور پھر جب جیپ میں سے تمام سامان باہر آگیا تو عمران تیزی سے ساتھ کی گلی میں مڑتا چلا گیا۔

مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ شہر کی مین روڈ پر آگئے۔ یہاں بازار کھل گئے تھے۔ عمران کا رخ ایک چھوٹی سی عمارت کی طرف تھا جس کی پیشانی پر قہوہ خانے کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ قہوہ خانے کا ہال بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی کیونکہ اس کی آنکھیں ادھ کھلی ہوئی تھیں۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اندر آتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ شاید اُسے اتنے سویرے گاہکوں کے آنے کی امید نہ تھی۔

عمران سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا۔

"طالع سے کہو کر پرنس آیا ہے ـــ پرنس میکارڈ"ـــــ عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس"ـــــ نوجوان نے حیرت سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"آئیے ـــ میرے پیچھے آجائیے ـــ باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ نوجوان نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر باہر آگیا پھر

وہ تیزی سے ایک راہداری کی طرف بڑھ گیا۔
راہداری سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا جس میں کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ نوجوان نے اندر داخل ہو کر ان سب کو بھی اندر بلا لیا اور پھر اس نے تیزی سے بیرونی دروازہ بند کیا اور کمرے کی اندرونی دیوار پر لگے ہوئے ایک ہک کو کھینچا۔ ہک کھینچتے ہی اندرونی دیوار درمیان سے پھٹتی چلی گئی اور اب سیڑھیاں نیچے جاتی صاف نظر آرہی تھیں۔

" سیدھے چلے جائیں ---- باس آپ کے منتظر ہیں "---- کاؤنٹر مین نے کہا اور عمران اور اس کے ساتھی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

جیسے ہی آخر میں جوزف نے سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ ان کے پیچھے دیوار بند ہوتی چلی گئی۔

سیڑھیوں کے خاتمے پر ایک دروازہ تھا جس کے درمیان ایک قوی ہیکل عرب نوجوان کھڑا بڑی اشتیاق آمیز نظروں سے انہیں آتا ہوا دیکھ رہا تھا اس کے ایک ہاتھ میں سٹین گن پکڑی ہوئی تھی۔

" ہیلو "---- عرب نوجوان نے عمران کے قریب پہنچنے پر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

" پرنس میکارڈو "---- عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" اوہ پرنس! ---- میں صبح سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں "---- عرب نوجوان نے آگے بڑھ کر عمران سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

" بس مجھ سے ہی گلے مل لو ---- میرے پیچھے آنے والے سے نہ ملنا "---- عمران نے کہا۔

" اوہ! ---- وہ کیوں "---- ؟ عرب نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر عمران

کے پیچھے جولیا کو دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

" ٹھیک ہے ---- ٹھیک ہے ---- آؤ میرے ساتھ "---- عرب نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک بڑی سی میز کے سامنے سات آٹھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

پھر عمران نے ایک کرسی سنبھال لی اور باقی لوگ بھی کرسیوں پر ڈھیر ہو گئے عرب نوجوان طالع نے بھی میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی سنبھال لی۔

" سنائیے پرنس! ---- یہاں تک پہنچنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی "---- ؟ عرب نوجوان نے مسکراتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

" نہیں ---- کوئی خاص تکلیف تو نہیں ہوئی ---- بس چھ سات آدمی ہلاک ہوئے ---- ایک جیپ تباہ ہوئی ---- چوکی پر موجود پولیس کے دو افراد کو دلی ماری گئی ---- اور ہم یہاں پہنچ گئے "---- عمران نے یوں اطمینان بھرے لہجے میں کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

" اوہ! ---- تو اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں کو ٹریس کر لیا گیا تھا "---- عرب نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے پھرتی سے میز پر پڑے ہوئے ٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

" سالم! ---- محتاط رہنا ---- چیکنگ پارٹی ضرور آئے گی "---- عرب نوجوان نے کہا اور پھر دوسری طرف سے جواب سن کر اس نے بٹن آف کر دیا۔

" ایسے حالات میں آپ کو کم از کم ایک ہفتہ یہاں رہنا پڑے گا ---- پورے علاقے کی زبردست پڑتال کی جائے گی "---- عرب نوجوان نے کہا۔

" ارے نہیں ---- ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے ---- تم ایسا کرو کہ ہمیں لباس مہیا کر دو اور اس کے ساتھ ہی یہاں کا تفصیلی نقشہ ---- باقی کام

ہمارا“ ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” نہیں پرنس! ——— آپ یہاں کے حالات نہیں جانتے ——— چونکہ قریب ہی ایک بڑا ڈیم زیر تعمیر ہے اس لئے اس علاقے میں چپے چپے پر انٹیلی جنس اور جی۔ پی۔ فائیو کے ارکان پھیلے ہوئے ہیں ——— آپ یہاں اتنی آسانی سے نہیں نکل سکتے“ ——— عرب نوجوان نے کہا۔

” وہ دیکھا جائے گا ——— تم بہرحال ہمارے لئے لباس مہیا کر دو“ ——— تے بے نیازانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آ بند کر لیں۔

سرحدی گاؤں کے اردگرد پولیس اور اعلیٰ حکام کا ہجوم موجود تھا۔ کا سربراہ بھی وہیں موجود تھا۔ وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کی وردی م تھا۔ اسی طرح جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکٹر کا سربراہ بھی انہی افسروں تھا۔ تباہ شدہ جیپ کا ملبہ گلی میں پھیلا ہوا تھا۔ آٹھ افراد ہلاک ہو چکے میں ریڈ فائیو تھرٹین بھی تھا۔

پورے گاؤں کی تلاشی لی گئی تھی مگر ایک بھی مشکوک آدمی وہاں سے جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈوڈ کا انتظار کیا جا رہا تھا کیونکہ ریڈ فائیو ون تمام حالات کی اطلاع دے دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ گیا اور پھر اس ہیلی کاپٹر میں سے جی۔ پی فائیو کا سربراہ کرنل ڈوڈ باہر آ گیا۔ اس نے بذات خود تمام موقعہ دیکھا۔

” مجرموں کے متعلق مزید کیا معلوم کیا گیا ہے“ ——— کرنل ڈوڈ نے ریڈ فائیو ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

” جناب! ——— مجرم ہماری جیپ میں سوار ہو کر یہاں سے کمبرگ پہنچے ہیں۔ خالی جیپ وہاں کھڑی مل گئی ہے ——— راستے میں انہوں نے چوکی کے دو سپاہیوں کو بھی قتل کر دیا ہے ——— کمبرگ کا مکمل طور پر محاصرہ کر لیا گیا ہے اور باہر جانے اور اندر آنے والوں کی سختی سے نگرانی کی جا رہی ہے“ ——— ریڈ فائیو ون نے جواب دیا۔

” کمبرگ کی تلاشی لی گئی ہے“ ——— کرنل ڈوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

” نہیں جناب! ——— باقاعدہ تلاشی تو نہیں لی گئی ——— کیونکہ کمبرگ خاصا بڑا قصبہ ہے ——— البتہ ہمارے آدمی وہاں مشکوک لوگوں کو تلاش کر رہے ہیں“ ——— ریڈ فائیو ون نے جواب دیا۔

اتنے میں جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکٹر کا سربراہ تیزی سے کرنل ڈوڈ کے پاس پہنچا۔

” جناب! ——— ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ کیفے طالع میں پانچ مشکوک افراد کو داخل ہوتے دیکھا گیا ہے ——— ایک شخص نے صبح اپنے کمرے کی کھڑکی سے انہیں اندر جاتے دیکھا ہے ——— وہ تعداد میں پانچ تھے ——— ان میں ایک عورت تھی اور ایک لمبا تڑنگا حبشی تھا۔ انہوں نے اپنی پشت پر سیاحوں جیسے تھیلے اٹھائے ہوئے تھے“ ——— جی پی فائیو کے مقامی سیکٹر کے انچارج نے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ تو کیا کیفے طالع کی تلاشی لی گئی" ۔۔۔ ؟ کرنل ڈیوڈ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"رپورٹ ابھی ملی ہے جناب" ۔۔۔ اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میرے ساتھ آؤ ۔۔۔ میں خود اسے چیک کرنا چاہتا ہوں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ مقامی سیکٹر کے انچارج اور ریڈ ناگ دان کو ہمراہ لئے دوبارہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کا ہیلی کاپٹر کیمرگ پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کے وائرلیس سے ریڈ، فائیو ون اور جی۔پی۔فائیو کے مقامی انچارج نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دی تھیں۔

اس لئے جیسے ہی ان کا ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا۔ دس مسلح افراد وہاں موجود تھے۔ ہیلی کاپٹر مین روڈ سے تھوڑی دور ایک چوک کے پاس اترا تھا۔

"کیفے طالع کی مکمل نگرانی کی جارہی ہے جناب" ۔۔۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر مؤدبانہ انداز میں کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہوں! ۔۔۔ آؤ دیکھ لیتے ہیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب کیفے طالع کی طرف بڑھنے لگے۔

پھر سب سے پہلے کرنل ڈیوڈ کیفے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ کیفے میں اس وقت دس بارہ آدمی مختلف میزوں پر موجود تھے۔ وہ جی۔پی۔فائیو کے مسلح آدمیوں کو دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

کاؤنٹر پر موجود سالم بھی انہیں دیکھ کر چونک پڑا۔ اس نے پھرتی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

کرنل ڈیوڈ کی تیز نظروں نے ایک لمحے میں ہال کا تفصیلی جائزہ لے لیا اور پھر اس

نے مقامی سربراہ کو ہال میں موجود افراد کو چیک کر کے باہر بھیجنے کے احکامات صادر کئے اور خود کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا۔

"وہ پانچ افراد جو صبح سویرے تمہارے کیفے میں داخل ہوئے ہیں ۔۔۔ کہاں ہیں؟" کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں سالم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پانچ افراد ۔۔۔ جی ہاں! وہ پانچ ہی تھے وہ منہ اندھیرے کیفے میں آئے تھے اور پھر ناشتہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے" ۔۔۔ سالم نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں! ۔۔۔ وہ باہر نہیں گئے ۔۔۔ یہاں موجود ہیں ۔۔۔ جلدی بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں ۔۔۔ ؟ تم جانتے ہو کہ جی۔پی۔فائیو کے سامنے جھوٹ ۔۔۔ والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"جناب! ۔۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔ وہ پانچ افراد جن میں ایک عورت ۔۔۔ ایک حبشی اور تین نوجوان تھے ۔۔۔ یہاں آئے ضرور تھے مگر آدھے گھنٹے بعد واپس چلے گئے تھے ۔۔۔ جناب! مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے" ۔۔۔ سالم نے انتہائی اعتماد بھرے لہجے میں کرنل ڈیوڈ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

کرنل ڈیوڈ چند لمحے سالم کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر مسلح افراد کی طرف مڑتے ہوئے اس نے حکم دیا۔

"اس کیفے کی مکمل تلاشی لو ۔۔۔ خاص طور پر اس نظریے سے کہ یہاں کوئی تہہ خانہ موجود ہو" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کا حکم ملتے ہی مسلح افراد تیزی سے کیفے کی عمارت میں پھیلتے چلے گئے۔

کرنل ڈیوڈ بڑی بے چینی کے عالم میں کاؤنٹر پر انگلیاں بجانے لگا۔

"جناب کچھ پیش کروں" ___ ؟ سالم نے پوچھا۔

"شٹ اپ" ___ کرنل ڈیوڈ نے اسے بڑی طرح جھڑک دیا اور سالم سر

کر خاموش ہو رہا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد تلاشی لینے والوں نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا۔

"جناب! ___ کیفے کا چپہ چپہ ٹھونک بجا کر دیکھ لیا گیا ہے ___ یہاں کو

تہہ خانہ نہیں ہے"۔

"ہوں! ___ اس کا مطلب ہے کہ مجرم یہاں آنے کے بعد نکل گئے" ___ ک

ڈیوڈ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا اور پھر وہ واپس مڑ گیا۔

کیفے سے باہر آ کر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔

"پورے قصبے کی کڑی نگرانی کی جائے ___ مجرم اتنی جلدی یہاں سے نہ

نکل سکتے ___ ہر شخص کے شناختی کارڈ چیک کئے جائیں اور جیسے ہی کوئ

مشکوک آدمی ملے ___ فوراً مجھے اطلاع دی جائے"۔

"بہتر جناب" ___ ریڈ فائیو ون اور مقامی انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں جوا

دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو! ___ اس کیفے کی بھی مکمل نگرانی کی جائے ___ ہو سکتا ہے کہ یہا

تہہ خانے ہوں جو ہم تلاش نہ کر سکے ہوں ___ اگر مجرم یہاں ہیں تو کسی ن

کسی وقت کسی نہ کسی انداز میں یہاں سے نکلنے کی کوشش ضرور کریں گے" ___

کرنل ڈیوڈ نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ___ مجرم کسی حالت میں ہم سے بچ کر نہیں

جا سکتے" ___ مقامی انچارج نے کہا۔

اور کرنل ڈیوڈ واپس اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کی پیشانی

سوچ کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔ مجرموں نے جس جرأت اور دیدہ دلیری سے ریڈ فائیو

کے آدمیوں کا گھیرا توڑا تھا اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ مجرم انتہائی خطرناک

اور دلیر لوگ ہیں۔

بہرحال اُسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی جی۔ پی۔ فائیو کے جال میں ضرور پھنسیں

گے۔ کیونکہ اُسے اپنی تنظیم کی کارکردگی پر مکمل اعتماد تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اور عمران ان سب

کے میک اپ میں مصروف تھا کہ اچانک کمرے میں گھنٹی کی تیز آواز گونج اٹھی۔ اور

گھنٹی کی آواز گونجتے ہی کرسی پر بیٹھا ہوا طالع بُری طرح چونک پڑا۔

"ہمارے کیفے کی پڑتال شروع ہو گئی ہے" ___ اس نے بھرائے ہوئے

لہجے میں کہا۔

"کیا تمہارا تہہ خانہ انہیں مل جائے گا" ___ ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"اُمید تو نہیں ہے کہ وہ اسے تلاش کر سکیں ___ بہرحال ___" طالع نے

فقرہ نامکمل چھوڑتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ___ اگر انہوں نے تلاش بھی کر لیا تو ہم ان سے بھی نپٹ

لیں گے" ___ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور پھر اس کے ہاتھ

پہلے سے زیادہ تیزی سے چلنے لگے۔ وہ اس وقت جوزف کے میک اپ میں مصرو
تھا اور پھر جب اس نے ہاتھ روکا تو جوزف حبشی کی بجائے ایک غیر ملکی معلوم ہو
تھا۔ اس کا رنگ گورا ہو چکا تھا۔ چہرے کے نقوش بدل چکے تھے اور سر پر سنہرے
بالوں کی وگ نے اُسے مکمل طور پر بدل دیا تھا۔

"حیرت انگیز ۔۔۔ پرنس آپ تو جادوگر ہیں" ۔۔۔ طالع نے تحسین آمیز
لہجے میں کہا۔

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے ۔۔۔ میں تو مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنا
سکتا ہوں" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جولیا کی طرف دیکھا جو اب عمران کے
سامنے کرسی پر بیٹھ چکی تھی اور پھر عمران اس کے میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ پھر
جیسے ہی وہ اس کے میک اپ سے فارغ ہوا۔ کمرہ ایک بار پھر گھنٹی کی تیز آواز
سے گونج اٹھا اور طالع نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

"خطرہ ٹل گیا ہے" ۔۔۔ طالع نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹل نہیں گیا ۔۔۔ یوں کہو کہ خطرے نے اپنی جان بچا لی ہے" ۔۔۔ عمران نے
ہنستے ہوئے کہا

اور طالع بھی ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد طالع کے سامنے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بلب جل اٹھا
"باس! ۔۔۔ جی۔ پی۔ فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ خود چیکنگ کے لئے آیا تھا
لیکن شکر ہے کہ وہ تہہ خانے تلاش نہیں کر سکے ۔۔۔ ویسے ہمارے کیفے کی مکمل
نگرانی کی جا رہی ہے" ۔۔۔ انٹرکام سے سالم کی آواز ابھری۔

"اوہ! ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ خود آیا ہے" ۔۔۔ طالع نے حیرت بھرے لہجے میں
کہا۔

"ہاں جناب! ۔۔۔ اس کے ساتھ جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکشن کا انچارج
ہی تھا اور بارہ کے قریب مسلح افراد تھے ۔۔۔ انہوں نے پورے قصبے میں
رف ہمارے کیفے کو مکمل طور پر چیک کیا ہے" ۔۔۔ سالم نے جواب دیا۔

"او کے ۔۔۔ بہرحال تم ہوشیار رہنا" ۔۔۔ طالع نے جواب دیا اور پھر اس
نے انٹرکام کا بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

"کیا ذرا ذرا سی بات پر کرنل ڈیوڈ خود آتا ہے" ۔۔۔؟ عمران نے طالع سے
مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں پرنس! ۔۔۔ آج سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا" ۔۔۔ طالع نے
جواب دیا۔

"ہوں" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب نئے میک اپ میں مصروف تھے۔
طالع کمرے سے اٹھ کر اوپر کیفے میں چلا گیا۔ تاکہ کیفے کی نگرانی کی تفصیلات
معلوم کر سکے۔

عمران نے طالع کا مہیا کردہ نقشہ نکالا اور درمیانی میز پر رکھتے ہوئے
کہنے لگا۔

"اب ہم گروپوں میں کام کریں گے ۔۔۔ اس ملک میں ہمارا نام آج سے فلائنگ
ڈیتھ ہو گا ۔۔۔ ہر آدمی کے سامان میں فلائنگ ڈیتھ کے کارڈ وافر مقدار میں
موجود ہیں۔ ہر واردات میں یہ کارڈ ضرور پھینکے جائیں تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ
پبلسٹی ہو ۔۔۔ جولیا اور جوزف کا ایک گروپ ہو گا اور جولیا اس گروپ کی
انچارج ہو گی ۔۔۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کا ایک گروپ ہو گا اور صفدر اس
گروپ کا انچارج ہو گا ۔۔۔ اور میں اکیلا کام کروں گا" ۔۔۔ عمران نے

انہیں تفصیل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"باس" ——— جوزف نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو میں نے کہہ دیا ہے ——— وہ فائنل ہے" ——— عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جوزف کو جھڑکتے ہوئے کہا۔

اور جوزف سہم کر خاموش ہو گیا۔

"جولیا اور جوزف! ——— تم یہاں سے شمالی اسرائیل ہوتے ہوئے تل ابیب پہنچو گے ——— راستے میں کوشش کرو کہ اہم چوکیاں ——— ڈیم ——— ملیں جو بھی چیز نظر آئے اسے اڑا دو ——— صفدر اور کیپٹن شکیل جنوبی اسرائیل کا دورہ کرتے ہوئے تل ابیب پہنچیں گے ——— ان کے ذمہ بھی یہی کام ہو گا۔ البتہ میں تم لوگوں سے تل ابیب میں ملوں گا ——— ہر ممبر اپنے پاس ٹی۔ٹن ٹرانسمیٹر رکھے گا اور صرف رابطے کا یہی ذریعہ استعمال کیا جائے گا" ——— عمران نے کہا۔

"مگر کام کا طریقہ کار اور اس کے لئے ضروری سامان؟" ——— صفدر نے کہا۔

"اس کا انتظام آپ لوگوں نے خود کرنا ہے ——— اور اپنے اپنے گروپ کا طریقہ کار بھی آپ لوگوں نے خود طے کرنا ہے ——— ہمارا مقصد اسرائیل میں زیادہ سے زیادہ دہشت پھیلانا ہے تاکہ ہم انہیں ان کاموں میں الجھا لیں اور اس طرح ان کی توجہ اصل مشن کی طرف نہ جا سکے گی" ——— عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے ——— سب سے پہلے تو یہاں سے نکلنے کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ کرنل ڈیوڈ کی بذاتِ خود چیکنگ کا مطلب یہ ہے کہ اب قصبے کی سختی سے نگرانی کی جا رہی ہو گی" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اس کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے ——— آج رات کو ہم یہیں رہیں گے میں کوشش کروں گا کہ یہاں کا بلیارڈ ڈیم رات کو تباہ ہو جائے ——— اگر ڈیم تباہ ہو گیا تو اس قصبے میں اس قدر افراتفری پھیلے گی کہ تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور اس افراتفری میں ہم سب آسانی سے نکل سکیں گے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"تو کیا ڈیم آپ اکیلے ہی تباہ کریں گے" ——— ؟ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— یہ کام میرا گروپ یعنی میں خود کروں گا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر ہم سب مل کر ———" صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

"نہیں صفدر! ——— زیادہ آدمی نظروں میں آجاتے ہیں ——— میں اکیلا ہی کام کروں گا ——— تم سب فی الحال آرام کرو" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس وقت عمران مقامی مزدوروں کے میک اپ میں تھا۔ تہہ خانے سے ہوتا ہوا وہ جب ہال میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ طالع اور سالم دونوں کاؤنٹر پر موجود تھے۔

عمران سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا اور اس نے طالع کو ایک پیالا کافی دینے کے لئے کہا۔

طالع نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرا دیا۔ سالم نے کافی کا پیالا لا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر شناسائی کا کوئی پرتو موجود نہیں تھا۔

عمران نے بڑے اطمینان سے کافی پی اور پھر سالم کو ادائیگی کر کے وہ کیفے کے دروازے سے باہر آگیا۔ مختلف بازاروں میں گھومتا ہوا وہ آہستہ آہستہ ڈیم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ڈیم قصبہ کمبرگ سے تقریباً دو میل مشرق میں تھا اور ایک بہت بڑے دریا پہ ڈیم پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے بنایا جا رہا تھا۔

ڈیم کے قریب جا کر عمران رک گیا۔ یہاں ایک چیکنگ چوکی بنی ہوئی تھی جو ڈیم کی طرف جانے والے ہر آدمی کی مکمل تلاشی لی جاتی تھی۔ اور چوکی پر عام دنوں سے کچھ زیادہ لوگ موجود تھے۔ وہ ہر آنے جانے والوں کی کڑی نظروں سے نگرانی کر رہے تھے۔ ڈیم پر کام کرنے والے مزدوروں کی دوسری شفٹ شروع ہونے والی تھی۔ اس لئے وہاں اندر جانے والے مزدوروں کی ایک طویل قطار موجود تھی۔

عمران بھی خاموشی سے اس قطار میں شامل ہو گیا۔

قطار آہستہ آہستہ کھسکتی گئی اور پھر آخر کار عمران کا نمبر بھی آگیا۔

"نام" ۔۔۔۔ ؟ ایک آفیسر نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ہاشم" ۔۔۔۔ عمران نے خالص عرب لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کونسے شعبے میں کام کرتے ہو" ۔۔۔۔ ؟ آفیسر نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ڈائنامیٹ شعبے میں" ۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"کب سے کام کر رہے ہو" ۔۔۔۔ ؟ آفیسر نے پوچھا۔

"تین ماہ سے" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ ادھر جاؤ" ۔۔۔۔ آفیسر نے مطمئن ہو کر سر ہلاتے ہوئے

کہا اور پھر عمران تیزی سے قریبی کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں مزدوروں کی تلاشی لی جا رہی تھی۔

کمرے میں تین مسلح افراد موجود تھے۔

"کپڑے اتار دو" ۔۔۔۔ ان میں سے ایک نے کرخت مگر مشینی لہجے میں کہا اور عمران نے بڑی پھرتی سے لباس اتار دیا۔ اب وہ ایک زیر جامے میں موجود تھا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ پہن لو کپڑے" ۔۔۔۔ اسی آدمی نے کہا۔

اور عمران نے دوبارہ لباس پہن لیا۔

ایک سپاہی نے بڑھ کر عمران کے لباس کی تلاشی لی اور پھر سر ہلا دیا۔ ظاہر ہے کہ عمران کے پاس کچھ ہوتا تو انہیں ملتا۔

پھر آفیسر کے اشارے پر عمران کمرے کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس دروازے سے نکل کر وہ سیدھا ڈیم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈیم بہت بڑا تھا اور اب عمران سوچ رہا تھا کہ اتنے بڑے ڈیم کو آخر وہ کس طرح تباہ کر سکتا ہے ۔۔۔۔ ؟

بیشمار لوگ ڈیم کی تعمیر میں مصروف تھے۔ ڈیم کا تین چوتھائی کام مکمل ہو چکا تھا۔ صرف ایک حصے کا کام زیر تعمیر تھا۔ ڈیم کے ساتھ ایک بہت بڑی جھیل میں پانی کو ذخیرہ کیا گیا تھا۔ اس ڈیم میں پانی کے نکاس کے لئے دس بڑی بڑی سرنگیں تعمیر کی گئیں تھیں۔ ان میں سے آٹھ سرنگیں مکمل ہو چکی تھیں جب کہ دو سرنگیں زیر تعمیر تھیں۔

اور پھر پورے ڈیم کا ایک چکر لگا کر عمران نے اپنا لائحہ عمل طے کر لیا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ان میں سے اگر سب سے بڑی سرنگ کو تباہ کر دے تو اس میں سے

نکلنے والا پانی باقی سرنگوں کو بھی لے بیٹھے گا اور پھر اس میں سے پھیلنے والا پانی قصبہ کمبرگ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

عمران نے یہ بھی سوچا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جھیل کا پانی پورے قصبے کو تباہ کر دے اور اس طرح ہزاروں بے گناہ لوگ مارے جائیں۔ اسی لئے اس نے بڑی سرنگ کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق اس سرنگ کی تباہی سے جھیل کا صرف مغربی کنارہ ہی تباہ ہوگا۔ اور اس سے صرف اتنا پانی قصبے میں پھیلے گا کہ جس سے تباہی کی بجائے شدید قسم کی افراتفری پھیل جائے اور اتنا ہی وہ چاہتا تھا۔

سرنگیں کھودنے کے لئے ڈائنامیٹ استعمال کیا جا رہا تھا اور وقفے وقفے سے دھماکے ہو رہے تھے۔

عمران سیدھا اس شعبے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

شعبے کا انچارج ایک طرف کرسی ڈالے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سیدھا انچارج کے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے کام چاہیئے جناب" ——— عمران نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"کام چاہیئے! ——— کیا مطلب ——— ؟ کیا میں نے یہاں بیروزگاری کا کوئی دفتر کھولا ہوا ہے" ——— ؟ انچارج نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب! ——— میں نے ڈائنامیٹ کے استعمال کی خصوصی تربیت حاصل کی ہوئی ہے ——— آپ یقیناً میری کارکردگی سے خوش ہوں گے" ——— عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں ——— خصوصی تربیت لی ہوئی ہے ——— پہلے کہاں کام کیا ہے" ——— ؟ انچارج نے قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔

"جناب میں نے ہنگل ڈیم پر کام کیا ہے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"اچھا ——— مجھے ضرورت تو ہے۔ مگر میں پہلے تمہاری کارکردگی چیک کرونگا"

رج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے قریب سے گزرنے والے ایک

ی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"فورمین! ——— اس آدمی کو لے جاؤ ——— اس کا کہنا ہے کہ اس نے ڈائنامیٹ استعمال کی خصوصی تربیت لے رکھی ہے۔ اسے چیک کر کے مجھے رپورٹ دو" ———

نچارج نے کہا۔

"بہتر باس! ——— میں ابھی چیک کر لیتا ہوں" ——— فورمین نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

اور پھر فورمین عمران سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میرے پیچھے چلے آؤ" ——— اور خود آگے بڑھ گیا۔ عمران اس کے پیچھے خاموشی سے چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے فورمین پر ڈائنامیٹ کے استعمال کی مہارت ثابت کر دی اور فورمین اس کی کارکردگی پر اتنا خوش ہوا کہ وہ اسے لیکر دوبارہ انچارج کے پاس پہنچا۔

"مسٹر رابرٹ! ——— یہ بہترین کارکن ہے ——— میں اس کے لئے ڈبل معاوضے کی سفارش کرتا ہوں" ——— فورمین نے انچارج سے عمران کی سفارش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے ——— کیا نام ہے تمہارا" ——— ؟ انچارج نے ایک رجسٹر اپنی طرف کھسکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاشم" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر چند لمحے بعد غلط ملط تفصیلات

بتاکر جان چھڑالی اور فورمین کے ساتھ واپس سرنگوں کی طرف چل پڑا۔

عمران کی ڈیوٹی سرنگ نمبر ۹ میں لگائی گئی تھی اور پھر عمران اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

سب سے بڑی سرنگ کا نمبر پانچ تھا اور اس میں پانی پوری رفتار سے چل رہا تھا۔ یہ سرنگ تقریباً تین ہزار فٹ طویل تھی اور اس میں سے گزرنے والا پانی اتنا تیز بہہ رہا تھا کہ اس کے شور سے ہی کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی آرام کے وقفے پر عمران ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ کچھ کارکن کینٹین کی طرف بڑھ گئے اور کچھ ٹولیاں بنا کر اپنے ساتھ لاتے ہوئے تھرماسوں سے چائے انڈیل کر پینے لگے۔

عمران چونکہ نیا تھا اس لئے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ ڈائنامیٹ کا ذخیرہ عمران کے بالکل قریب ہی موجود تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے ادھر اُدھر دیکھا اور انتہائی طاقتور ڈائنامیٹ کی دس سلاخوں کا پیکٹ اٹھا کر اس نے بڑی پھرتی سے اپنے لباس کے اندر چھپا لیا۔

پھر وہ اٹھا اور ٹہلتا ہوا زیر تعمیر سرنگ سے باہر آگیا۔ ہر شخص کھانے پینے اور آرام کرنے میں مصروف تھا۔ اس لئے عمران بڑے اطمینان سے سرنگ نمبر پانچ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سرنگ کے قریب مسلح فوجیوں کا ایک دستہ پہرہ دے رہا تھا مگر انہوں نے بھی اپنی سٹین گنیں ایک طرف رکھی ہوئی تھیں اور وہ بھی ایک جگہ اکٹھے ہو کر چائے پینے میں مصروف تھے۔

عمران سرنگ کی دیوار سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ سرنگ نمبر آٹھ خالی تھی وہ حال ہی میں تعمیر ہوئی تھی اور ابھی اس میں سے پانی نہیں گزارا گیا تھا۔ عمران اس سرنگ میں داخل ہو گیا۔ اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا سرنگ کے آخری سرے پر

پہنچ گیا۔

یہاں سے سرنگ نمبر پانچ میں جانے کے لئے ایک لکڑی کا کٹہرا بنا ہوا تھا جو سرنگ نمبر پانچ کے بڑے گیٹ کے پاس جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ عمران بڑی تیزی سے اس کٹہرے پر چڑھا اور پھر تیزی سے سرنگ نمبر پانچ کی طرف بڑھنے لگا۔

چونکہ کام سرنگوں کی دوسری طرف ہو رہا تھا اس لئے ادھر کوئی آدمی موجود نہ تھا سرنگ نمبر پانچ کے قریب پہنچ کر عمران رک گیا۔

سرنگ نمبر پانچ سے پانی ٹنوں کے حساب سے انتہائی تیز رفتاری سے گزر رہا تھا اور عمران کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس طرف سے سرنگ میں داخل ہو کر پانی میں بہتا ہوا دوسری طرف سے نکل جائے گا اور اس دوران سرنگ کے کسی رخنے میں ڈائنامیٹ فٹ کر دے گا۔ مگر نزدیک سے دیکھنے پر اسے اپنا منصوبہ انتہائی بچگانہ محسوس ہو رہا تھا۔

سرنگ میں پانی جس رفتار سے گزر رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اگر وہ پانی میں اترا تو سرنگ کی دوسری طرف صحیح سلامت نہیں پہنچ سکتا۔ پانی اسے کسی حقیر تنکے کی طرح بہا کر لے جائے گا اور جس رفتار سے پانی گزر رہا تھا اس لحاظ سے تو شاید سرنگ کی دوسری طرف پہنچنے سے قبل ہی اس کا جسم ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکا ہو گا۔ اور پھر اتنے تیز بہاؤ میں بہتے ہوئے ڈائنامیٹ فٹ کرنا اور اسے سلگانا تقریباً ناممکن ہی تھا۔ مگر عمران کی شروع سے ہی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے منصوبے رد نہیں کیا کرتا۔ اس لئے اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈائنامیٹ کا فلیتہ سلگانے والا مخصوص قسم کا لائٹر نکالا اور پھر اس کی کارکردگی چیک کر کے اسے دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ یہ لائٹر اس قسم کا تھا کہ اس پر پانی اثر نہیں کرتا تھا۔ ڈائنامیٹ کی سلاخوں پر بھی مخصوص قسم کا پلاسٹک چڑھا ہوا تھا۔ اس

لئے اس کا بھی پانی میں بھیگ کر ناکارہ ہونے کا خدشہ نہ تھا۔

اور پھر عمران نے ادھر اُدھر دیکھا اور دوسرے لمحے اس نے آنکھ بند کر کے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ پہلے چند لمحوں کے لئے عمران کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ کسی سیلنگ فین سے باندھ دیا گیا ہو جو انتہائی تیز رفتاری سے چل رہا ہو۔ اس کا پورا جسم پانی میں لٹو کی طرح گھومتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ مگر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور وہ پانی کی سطح پر مُردہ مچھلی کی طرح لیٹ گیا۔

پانی کی رفتار چونکہ انتہائی تیز تھی اس لئے جلد ہی وہ سرنگ کے اندر پہنچ گیا۔ سرنگ میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دی ہو۔

عمران نے سرنگ کے اندر پہنچتے ہی اپنے جسم کو مخصوص انداز میں حرکت دی اور پھر جلد ہی وہ سرنگ کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ مگر دیوار کے پہنچتے ہی باوجود اس نے اس بات کا خیال رکھا کہ اس کا جسم دیوار کے ساتھ رگڑ نہ کھائے ورنہ اُسے یقین تھا کہ ایک ہی رگڑ میں اس کے خوبصورت جسم کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔

سرنگوں کی اندرونی بناوٹ کے متعلق اُسے پہلے سے ہی معلوم تھا کہ یہ ڈبو لا صورت میں بنائے جاتے ہیں۔ یعنی ایک ڈبہ باہر کو نکلا ہوا اور دوسرا ڈبہ اندر کو ہوا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ پانی کی رفتار دیوار سے ٹکراتے وقت قدرے کم ہو جاتی تھی۔ اور اس طرح دیوار کو پانی کی مسلسل رگڑ سے نقصان نہ پہنچتا تھا۔

عمران نے تیزی سے ہاتھ مارے اور پھر پانی کی سطح سے بلند ایک اُبھرے ہوئے ڈبے کا کنارہ اس کے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے کنارے کو مضبوطی سے تھام لیا۔ پانی کی تیز رفتاری سے اس کا پورا جسم ایک جھٹکے سے آگے کو ہوا

مگر عمران نے ہاتھوں پر چونکہ پوری قوت مرکوز کر دی تھی۔ اس لئے جلد ہی وہ سنبھل گیا اور پھر اس نے دونوں پیر پانی کے اندر ایک دھنسے ہوئے ڈبے میں اٹکا دیئے۔

اب عمران کا جسم آدھا پانی سے باہر اور آدھا پانی کے اندر تھا اور وہ کسی چھپکلی کی طرح دیوار کے ساتھ چپٹا ہوا تھا۔

چند لمحے وہ اسی حالت میں کھڑا رہا پھر اس نے ایک ہاتھ کو کنارے سے علیحدہ کیا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈائنا میٹ کا پیکٹ باہر نکالا اور ہاتھ اونچا کر کے اوپر والے باہر کو نکلے ہوئے ڈبے میں اس نے پھرتی سے پیکٹ رکھ دیا۔ اس دوران اس کے جسم نے خاصا تیز ہچکولا کھایا۔ مگر اس نے جیسے تیسے کر کے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر چند لمحے بے حس و حرکت رہ کر اس نے ایک بار پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس بار جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں لائٹر موجود تھا۔ اس نے پانی سے ہاتھ باہر نکالا اور پھر لائٹر روشن کیا گھپ اندھیرے میں لائٹر کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی پھیل گئی۔ یہ دیکھ کر عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں کہ اتفاق سے ڈائنا میٹ کا پیکٹ اس انداز میں رکھا گیا تھا کہ اس کا فلیتہ باہر لٹک رہا تھا۔ فلیتہ کا آخری سرا پانی کی سطح سے صرف ایک انچ بلند تھا اور پھر عمران نے لائٹر سے نکلنے والے شعلے کو فلیتے کے سرے سے لگا دیا۔ چند ہی لمحوں بعد فلیتہ سلگنے لگا۔

جب عمران کو یقین ہو گیا کہ اب فلیتہ بجھے گا نہیں تو اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے لائٹر بجھا دیا اور اُسے جیب میں ڈال لیا۔

اور پھر عمران نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور اس کا جسم ایک بار پھر پانی میں ہچکیاں کھانے لگا۔ چند ہی لمحوں میں عمران نے اپنے جسم کو سکیڑا اور پھر وہ تیزی سے پانی

کے بہاؤ کی مخالف سمت میں تیرنے لگا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ تیر رہا تھا جہاں پانی کی رفتار درمیان کی نسبت قدرے کم تھی۔

مگر پانی کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ عمران بے پناہ محنت کے باوجود چند گز آگے بڑھ سکا۔ اس کوشش میں ہی اس کا جسم تھک کر چور ہو گیا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی لمحے وہ بے دم ہو کر پانی میں گر جائے گا اور پھر پانی کا یہ خوفناک ریلا اسے بہا کر لے جائے گا۔

ابھی سرنگ کا سرا خاصا دور تھا۔ اس لئے عمران مسلسل کوشش میں لگا رہا مگر پانی کے اس قدر خوفناک بہاؤ کو کاٹنا تقریباً ناممکن تھا۔

پھر مزید سخت محنت کے بعد وہ تقریباً دس گز اور آگے بڑھ گیا۔ مگر اب اس کے حواس جواب دیتے جا رہے تھے۔ یہ زندگی اور موت کی جنگ تھی اور اسے محسوس ہو رہا تھا کہ موت آہستہ آہستہ اس کے قریب آتی جا رہی ہے۔ مگر عمران آخری لمحے تک جدوجہد کرنے کا قائل تھا۔ اس لئے وہ مسلسل آگے بڑھنے کی کوششوں میں لگا رہا اور پھر آہستہ آہستہ وہ سرنگ کے دھانے کے قریب ہوتا چلا گیا۔

پھر جب وہ سرنگ کے دھانے پر پہنچا تو اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ صدیوں سے اسی طرح تیر رہا ہے۔ پورا جسم جواب دے چکا تھا۔ یہ تو صرف عمران کی بے پناہ قوت ارادی تھی کہ وہ ابھی تک آگے بڑھ رہا تھا۔ کنارے پر پہنچ کر اس نے سر اونچا کیا اور اسے کٹہرا وہاں سے ایک گز اونچا نظر آیا۔

عمران نے آخری بار اپنی بچی کھچی ہمت کو مجتمع کیا اور پھر اس نے پوری قوت سے پانی پر سے ہی چھلانگ لگا دی۔ اور پھر اس کے ہاتھ کٹہرے کے کنارے پر جم سے گئے۔ وہ چند لمحے لمبے لمبے سانس لیتا کٹہرے سے ہاتھوں کے بل لٹکتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ اگر ایک ہی چھلانگ میں اس کے ہاتھ کٹہرے تک نہ پہنچ سکتے تو

پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں بچا سکتی تھی۔

چند لمحے کٹہرے سے لٹکنے کے بعد اس نے اپنے جسم کو سمیٹا اور پھر ہاتھوں کے بل اٹھتا ہوا وہ کٹہرے پر پہنچ گیا۔ اب وہ یقینی موت کے منہ سے نکل آیا تھا اور اس نے ایک ایسا کام کر دکھایا تھا جو ہر لحاظ سے ناممکن تھا۔

وہ کافی دیر کٹہرے پر لیٹا لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ پھر جب قدرے نارمل ہو گیا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ڈائنامیٹ کا فلیتہ سلگ رہا ہو گا اور اس بارے میں فی الحال اسے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ یہ ڈائنامیٹ اس انداز سے بنائے ہوتے تھے کہ فلیتہ سلگنے اور بم پھٹنے میں دو گھنٹوں کا وقفہ رکھا جاتا تھا تاکہ کارکن حفاظتی جگہوں پر آسانی سے پہنچ جائیں پھر کٹہرے سے ہوتا ہوا عمران واپس سرنگ نمبر آٹھ میں پہنچ گیا۔ اب وہ جلد از جلد ڈیم کی حدود سے نکل جانا چاہتا تھا۔

چنانچہ سرنگ نمبر آٹھ سے نکل کر عمران باہر آیا تو اس نے جان بوجھ کر اپنا رخ باہر جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ اس سڑک کے کنارے پر پہنچ گیا۔ جو سیدھا بیرونی چیکنگ چوکی کی طرف جاتی تھی۔ عمران کو معلوم تھا کہ ابھی چھٹی ہونے میں دو گھنٹے باقی رہتے ہیں اس لئے یہ لوگ بغیر پوچھ گچھ کے باہر نہ جانے دیں گے۔ مگر اس کے باوجود وہ تیزی سے چلتا ہوا چوکی کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے ۔۔۔۔؟ ابھی چھٹی ہونے میں دیر ہے" ۔۔۔۔ چوکی کے محافظ نے تیز نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"چیف انجینئر کا ایک ضروری پیغام ان کی بیوی کو پہنچانا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

کونسے شعبے کے چیف انجنیئر" ۔۔۔۔ محافظ نے مشکوک نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر رابرٹ ۔۔۔ شعبہ ڈائنامیٹ ۔۔۔ انہوں نے مجھے خصوصی طور پر بلایا ہے" ۔۔۔ عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا جاؤ" ۔۔۔ محافظ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

عمران دروازے سے ہوکر باہر آگیا۔ اس کا یہ نفسیاتی حربہ کام آگیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ باہر جاتے وقت زیادہ چیکنگ نہیں کی جاتی۔ اور پھر چیف انجنیئر مزدوروں کو ذاتی کام کے لئے بھیجتے ہی رہتے ہیں۔

باہر آتے ہی عمران نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ طالع کے قہوہ خانے پر پہنچ گیا۔

ڈائنامیٹ اس کے اندازے کے مطابق پھٹنے کے قریب ہوگا۔ اس لئے وہ جلد از جلد اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا۔

کاؤنٹر پر سالم اور طالع دونوں ہی موجود تھے اور ہال بھرا ہوا تھا۔

"میرے ساتھ آئیں" ۔۔۔ عمران نے طالع کے قریب پہنچ کر دبے لہجے میں کہا اور طالع نے چونک کر اُسے دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں حیرت چھا گئی۔

مگر عمران تیزی سے راہداری کی طرف مڑتا چلا گیا۔ طالع بھی اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

جب وہ تہہ خانے میں پہنچے تو اس کے ساتھیوں نے اُسے گھیر لیا۔

"تم کہاں غائب ہوگئے تھے" ۔۔۔ ؟ جولیا نے پریشان لہجے میں کہا۔

"مسٹر طالع ۔۔۔ ڈیم تباہ ہونے والا ہے اور پھر اس کا پانی قصبے میں پھیل

جائے گا ۔۔۔ اس افراتفری میں ہم یہاں سے نکل جانا چاہتے ہیں ۔۔۔ کیا تم آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہمارے لئے ایک کار کا بندوبست کر سکتے ہو" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کیا کہا ۔۔۔ ؟ ڈیم تباہ ہونے والا ہے ۔۔۔ خدا کی پناہ! ۔۔۔ پھر تو یہ قصبہ تباہ و برباد ہو جائے گا" ۔۔۔ طالع کی آنکھیں خوف کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہوگئیں۔

"ایسی بات نہیں ۔۔۔ صرف تھوڑا سا پانی آئے گا جس پر جلد ہی قابو پالیا جائے گا ۔۔۔ تم فکر نہ کرو" ۔۔۔ عمران نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اگر واقعی ایسی بات ہے تو پھر شاید اتنا خطرہ نہ ہو ۔۔۔ بہر حال میں کار کا بندوبست کر دیتا ہوں" ۔۔۔ طالع نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکلتا چلا گیا۔

"ہم ایک ہی کار میں یہاں سے چلیں گے ۔۔۔ قصبے سے باہر نکل کر ہم کار سے اُتر جائیں گے ۔۔۔ اور پھر اپنے منصوبے کے تحت آگے بڑھیں گے" ۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوکر کہا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔ ہم سب نے آپ کی غیر حاضری میں یہ سوچا ہے کہ اگر ہم اکٹھے رہیں تو زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکتے ہیں ۔۔۔ اکیلے شاید ہم کامیاب نہ ہو سکیں" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ اکٹھے رہنے سے ہم جلد ہی جی۔ پی۔ فائیو کی نظروں میں آسکتے ہیں ۔۔۔ چلو دو گروپ بنالو ۔۔۔ جولیا۔ جوزف اور میں اکٹھے رہیں گے اور تم اور کیپٹن شکیل اکٹھے رہو گے ۔۔۔ ٹی۔ ٹن کے ذریعے ہمارے درمیان رابطہ قائم رہے گا" ۔۔۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"چلو ایسے ہی سہی ـــــ ہمیں بھی زیادہ فکر جوزف اور جولیا کی تھی" ـــــ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے طالع واپس تہہ خانے میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں چابی تھی

"کار قہوہ خانے کے سامنے موجود ہے ـــــ یہ اس کی چابی ہے" ـــــ نے چابی عمران کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اپنا اپنا سامان جیبوں میں بھر لو ـــــ اب ہمیں اوپر ہال میں چلنا چاہئے کیونکہ کسی بھی وقت ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں" ـــــ عمران نے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تہہ خانے سے نکل کر ہال میں پہنچ گئے سب بکھر کر مختلف میزوں پر بیٹھ گئے۔

ابھی وہ مشکل سے کرسیوں پر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک انہیں دور سے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ گو دھماکے کا مرکز ہال سے کافی دور تھا مگر اس کے باوجود دھماکہ اتنا شدید تھا کہ قہوہ خانے کی عمارت لرز گئی۔ ایک لمحے کے لئے ہال میں خاموشی طاری ہو گئی۔ اور پھر وہ سب لوگ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ کیونکہ وہ سب اس خوفناک دھماکے کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔

چند لمحوں بعد ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا اور پھر پے در پے خوفناک دھماکے ہونے شروع ہو گئے۔ اور عمران سمجھ گیا کہ ڈائنامائیٹ کے ذخیرے کو آگ لگ گئی ہے۔

اب خوفناک دھماکوں کے ساتھ خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ اور پھر ہال میں موجود افراد کے ساتھ عمران اور اس کے ساتھی بھی قہوہ خانے سے باہر آ گئے۔

باہر سڑکوں پر لوگ تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ پھر دوسرے لمحے قصبے خطرے کے سائرن بڑی طرح چیخنے لگے۔

وہ سب پھرتی سے کار میں سوار ہو گئے اور انہوں نے کار آگے بڑھا دی۔

پورے قصبے میں شور مچ گیا تھا کہ ڈیم تباہ ہو گیا ہے اور جھیل کا پانی قصبے کا رخ کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں خوفناک افراتفری مچ گئی۔ لوگ بے تحاشہ قصبے سے باہر جانے والی سڑک پر بھاگنے لگے۔ ہر طرف چیخ و پکار مچ گئی۔ جس پولیس کی گاڑیوں کے سائرن کی آوازیں اور بھی زیادہ دہشت پھیلا رہی تھیں

ابھی عمران کی کار مین روڈ سے باہر آئی تھی کہ لاؤڈ سپیکروں پر قصبے کے باشندوں کو فوری طور پر قصبہ خالی کرنے کی اپیلیں کی جانے لگیں اور ان اعلانات کے بعد تو جیسے قصبے پر قیامت ہی ٹوٹ پڑی۔

بیرونی سڑک پر کاروں کی قطاریں سی لگ گئیں۔ سب لوگ ہر قیمت پر قصبے سے نکل جانے کے لئے ٹوٹ پڑے تھے۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں حفاظتی چوکیاں کیسے قائم رہ سکتی تھیں۔

چنانچہ اس ہجوم میں وہ بڑے اطمینان سے کار چلاتے ہوئے قصبے سے باہر نکل گئے۔

"کیا تم نے اتنا بڑا ڈیم اکیلے ہی تباہ کیا ہے" ـــــ ؟ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اتنا بڑا ڈیم میں نے تباہ نہیں کیا ـــــ میں نے صرف ایک سرنگ میں ڈائنامائیٹ لگا دیا تھا ـــــ باقی کام اس ڈائنامائیٹ نے کر دیا" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اب ان کی کار فراٹے بھرتی ہوئی ہائی وے پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر میں ایک ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ کرنل ڈ
میز کے پیچھے بڑی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ اس کے سامنے دس کرسیوں پر
آدمی براجمان تھے۔ ان سب کے چہرے مایوسی سے لٹکے ہوئے تھے۔ جبکہ کرنل ڈ
کے چہرے سے وحشت اور غصہ کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"مجرموں نے انتہائی خوفناک کارروائی کی ہے ۔۔۔۔ انہوں نے ہمیں اتنی
ضرب پہنچائی ہے کہ ہم عرصہ تک نہ سنبھل سکیں گے ۔۔۔۔ کیا اب جی۔ پی۔ فا
اتنی نکمی ہو چکی ہے کہ چند مجرم اپنی من مانی کرتے پھر رہے ہیں ۔۔۔۔ اور ہم بے
سے تماشہ دیکھ رہے ہیں" ۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے میز پر مکہ مارتے ہوئے انت
سخت لہجے میں کہا۔

"باس! ۔۔۔۔ مجرم بے حد عیار اور چالاک واقع ہوئے ہیں ۔۔۔۔ اب ہما
تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح ڈیم کو تباہ کر کے قصبے میں پھیلنے والی افراتفر
میں وہاں سے نکل جائیں گے" ۔۔۔۔ ایک نوجوان نے اپنے دانت بھینچ
ہوئے کہا۔

"آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا ۔۔۔۔؟ ڈیم کیسے تباہ ہوا ۔۔۔۔ اتنا بڑا ڈیم

نے کے لئے طویل عرصے کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے ۔۔۔۔ ایک پوری تنظیم
ضرورت ہے" ۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہی بات تو حیران کن ہے ۔۔۔۔ مکمل تفتیش سے صرف یہی بات معلوم ہوئی
ہے کہ شعبہ ڈائنامیٹ میں ایک عرب مزدور ہاشم داخل ہوا اور وہاں کام کرتا رہا۔
پھر اسے سرنگ نمبر آٹھ میں داخل ہوتے دیکھا گیا جو کہ خالی پڑی تھی۔ اس کے بعد
بس اتنی رپورٹ ملتی ہے کہ ہاشم نامی وہی مزدور بیرونی گیٹ پر آیا اور اس نے
سیف انجینئر سے ایک ذاتی پیغام کا بہانہ بنا کر باہر نکلنے کی اجازت حاصل کی۔ اس
کے جانے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد بڑی سرنگ ایک دھماکے سے بیٹھ گئی۔ اور پھر
اس کے ساتھ والی سرنگ بھی بیٹھتی چلی گئی ۔۔۔۔ سرنگ کے پتھر ڈائنامیٹ کے
ڈھیر پر گرے اور وہاں آگ لگ گئی۔ جس سے زبردست دھماکے ہوتے اور نتیجہ
میں پورا ڈیم ہی تباہ ہو گیا۔ اور پانی کمبرگ کے قصبے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔ جس
کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں ہنگامی حالات کا اعلان کرنا پڑا۔ اور پورا قصبہ باہر نکلنے کے لئے
امڈ پڑا ۔۔۔۔ اب ظاہر ہے کہ وہاں نگرانی کیسے کی جاتی" ۔۔۔۔ اسی نوجوان نے
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بڑی سرنگ آخر کس طرح بیٹھ گئی" ۔۔۔۔؟ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ماہرین کی رائے میں اس کے اندر طاقتور ڈائنامیٹ فٹ کیے گئے تھے جو یقیناً
پھٹنے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے لگائے گئے اور یہ تقریباً وہی وقت بنتا ہے جب اس
مزدور کو سرنگ نمبر آٹھ میں جاتے دیکھا گیا ۔۔۔۔ مگر دیکھنے والا اس لئے خاموش
رہا کہ شاید مزدور ضروری حاجت کے لئے جا رہا ہے ۔۔۔۔ اس سرنگ کی پشت
پر ایک گہرا سرنگ نمبر پانچ تک جاتا ہے" ۔۔۔۔ اسی نوجوان نے جواب دیا۔

"اوہ! ۔۔۔۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس بڑی سرنگ میں جہاں ٹنوں کے حساب

سے پانی انتہائی خوفناک رفتار سے گزر رہا ہو ——— کوئی شخص پانی میں کود کر جائے ——— سرنگ میں ڈائنامیٹ فٹ کرکے پھر اس خوفناک بہاؤ کو کاٹتا ہوا واپس صحیح سلامت نکل آئے ——— نہیں ——— یہ ناممکن ہے ——— کم از کم کوئی انسان ایسا نہیں کرسکتا ——— یہ اور بات ہے کہ وہ مجرم کوئی مافوق الفطرت قسم کی چیز ہو" ——— کرنل ڈیوڈ نے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ——— مگر اس کے سوا اور کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی" ——— اسی نوجوان نے جواب دیا۔

"باس! ——— اب یہ موقعہ نہیں کہ ہم اس بات پر بحث کریں کہ مجرموں نے کیسے ڈیم تباہ کیا ——— بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مجرم ہمارے ہاتھ سے نکل چکے ہیں وہ ملک میں مزید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کی فوری گرفتاری کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں" ——— ایک اور شخص نے بڑے مدبرانہ لہجے میں کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اور یہ بات بھی غور طلب ہے باس کہ آخر مجرموں کا اصل مشن کیا ہے" ایک اور نوجوان نے کہا۔

"ہاں! ——— یہ باتیں واقعی غور طلب ہیں ——— مگر جب تک مجرموں میں سے کوئی ہاتھ نہ آجائے ——— اس وقت تک ان کا جواب نہیں مل سکتا" کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز کی دراز سے ایک نقشہ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔

"یہ دیکھو ——— یہ کمبرگ ہے ——— مجرم اس سرنگ سے فرار ہوئے ہیں ——— اب آگے جاکر دو اور قصبے آتے ہیں اور ان دو قصبوں کے بعد یہ ایک اہم پل ہے جو مشرقی اسرائیل کو مغربی اسرائیل سے ملاتا ہے ——— جہاں تک میں سمجھا

ہوں ——— مجرم اس پل کو اڑانے کی کوشش کریں گے ——— اور اگر یہ پل تباہ ہوگیا تو یہ ایک ایسا نقصان ہوگا جس کا تصور بھی محال ہے ——— لہٰذا میرا خیال ہے کہ ہم ہر طرف سے توجہ ہٹا کر فی الحال اس پل پر اپنی توجہ مرکوز کر دیں اگر مجرموں نے اس پل کو اڑانا چاہا تو وہ ہمارے قابو میں آسکتے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"بالکل باس! ——— آپ کا خیال درست ہے ——— مجرم ضرور اس پل کو اڑانے کی کوشش کریں گے اور ہم اس پل کی نگرانی کرکے مجرموں کو آسانی سے پکڑ سکتے ہیں" ——— تمام افراد نے بڑے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— اب تم سب کی یہ ڈیوٹی ہے کہ اپنے گروپوں کے ساتھ پل کے قریبی قصبوں میں پھیل جاؤ ——— اور اس پل کی انتہائی خفیہ طور پر نگرانی کی جائے جیسے ہی کوئی مشکوک آدمی نظر آئے اسے فوراً گرفتار کر لیا جائے ——— اور اگر وہ زندہ گرفتار نہ ہوسکے تو اسے گولی مار دی جائے ——— اور اس آپریشن کی نگرانی میجر رالنس کرے گا" ——— کرنل ڈیوڈ نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! ——— اس بار مجرم ہم سے بچ کر نہیں جاسکتے ——— ہم اس پل کی اس طرح نگرانی کریں گے کہ مجرم ہمارے پنجے میں تڑپ رہے ہوں گے" ——— کونے میں بیٹھے ہوئے کرخت چہرے کے مالک میجر رالنس نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"او کے! ——— میٹنگ برخواست ——— مجھے باقاعدہ رپورٹ ملتی رہنا چاہیئے" ——— کرنل ڈیوڈ نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی وہ دسوں افراد اٹھے اور پھر ایک ایک کرکے کمرے سے باہر نکل گئے۔

کمبرگ سے کافی دُور نکل آنے کے بعد عمران نے کار سڑک کے کنارے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ کے سامنے روک دی۔

" آؤ کچھ کھا پی لیں ـــ اور آئندہ کا لائحہ عمل بھی طے کر لیں" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب کار سے باہر نکل آئے۔

چند لمحوں بعد وہ سب ایک بڑے سے کیبن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے ویٹر کو خاصا تگڑا قسم کا آرڈر دے دیا تھا۔

" عمران صاحب! ـــ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر ہم خانہ بدوشوں کی طرح کب تک گھومتے رہیں گے ـــ میرا خیال ہے کہ ہم یہاں سے سیدھے تل ابیب جائیں ـــ وہاں کوئی رہائش گاہ حاصل کر کے اطمینان سے اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں" ـــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

" میرا خیال ہے کہ تمہارا ارادہ یہاں کوئی بزنس وغیرہ کرنے کا ہے" ـــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" بزنس ـــ کیسا بزنس" ـــ؟ کیپٹن شکیل نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

" بھئی تل ابیب میں تمہارا شاندار دفتر ہو ـــ اور ہم سب تمہارے سیلز مین

بن کر پورے اسرائیل میں تمہاری فرم کا مال فروخت کرتے پھریں" ـــ عمران نے جواب دیا۔

" یہ بات نہیں ـــ مگر ـــ" کیپٹن شکیل نے کچھ کہنا چاہا۔

" ارے ارے ٹھہرو ـــ آئیڈیا اچھا ہے ـــ واقعی اب تک ہمارا منصوبہ غلط رہا ہے ـــ ہم نے مجرموں کی بجائے سیکرٹ ایجنٹوں جیسا رویہ اختیار کر رکھا ہے ـــ یہ اچھا آئیڈیا ہے کہ تل ابیب میں کسی بڑی فرم پر قبضہ کیا جائے اور پھر اسے ہیڈ کوارٹر بنا کر ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں" ـــ عمران نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

" واقعی اچھا آئیڈیا ہے" ـــ جولیا نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔

" میں مینیجنگ ـــ جولیا میری سیکرٹری ـــ جوزف میرا باڈی گارڈ اور صفدر اور کیپٹن شکیل سفری سیلز مین ـــ واہ واہ مزہ آ جائے گا" ـــ عمران نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ کوئی اور کچھ کہتا ـــ ویٹر کیبن میں داخل ہوا اور اس نے کھانے کے برتن میز پر چُن دیئے۔

" اچھا بھئی ـــ پہلے طعام پھر کام" ـــ عمران نے کہا اور پھر اس قدر تیزی سے کھانے میں جٹ گیا جیسے وہ صرف اسی کام کے لئے یہاں آیا ہو۔

کھانے کے دوران خاموشی رہی۔ پھر ویٹر برتن سمیٹ کر لے گیا اور عمران نے کافی کا آرڈر دیا۔

جب ویٹر چلا گیا تو عمران نے جیب سے نقشہ نکالا اور اسے میز پر پھیلا کر غور سے دیکھنے لگا۔

" یہاں سے پچاس کلو میٹر آگے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ـــ اس قصبے سے

دو کلومیٹر آگے یہ پُل ہے ۔ — یہ پُل بڑا اہم ہے — اس پل کے ذریعے مشرقی اور مغربی اسرائیل کا رابطہ ہے — اگر اس پل کو اڑا دیا جائے تو پورے اسرائیل پر ایک اور کاری ترین ضرب لگائی جا سکتی ہے ؟ — عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ۔

" مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ ٹیم کی تباہی سے جی ۔ پی ۔ فائیو الرٹ ہو گئی ہو — اس پل کی خصوصی نگرانی کی جا رہی ہو " — صفدر نے جواب دیا ۔

اسی لمحے ویٹر کافی لیکر کیبن میں داخل ہوا اور اس نے کافی کی پیالیاں ان کے سامنے رکھ دیں ۔

ویٹر کے جانے کے بعد عمران نے کہا ۔

" ہاں ! — ایسا ہونا لازمی ہے — تم لوگ ایسا کرو کہ تل ابیب چلے جاؤ — وہاں مشرقی شاہراہ پر ایک ہوٹل ہے جس کا نام الغرب ہے — اس کا مالک داؤد میرا پرانا دوست ہے — اسے پرنس آف ڈھمپ کا حوالہ دو تمہیں میرے آنے تک پناہ دیگا " — عمران نے کہا ۔

" کیا مطلب — کیا آپ یہاں رہیں گے " — ؟ کیپٹن شکیل نے چونکتے ہوئے کہا ۔

" ہاں ! — میں کوئی کام ادھورا چھوڑنے کا قائل نہیں — میں اس پل پر کام کروں گا اور اسے مکمل کرنے کے بعد تم سے آملوں گا " — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

" مگر باس ! — میں آپ کے ساتھ رہوں گا — ہر قیمت پر — اگر آپ نہ مانے تو پھر میں خودکشی کر لونگا " — جوزف نے اچانک مضبوط لہجے میں کہا ۔

" اوہ ! — ٹھیک ہے " — عمران غور سے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے بولا — " ٹھیک ہے — جوزف میرا ساتھ دیگا " ۔

اور اس کے ساتھ ہی عمران اُٹھ کھڑا ہوا ۔

" مگر عمران صاحب " — صفدر نے کچھ کہنا چاہا ۔

" اچھے بچے ضد نہیں کیا کرتے — شاباش ! تم لوگ جاؤ — میں ٹافیوں کا پیکٹ لے کر فوراً پہنچ جاؤنگا " — عمران نے اُسے پچکارتے ہوئے کہا ۔

اور وہ سب ہنس دیئے ۔

عمران نے کاؤنٹر پر ادائیگی کی اور پھر وہ سب دوبارہ کار میں آ بیٹھے ۔ اور کار ایک بار پھر ہائی وے پر رواں دواں ہو گئی ۔

پچاس کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد انہیں وہ قصبہ ملا ۔ مگر عمران وہاں رکا نہیں بلکہ کار آگے بڑھاتا چلا گیا ۔ اور پھر انہیں دور سے وہ پُل نظر آ گیا یہ ایک کافی بڑے دریا پر بنا ہوا تھا ۔ اس پل کی لمبائی تقریباً دو کلومیٹر کے برابر تھی ۔ پل لوہے کے بڑے بڑے گارڈروں کا بنا ہوا تھا ۔ پل پر ریل کی پٹڑی تھی جبکہ پل کے اوپر سڑک بنائی گئی تھی ۔ اس طرح اس پُل سے دوہرا کام لیا جا رہا تھا ۔

چند لمحوں بعد وہ پل پر پہنچ گئے ۔ یہاں پل کے دونوں اطراف میں حفاظتی چوکیاں بنی ہوئی تھیں ۔ مگر چونکہ سڑک پر ٹریفک کا خاصا رش تھا اس لئے کسی کو وہاں روکا نہ جا رہا تھا ۔

عمران کی کار تیزی سے پل کے اوپر سے گزرتی چلی گئی ۔ عمران کی تیز نظریں پل اور اس کے ارد گرد کے علاقے کا جائزہ لے رہی تھیں ۔

تھوڑی دیر بعد وہ پل کراس کر گئے ۔ پل سے تھوڑی دور ایک بڑا شہر راک سٹی تھا ۔ یہ خاصا بڑا شہر تھا اور یہاں لوگوں کی گہما گہمی بھی کافی سے زیادہ تھی ۔

عمران نے شہر میں پہنچ کر کار ایک طرف روکی اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

"جوزف! — تم بھی باہر آ جاؤ — اور اپنا اور میرا سامان بھی لے آؤ — اور تم لوگ سیدھے تل ابیب جاؤ اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کرو" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ اس نے ا... ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ اتنے میں جوزف نے کار میں سے دو تھیلے نکا... لئے تھے۔

عمران نے گاڑی آگے بڑھانے کا اشارہ کیا اور جب کار آگے بڑھ گئی تو عمران نے جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تیزی سے ایک بغلی گلی میں بڑھتا چلا گیا۔

جوزف سامان اٹھائے بڑی فرمانبرداری سے عمران کے پیچھے چل رہا تھا۔ مختلف گلیوں سے گذرنے کے بعد عمران ایک چھوٹے سے مکان کے دروازے پر جا کر رک گیا۔

عمران نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی انہیں خونناک نظروں سے گھورنے لگا۔

"کیا بات ہے" — ؟ اس آدمی نے بڑے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ساراب سے کہو کہ پرنس ملنے آیا ہے" — عمران نے بڑے لاپرواہ لہجے میں کہا۔

"ساراب نہیں ہے — جاؤ بھاگ جاؤ" — اس آدمی نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"باس! — تم ہٹ جاؤ — میں ساراب کو ابھی اندر سے نکال لاتا ہوں"

جوزف نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"دھیرج بلیک پرنس دھیرج" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ایک بار پھر دروازے پر دستک دی۔ اس بار وہ اس وقت تک دروازے پر دستک دیتا رہا جب دروازہ ایک بار پھر جھٹکے سے نہ کھلا۔ اس بار بھی حسب توقع دروازے پر پہلے والا آدمی تھا۔ اس کی آنکھیں غصے سے شعلوں کی طرح دہک رہی تھیں۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، عمران نے بڑی پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ کے ایک مخصوص جھٹکے سے وہ لمبا تڑنگا آدمی اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا پیچھے کھڑے جوزف کے سامنے سڑک پر جا گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، جوزف کی لات حرکت میں آئی اور اس آدمی کے حلق سے بھیانک چیخ نکل گئی۔

اسی لمحے عمران اچھل کر مکان میں داخل ہو گیا۔ جوزف نے بھی اس کی پیروی کی۔ عمران نے مڑ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

یہ ایک تنگ سی راہداری تھی۔ راہداری کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔ اس میں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

سیڑھیوں کا اختتام ایک اور دروازے پر ہوا۔ جو اندر سے بند تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اس دروازے پر دستک دی۔

دوسرے لمحے دروازے کے درمیان میں ایک گول سوراخ پیدا ہوا جس کے پیچھے سے سیاہ رنگ کی آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

"ساراب سے کہو کہ پرنس آیا ہے" — عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"جانی کہاں ہے ــــــ ؟ اور تم کون ہو" ــــــ ؟ دوسری طرف سے حیرت آمیز آواز سنائی دی۔

"جانی مکان سے باہر کھڑا ہے ــــ اس نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی اور سنو ! ــــ مجھے یہ پردہ داریاں اچھی نہیں لگتیں" ــــ عمران نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے گول سوراخ تاریک ہو گیا۔

"باس ! ــــ اگر کہو تو دروازہ توڑ دوں" ــــ جوزف نے کہا۔

"ارے نہیں ــــ ساراب بے چارہ غریب آدمی ہے ــــ کہاں سے نیا دروازہ لگوائے گا" ــــ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جوزف کچھ کہتا۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور سامنے ایک چھوٹے سے کمرے میں پانچ آدمی ہاتھوں میں چاقو سنبھالے بڑی کینہ توز نظروں سے عمران اور جوزف کو دیکھ رہے تھے۔ ان پانچوں کے سامنے ایک قوی ہیکل اور دیو جیسا آدمی کھڑا تھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا مگر اس کی تیز نظریں ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔

"بھئی بہت خوب ! ــــ بڑا شاندار استقبال ہو رہا ہے" ــــ عمران نے بے اختیار تالی بجاتے ہوئے کہا اور پھر وہ قدم بڑھا کر کمرے میں داخل ہو گیا جوزف بھی اس کے پیچھے تھا۔

نیم دائرے میں کھڑے ہوئے چاقو بردار ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ البتہ وہ دیو نما آدمی وہیں کھڑا رہا۔

"ساراب کہاں ہے ــــ ؟ اُسے کہو کہ پردے سے باہر آ جائے" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ــــ مگر دوسرے لمحے عمران پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا

کیونکہ قوی ہیکل آدمی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تھا اور اگر عمران بروقت نہ ہٹ جاتا تو یقیناً اس کی پوری بتیسی باہر جا گرتی۔

جوزف اس دوران سامان فرش پر رکھ چکا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ عمران جوزف کو کچھ کہتا۔ جوزف دھاڑتا ہوا اس دیو ہیکل آدمی کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم نے باس پر ہاتھ اٹھایا ہے جوزف کی موجودگی میں ــــ اب تم زندہ نہیں رہ سکتے" ــــ جوزف کا غصہ پورے عروج پر تھا۔

"اوہ حقیر کیڑے تمہاری یہ جرأت" ــــ اس دیو ہیکل آدمی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا

مگر اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا۔ جوزف کا ہاتھ حرکت میں آیا اور کمرہ ایک زوردار تھپڑ کی آواز سے گونج اٹھا۔ جوزف نے اس قوی ہیکل کے دائیں رخسار پر خوبصورت اور طاقتور پنجہ رسید کیا تھا۔

اور پھر تو جیسے کمرے میں بھونچال سا آ گیا ہو۔ وہ قوی ہیکل شخص بجلی کی طرح اچھل کر جوزف پر ٹوٹ پڑا

عمران اور اس قوی ہیکل آدمی کے ساتھی خاموشی سے ایک طرف کھڑے تھے۔ شاید انہیں یقین تھا کہ وہ قوی ہیکل آدمی جوزف کو ٹھیک کر دیگا ــــ مگر جوزف آخر جوزف تھا ــــ عمران کا تربیت یافتہ۔

پھر زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ دیو ہیکل آدمی جوزف کے قدموں میں بیہوش پڑا تھا۔ جوزف کے دونوں ہاتھ مشین کی طرح چلے تھے اور ہر پنچ پہلے سے زیادہ آرٹسٹک اور طاقتور تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ قوی ہیکل آدمی کا چہرہ مُحرتہ بن کر رہ گیا تھا۔ ناک کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ رخساروں کا گوشت پھٹ گیا تھا۔ پیشانی پر چار انچ لمبا زخم تھا اور دونوں جبڑے اپنی جگہ

سے کھسک چکے تھے۔

جیسے ہی وہ قوی ہیکل آدمی نیچے گرا۔ وہ پانچوں چاقو بردار چاقو لہراتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کے انداز و اطوار ظاہر ہے خطرناک ہی تھے۔

"سنو! ——— مجھے ان چاقوؤں سے ڈر نہیں لگتا ——— مگر میں ساراب کے آدمی ضائع نہیں کرنا چاہتا ——— اس لئے بہتر یہی ہے کہ ساراب کو اطلاع کر دو" عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں سے آتے ہو" ——— ؟ ان میں سے ایک نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اسے چھوڑو ——— بہرحال یقین کرو کہ میں دوست ہوں ——— اور ساراب یقیناً اس بات پر ناراض ہوگا کہ تم نے مجھے اس سے ملانے میں دیر لگائی ہے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"ساراب یہاں موجود نہیں ہے" ——— اسی آدمی نے جواب دیا۔

"تو اسے پیغام بھجوا دو ——— میں انتظار کر لونگا" ——— عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

وہ آدمی چند لمحے گہری نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا، پھر وہ جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔

"ٹھیک ہے ——— میں باس کو اطلاع دیتا ہوں ——— اگر اس نے تمہیں پہچاننے سے انکار کیا تو تم یہاں سے زندہ واپس نہ جا سکو گے" ——— اس آدمی نے چاقو بند کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ البتہ باقی آدمی اسی طرح چاقو کھولے کھڑے رہے۔

اس آدمی نے تیزی سے ایک کونے میں پڑے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا

اور پھر عمران کی طرف پشت کر کے نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو باس! ——— میں رک بول رہا ہوں ——— اڈے میں دو آدمی زبردستی گھس آئے ہیں ——— ان میں سے ایک اپنے آپ کو آپ کا دوست کہہ رہا ہے۔ وہ اپنا نام پرنس بتاتا ہے" ——— چند لمحے خاموش رہنے کے بعد رک نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رک نے مڑ کر عمران کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اور عمران نے آگے بڑھ کر رسیور رک کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہیلو ساراب! ——— یہ تم نے کیسے کیسے جانور پال رکھے ہیں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ پرنس! ——— آپ آ گئے ——— اوہ! مجھے آپ کی طرف سے اطلاع ملی تھی مگر میں اپنے آدمیوں کو ہدایات دینا بھول گیا ——— ویری ساری پرنس ——— میں ابھی پہنچ رہا ہوں ——— رسیور ذرا رک کو دیجئے" ——— دوسری طرف سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران نے رسیور دوبارہ رک کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔

"بہتر ہے باس! ——— آپ بے فکر رہیں" ——— رک نے مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں جناب ——— یہ سب کچھ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے آیئے تشریف رکھیئے" ——— رک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی چاقو برداروں نے چاقو بند کر کے اپنی اپنی جیبوں میں ڈال لئے۔ رک نے اشارہ کیا اور فرش پر پڑے ہوئے بیہوش قوی ہیکل کو اس کے ساتھیوں نے اٹھایا اور اوپر لے گئے۔

جوزف اور عمران بڑے اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رک نے ایک اور

آدمی سے کہا کہ دروازہ کھول کر باہر سے جانی کو اٹھا لاؤ۔

تھوڑی دیر بعد بیرونی دروازہ کھلا اور ایک نوجوان مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ خاصا پرکشش نوجوان تھا۔ اس نے بہترین قسم کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔

" خوش آمدید پرنس — خوش آمدید!" — ساراب نے آکر بڑی گرمجوشی سے عمران سے ہاتھ ملایا۔

" آؤ میرے ساتھ "— ساراب نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

" رک! — جلدی سے مہمانوں کے لئے پہلے ٹھنڈا — پھر گرم لے آؤ" — ساراب نے رک سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور رک نے سر ہلا دیا۔

عمران اور جوزف ساراب کے پیچھے چلتے ہوئے ایک بڑے کمرے میں پہنچے جس میں ایک میز اور چار پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور کمرے میں دو تین بڑی بڑی الماریاں موجود تھیں۔

" بیٹھو پرنس!" — ساراب نے کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

" سناؤ ساراب! — کیا سرگرمیاں ہیں" — ؟ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" فی الحال فراغت ہے" — ساراب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اتنے میں رک کوکا کولا کی بوتلیں اٹھائے اندر داخل ہوا۔

" سنو رک! — کسی کو اندر مت آنے دینا" — ساراب نے بوتل پکڑتے ہوئے کہا۔

اور رک سر ہلا کر باہر چلا گیا۔

" مجھے ایکسٹو کا خفیہ پیغام ملا تھا — مگر تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں" — ساراب نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

" مجھے صرف ۳۵۰ میگا سپر پاور کا ڈائنامیٹ چاہیئے — اس کا بندوبست کر دو" — عمران نے کہا۔

" ۳۵۰ میگا سپر پاور — کیا پورا شہر اڑانے کا ارادہ ہے" — ؟ ساراب نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

" نہیں! — ایک مکھی ہے — بڑی تنگ کرتی ہے — دو بار اپنی ناک کی ہڈی پچکا بیٹھا ہوں — اس کے لئے چاہیئے" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" اوہ پرنس! — ویری سوری — مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا — بہر حال میں بندوبست کر دوں گا" — ساراب نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

" کب تک" — ؟ عمران نے پوچھا۔

" کل شام تک بندوبست ہو جائے گا" — ساراب نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے — یہ بتاؤ کہ تمہارا یہ اڈہ جی۔ پی۔ فائیو کی نظروں سے تو بچا ہوا ہے نا" — ؟ عمران نے پوچھا۔

" بالکل صاف ہے — آپ بے فکر رہیں — یہاں کوئی نہیں آ سکتا" — ساراب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور عمران نے سر ہلا دیا۔

" اچھا پرنس! — مجھے اجازت دیجیئے تاکہ میں آپ کے کام کیلئے بھاگ دوڑ کر سکوں — رک آپ کو آپ کے کمرے دکھا دیگا" — ساراب نے اٹھتے

ہوئے کہا۔

اور عمران نے سر ہلا کر ساراب کو جانے کی اجازت دیدی۔

ساراب کے جانے کے بعد رک اندر داخل ہوا۔

" آیئے پرنس " ـــــ رک نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ اور پھر عمران اور جوزف کو لے کر وہ نیچے ہال میں آیا۔

رک نے فرش کے ایک کونے پر ایڑی کو مخصوص انداز میں دبایا اور دوسرے لمحے فرش کا ایک کونہ اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔ رک انہیں لے کر نیچے آ گیا۔ یہاں دو بڑے کمرے تھے جو شائد خواب گاہوں کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے کیونکہ اس میں استراحت کے تمام سامان موجود تھے۔

" کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ بٹن دبا دیجئے " ـــــ رک نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

رک دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا۔

صفدر ـــــ عمران اور جوزف کو چھوڑ کر تل ابیب کی طرف کار اڑائے لئے جا رہا تھا۔ اور پھر جب اس نے دو سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کیا ہو گا۔ انہیں دور سے سڑک پر سرخ لائٹیں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔

" میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی چیکنگ چوکی ہے " ـــــ صفدر نے کہا۔

" ہاں ! ـــ نظر تو ایسے ہی آ رہا ہے " ـــــ کیپٹن شکیل نے جو اس کی ساتھ والی نشست پر بیٹھا تھا، جواب دیا۔

" اپنے اپنے کاغذات نکال کر جیبوں میں ڈال لو " ـــــ صفدر نے کہا اور جولیا نے پچھلی نشست پر رکھے ہوئے تھیلے سے شناختی کارڈ نما کاغذات نکالے اور ایک جیب میں ڈال کر باقی صفدر اور کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دیئے

چیکنگ پوسٹ پر کاروں، ٹرکوں اور بسوں کی طویل قطاریں لگی ہوئی تھیں صفدر نے بھی اپنی کار کاروں والی قطار کے آخر میں لگا دی۔ قطار آہستہ آہستہ آگے کھسکتی چلی گئی۔

جب ان سے آگے والی کار چیکنگ پوسٹ کراس کر گئی تو مسلح فوجی سپاہیوں نے صفدر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

صفدر نے ان کے قریب جا کر کار روک دی۔

" کاغذات " ـــــ ایک مسلح فوجی نے جس کے چہرے پر درشتی جیسے ثبت ہو کر رہ گئی تھی، صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور صفدر نے نہ صرف اپنے کاغذات آگے بڑھا دیئے بلکہ کیپٹن شکیل اور جولیا سے بھی کاغذات لے کر اس فوجی کو دے دیئے۔

مسلح فوجی نے کاغذات کو غور سے دیکھا پھر اس نے ان تینوں کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ پلک جھپکنے میں مسلح فوجیوں نے کار کو دونوں اطراف سے گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں۔

" تم لوگ باہر آ جاؤ ـــ خبردار اگر غلط حرکت کی تو ـــــ " اسی مسلح فوجی نے سخت لہجے میں کہا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا ایک طویل سانس لے کر کار سے باہر نکل آئے۔

"اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو" —— اسی مسلح فوجی نے انہیں حکم دیا۔

"مگر جناب ——" صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں —— وہی کرو —— تمہاری ہچکچاہٹ سے ہمارا شک یقین میں بھی بدل سکتا ہے" —— مسلح فوجی نے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

اور پھر ان تینوں نے چپ چاپ ہاتھ اٹھا کر اپنے اپنے سروں پر رکھ لیے۔

"کار ایک طرف لگا دو" —— مسلح فوجی نے دوسرے کو حکم دیا اور پھر وہ ان تینوں کو دھکیلتا ہوا قریب کے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے آیا جہاں تین مسلح فوجی پہلے سے ہی موجود تھے۔

"تمہارے دو ساتھی کہاں ہیں" —— ؟ مسلح فوجی نے کمرے داخل ہوتے ہی درشت لہجے میں کہا۔

"دو ساتھی! —— آپ کیا کہہ رہے ہیں" —— ؟ صفدر نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"سنو! —— مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرو —— ہمیں تمہارے متعلق اطلاع مل چکی ہے —— تم پانچ افراد طالع کی کار میں کمبرگ سے فرار ہوئے تھے —— طالع نے بڑی دیر بعد اور بے اندازہ تشدد کے بعد بتایا —— چونکہ کافی دیر ہو چکی تھی اس لئے اندازے کے مطابق یہاں چیک پوسٹ قائم کی گئی —— اور تم سے حماقت یہ ہوئی کہ تم نے کار کی نمبر پلیٹ بھی نہیں بدلی —— بہرحال اطلاع کے مطابق تم پانچ افراد تھے —— اب تین ہو —— باقی دو کہاں ہیں؟"

مسلح فوجی نے بڑے سکون آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ یقین کیجئے ——" صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

مگر اسی لمحے فوجی تیزی سے پیچھے ہٹا —— "انہیں گولی مار دو —— ہم خود ہی ان کے دو ساتھیوں کو ڈھونڈ لیں گے" —— فوجی نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور پانچ سٹین گنیں تیزی سے ان کی طرف تن گئیں۔

"ٹھہرو! —— میں بتاتا ہوں" —— صفدر نے تیزی سے کہا اور سٹین گنیں قدرے جھک گئیں۔

"وہ پل کے قریب قصبے میں اتر گئے تھے" —— صفدر نے جواب دیا۔

"پل کے پار والے قصبے میں —— یا —— پل سے پہلے والے قصبے میں" —— ؟ فوجی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پل کراس کرنے سے پہلے جو قصبہ آتا ہے" —— صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے —— ہم دونوں قصبوں کو چیک کر لیں گے —— فی الحال تم نے اپنی جانیں بچا لی ہیں" —— فوجی نے کہا اور پھر انہیں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔

چند ہی لمحوں میں ان کی جیبوں سے اسلحہ نکال لیا گیا اور ان کے ہاتھ مضبوطی سے ان کی پشت پر باندھ دیئے گئے۔ پھر ایک لمبی چوڑی کار میں انہیں سوار کرا دیا گیا۔

کار کی پہلی نشست کے پیچھے یکے بعد دیگرے دو نشستیں تھیں۔ درمیانی نشست پر ان تینوں کو بٹھا دیا گیا اور آخری نشست پر مسلح فوجی بیٹھ گئے۔ اب ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وہی فوجی تھا جس نے انہیں

پیک کیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور فوجی بیٹھ گیا اور پھر کار خاصی تیز رفتاری سے
تل ابیب کی طرف بڑھنے لگی۔

"تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو ـــ ؟" صفدر نے سوال کیا۔ کیپٹن شکیل
اور جولیا مستقل طور پر خاموش تھے۔

"تل ابیب" ـــ ڈرائیونگ کرنے والے فوجی نے مختصر سا جواب دیا۔
کار ہائی وے پر دوڑتی چلی گئی۔ اب رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا
کی اندر کی لائیٹ بھی بند تھی۔

صفدر نے بڑے اطمینان سے اپنے ناخنوں سے لگے ہوئے بلیڈوں سے ہاتھوں
پر بندھی ہوئی رسی کاٹی اور اپنے ہاتھ آزاد کر لئے۔ پھر اس نے مخصوص انداز
میں کیپٹن شکیل کو کندھا مارا۔ جواب میں کیپٹن شکیل نے بھی اسی انداز میں
جواب دیا اور صفدر سمجھ گیا کہ کیپٹن شکیل بھی ہاتھ آزاد کرا چکا ہے۔ چند لمحوں بعد
جولیا کی طرف سے بھی جواب مل گیا۔

کار میں اندھیرے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کی حرکت سپاہیوں سے اوجھل
رہی تھی اور پھر سپاہی بھی طویل سفر کے دوران ریوالور اٹھائے تھک چکے تھے
اس لئے انہوں نے ریوالور اپنے گھٹنوں پر رکھ لئے تھے۔ انہیں اطمینان تو
تھا کہ قیدی بندھے ہوئے ہیں۔

پھر کار ایک قصبے سے گزرتی ہوئی جب آگے بڑھی تو سڑک کے دونوں
اطراف میں دور دور تک سنسان میدان نظر آ رہا تھا۔ جو سنجانے کہاں تک چلا
گیا تھا۔

صفدر نے جو کافی دیر سے ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ مخصوص
انداز میں قریب بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کو کندھا مارا اور کیپٹن شکیل نے جولیا کو ہوشیار

دیا۔

"روکو ـــ روکو ـــ گاڑی روکو" ـــ اچانک صفدر نے دانت بھینچتے
دئے کہا۔

"کیا بات ہے ـــ ؟ خاموش رہو" ـــ فوجی ڈرائیور نے چونک
رجواب دیا۔

"مجھے پیشاب کی شدید حاجت ہو رہی ہے ـــ ایک منٹ کے لئے گاڑی
روک دو" ـــ صفدر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے تکلیف کے مارے اس کی جان
کل رہی ہو۔

"اچھا ٹھیک ہے" ـــ ڈرائیور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کار
سڑک کے ایک کنارے پر روک دی۔

"اسے نیچے اتار کر لے جاؤ اور فارغ کرا لاؤ ـــ جلدی کرو" ـــ ڈرائیور نے
پیچھے بیٹھے ہوئے ایک فوجی سے کہا۔

اور اس فوجی نے اپنے قریب لگا ہوا ہینڈل دبا کر دروازہ کھولا اور نیچے اتر
گیا۔ اس نے نیچے اتر کر صفدر کو بازو سے پکڑا اور نیچے اتارنے لگا۔ صفدر کے
دونوں اسی انداز میں پیچھے کو مڑے ہوئے تھے جیسے اس کے ہاتھ ابھی تک بندھے
ہوئے ہوں۔

سپاہی نے ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے
صفدر کا بازو تھاما ہوا تھا۔ سپاہی کی حرکات سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ بیٹھے
بیٹھے وہ تھک گیا ہے اس لئے اس کا جسم بے حد ڈھیلا ہو رہا تھا۔

"ادھر پیچھے لے چلو ـــ میں سب کے سامنے پیشاب نہیں کر سکتا" ـــ
صفدر نے کہا اور سپاہی سر ہلاتا ہوا اسے کار کے پیچھے لے گیا۔

جیسے ہی صفدر نے دیکھا کہ وہ اوٹ میں آگئے ہیں۔ صفدر نے بجلی کی
تیزی سے حرکت کی اور اس کا ایک ہاتھ سپاہی کے منہ پر جم گیا جبکہ اس نے
ہاتھ سپاہی کے ریوالور والے ہاتھ پر ڈالا اور اسے اس انداز سے مروڑا کر
اس کے سینے سے آلگا۔ صفدر نے اپنے ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹکا اور
کا ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر اس کے جوتوں پر آگرا۔ ظاہر ہے اس
ریوالور گرنے کی آواز پیدا نہ ہوئی اور یہی صفدر چاہتا تھا۔

ریوالور نیچے گرتے ہی صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ سپاہی کے
سے نکالا اور پھر اس نے اس کی کنپٹی پر ایک مخصوص انداز میں ضرب لگائی
دوسرے لمحے سپاہی کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے اُسے
لٹایا اور زمین پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا۔

"کہاں مر گئے ہو تم —— جلدی آؤ" —— اسی لمحے ڈرائیور کی آواز سنا
دی جو اب کار سے نکل کر باہر آگیا تھا۔ دوسرے لمحے صفدر نے ریوالور کی نال
کی اور ایک دھماکے سے گولی سیدھی ڈرائیور کی دونوں آنکھوں کے درمیان گھ
چلی گئی اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح نیچے گرتا چلا گیا۔

دھماکہ ہوتے ہی کار کے اندر سے دھماچوکڑی کی آوازیں سنائی دیں اور صفدر
نے انتہائی پھرتی سے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور پھر پے در پے ٹریگر
دباتا چلا گیا۔ پچھلی سیٹ پر موجود دونوں سپاہی وہیں سیٹ پر ہی ڈھیر ہو گئے
ڈرائیونگ سیٹ کے قریب بیٹھا ہوا مسلح فوجی پہلے ہی ختم
ہو چکا تھا کیونکہ دھماکہ ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی
گردن پر جوڈو کا وار کیا تھا اور ایک ہی وار میں اس کی گردن توڑ دی تھی۔ جبکہ
جولیا تیزی سے پیچھے مڑی تھی اور اس نے اچانک دھکا دے کر پیچھے بیٹھے ہوئے

سپاہیوں کو ایک دوسرے پر گرا دیا تھا۔
ادھر کیپٹن شکیل نے بھی مڑ کر ان میں سے ایک سپاہی کے منہ پر مکہ مارا۔
اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے۔ صفدر کی فائرنگ نے ان دونوں کا کام تمام
کر دیا۔

یہاں سے فارغ ہو کر صفدر تیزی سے مڑا اور کار کے پیچھے زمین پر پڑے
ہوئے سپاہی کے سینے میں گولی اتار دی۔
اب وہ آزاد ہو چکے تھے۔

صفدر اور کیپٹن شکیل نے دونوں سپاہیوں کی لاشوں کو گھسیٹ کر کار سے
باہر پھینکا اور پھر اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کیپٹن
شکیل نے اس دوران ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور پھر کار ایک جھٹکے سے
آگے بڑھتی چلی گئی۔

آسمان پر بادلوں کی دبیز تہہ چڑھی ہوئی تھی اور ہر طرف گھپ اندھیرے
کا راج تھا۔

پل سے تقریباً دو کلو میٹر دور عمران اور جوزف دریا کے کنارے موجود گھنی جھاڑیوں
میں چھپے بیٹھے تھے۔ ان کے جسموں پر سیاہ رنگ کے چست لباس موجود تھے۔ عمران

نے اپنی پشت پر ایک چھوٹا سا کینوس کا تھیلا باندھا ہوا تھا۔

" میری بات غور سے سنو جوزف! ــــ تم یہیں رہو گے اور میں یہاں دریا میں تیرتا ہوا پل کے نیچے جاؤں گا اور وہاں ڈائنامیٹ فٹ کروں گا اس کے بعد میں آگے نکل جاؤں گا تاکہ پل پر اور اس کے ارد گرد موجود نگران یہی سمجھیں کہ دریا میں کوئی چیز بہتی ہوئی جا رہی ہے ــــ اگر میں آیا تو پھر یقیناً میں ان کی نظروں میں آ جاؤں گا ــــ دریا کے بہاؤ کی طرف آگے جا کر جب میں دریا سے باہر نکلوں گا تو ٹیچ فائر کروں گا ــــ ٹیچ دیکھتے ہی تم اس مشین کا بٹن دبا دینا ــــ اور پھر پل کی تباہی کے بعد نگران کی نظروں سے بچ کر واپس ساراب کے پاس پہنچ جانا ــــ میں تمہیں وہاں ملوں گا" ــــ عمران نے جوزف کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

" مگر باس! ــــ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مشین لے کر ہم دونوں اکٹھے جائیں اور دوسری طرف جا کر مشین کا بٹن آن کر دیں" ــــ جوزف نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

" نہیں ــــ دو ہونے کی وجہ سے ایک تو ہم نگرانوں کی نظروں میں آ گئے ــــ اور دوسری بات یہ کہ یہ مشین بے حد نازک ہے ــــ پانی میں خراب ہو سکتی ہے" ــــ عمران نے جواب دیا۔

" مگر باس! ــــ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے تم اشارہ نہ دے سکو تو پھر تو میں ساری رات یہاں بیٹھا رہ جاؤں گا" ــــ جوزف نے ایک اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

" ہاں! ــــ یہ بات واقعی ٹھیک ہے ــــ نجانے کوئی افتاد ہی پڑ جائے اچھا ایسا کرنا کہ اگر میری طرف سے تمہیں کوئی اشارہ نہ ملے تو اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد بٹن دبا دینا ــــ او کے" ــــ عمران نے مضبوط لہجے میں کہا اور پھر اس نے تیزی سے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

دریا پوری طرح چڑھا ہوا تھا۔ مگر عمران بھلا ایسے دریا کو کہاں خاطر میں لاتا تھا ــــ وہ پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا تیزی سے پل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کافی دور جا کر اس نے پانی سے سر باہر نکالا اور ایک طویل سانس لے کر دوبارہ غوطہ لگا دیا۔

اور پھر پانچویں بار جب اس نے پانی سے باہر سر نکالا تو پل بالکل قریب آ چکا تھا۔ پل اور اس کے آس پاس کا علاقہ سرچ لائٹوں سے پوری طرح منور تھا۔ حتیٰ کہ پل کے نیچے بھی سرچ لائٹیں اس انداز میں لگائی گئی تھیں کہ پل کے نیچے پانی تہہ تک روشن نظر آ رہا تھا۔

" ہوں ــــ خاصا انتظام کر رکھا ہے انہوں نے" ــــ عمران نے دل ہی دل میں سوچا اور ایک بار پھر غوطہ لگا دیا۔ اس بار وہ پانی کے اندر تیزی سے تیرتا ہوا پل کے درمیانی ستون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند ہی لمحوں بعد عمران پانی کے اس حصے میں آ گیا جو سرچ لائٹوں کی وجہ سے روشن تھا مگر عمران نے پرواہ نہ کی اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

ستون کے بالکل قریب جا کر اس نے سر باہر نکالا اور ایک بار پھر غوطہ لگا دیا۔

اور اب وہ ستون کی بنیاد کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے کمر سے بندھا ہوا تھیلا کھولا اور اس میں سے ڈائنامیٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اس پیکٹ کے ساتھ ایک مخصوص قسم کی ٹیپ لگی ہوئی تھی۔

عمران نے پھرتی سے ہاتھ آگے بڑھایا اور ڈائنامیٹ کو ستون سے چپکانے لگا ــــ مگر جیسے ہی ٹیپ ستون کے ساتھ لگی۔ عمران کے ہاتھ کو ایک زبردست

جھٹکا لگا اور ڈائنامیٹ کا پیکٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں جا گرا اور تیزی سے آگے بہنے لگا۔

شفاف پانی کی وجہ سے پیکٹ عمران کو نظر آ رہا تھا۔ عمران نے تیزی سے غوطہ لگایا اور پھر چند ہی لمحوں میں اس نے پیکٹ دوبارہ پکڑ لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ستونوں کو الیکٹروگرام کر دیا گیا ہے تاکہ ستون کے ساتھ کوئی چیز نہ لگائی جا سکے۔

عمران نے پیکٹ پکڑا اور پھر مڑ کر واپس ستون کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ الیکٹروگرام سسٹم کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھا کہ جلد ہی وہ اسے ناکارہ کر دے گا۔

مگر ابھی وہ ستون کے قریب پہنچا تھا کہ پل کے دونوں اطراف سے اُسے چھپاکے سے سنائی دیئے اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ دونوں اطراف سے اُسے دو دو آدمی تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھوں میں پانی میں چلنے والے مخصوص ریوالور موجود تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے ہاتھ میں پکڑا ہوا چھوٹا سا بم بہاؤ کی طرف سے آنے والوں کی طرف اچھال دیا۔

دوسری طرف سے آنے والے ابھی ستون کی اوٹ میں تھے اس لئے عمران ان کی زد سے بچا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ سے نکلا ہوا چھوٹا سا بم ایک لمحے میں پھٹ گیا اور دونوں افراد کے پرخچے اڑ گئے۔

عمران پھرتی سے مڑا اور اس نے دوسرا بم ادھر اچھال دیا جدھر باقی دو افراد موجود تھے۔ ایک اور دھماکہ ہوا اور وہ دونوں بھی پانی میں ہی لوٹ پوٹ ہو گئے۔ عمران کی بے پناہ چستی کام آ گئی تھی۔ دونوں اطراف سے اس پر فائر نہ کیا گیا تھا۔ شاید وہ اسے زندہ پکڑنا چاہتے تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ڈبے کا سرا ستون سے لگا دیا۔ دوسرے لمحے ایک زبردست چھپاکا سا ہوا۔ جیسے بجلی کوندی ہو۔ اور اسی لمحے عمران نے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ڈائنامیٹ کی ٹیپ تیزی سے ستون سے چپکا دی۔ اس بار اس کے ہاتھ کو جھٹکا نہ لگا۔ ڈائنامیٹ ستون سے لگا کر وہ تیزی سے مڑا اور پھر آگے کی طرف بڑھنے لگا۔

پل خاصی چوڑی تھی اس لئے عمران ابھی پل کے نیچے ہی تھا کہ اس نے دُور پانی میں سائے لہراتے دیکھے اور عمران یکدم ٹھٹھک گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پل کے اوپر مسلح لوگ موجود ہیں اور جیسے ہی عمران ان کے سامنے ہوگا وہ اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ کیونکہ پل کے نیچے لگی ہوئی سرچ لائٹوں کی روشنی نے پانی کو دُور دُور تک روشن کر رکھا تھا۔

عمران تیزی سے واپس مڑا اور پھر اس نے پل کے نیچے ہی نیچے تیرتے ہوئے تیزی سے دوسرے ستون کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ دوسرے ستون کے قریب پہنچنے سے پہلے عمران ایک لمحے کے لئے رُکا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور موجود تھا۔

عمران نے پھرتی سے ریوالور کا رُخ سرچ لائٹوں کی طرف کیا اور پھر وہ پے در پے ٹریگر دباتا چلا گیا۔ تین زبردست دھماکوں کے بعد سرچ لائٹیں بجھ گئیں۔ اب ان دونوں ستونوں کے درمیان گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔ مگر اسی لمحے پل کی دونوں اطراف سے جیسے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی

وہ دونوں ستونوں کے درمیان ایک ایک انچ پر سٹین گنوں کی گولیاں برسا رہے تھے۔

عمران تیزی سے دوسرے ستون کی طرف اور پھر اس نے پھرتی سے جیب سے ربڑ کی ڈبہ دوبارہ نکالا اور دوسرے لمحے ستون کے ساتھ بجلی کا کوندا سا لپکا۔ عمران نے ڈبہ جیب میں ڈالا اور پھر اس نے اچھل کر ستون کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ دیئے۔ گولیاں ابھی تک چلائی جا رہی تھیں۔ مگر عمران ان سے بے نیاز تیزی سے ستون کے اوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ پل کے ستونوں کے اوپر لگے ہوئے جنگلے میں ہوتا ہوا سڑک کی طرف بڑھے۔

اتنی دیر میں وہاں ایسی سرچ لائٹیں لگا دی گئی تھیں جو بلٹ پروف تھیں اور ان کی وجہ سے دوبارہ پانی روشن ہو چکا تھا۔

عمران جلد ہی پل کے نیچے جنگلے میں پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی نظریں بے اختیار ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی پر پڑ گئیں۔ جوزف سے جدا ہوئے اسے پچاس منٹ ہو چکے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کے پاس صرف دس منٹ باقی تھے۔ دس منٹ بعد جوزف نے بٹن دبا دینا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی انتہائی طاقتور ڈائنامیٹ پھٹ جاتا اور پورے پل کے پرخچے اُڑ جاتے۔

مگر پل کی لمبائی بے حد طویل تھی اور عمران جتنی بھی کوشش کرتا، صرف دس منٹ میں وہ پل کے کنارے تک نہ پہنچ سکتا تھا اور پھر ظاہر ہے کہ آہنی پل کے ملبے میں اس کی لاش کے ٹکڑے بھی دستیاب نہ ہو سکتے تھے۔

عمران نے اضطراب میں سر کو جھٹکا اور پھر پل کا جنگلا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر وہ اس سے لٹک گیا۔ اور پھر تیزی سے آگے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ایک

ہاتھ سے جنگلے کو پکڑتا اور دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر جنگلے کو پکڑ لیتا اور پھر پچھلا ہاتھ بڑھا کر اس سے آگے ــــــ مگر ظاہر ہے کہ اس طرح لٹکے لٹکے آگے بڑھنے کی رفتار بے حد سست تھی اور عمران کو یقین تھا کہ اگلے ستون تک پہنچنے سے پہلے پہلے دس منٹ گزر جائیں گے۔

اسی لمحے اُسے پانی میں چھپاکے سے محسوس ہوتے اور وہ وہیں رک گیا۔ اس نے اپنے جسم کو سکیڑا اور اب وہ پیٹ کے بل جنگلے کے آہنی راڈ پر لیٹ گیا۔ اس کی تیز نظروں کے سامنے پل کا وہ ستون تھا جس سے ڈائنامیٹ چپکا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ چار غوطہ خور انتہائی تیزی سے اس ستون کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں اور عمران سمجھ گیا کہ وہ ڈائنامیٹ علیحدہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ عمران نے تیزی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس نے پے در پے ٹریگر دبا دیا۔ وہ چاروں پانی میں ہی لوٹ پوٹ ہو گئے۔ عمران کے بے خطا نشانے نے انہیں لاشوں میں تبدیل کر دیا تھا اور وہ پانی میں تیرتے ہوئے بہاؤ کے رُخ بڑھتے چلے گئے۔

عمران نے وقتی طور پر ڈائنامیٹ کو تو بچا لیا تھا۔ مگر ظاہر ہے اب اس کے پاس صرف چھ منٹ باقی رہ گئے تھے اور ان چھ منٹوں میں وہ پل سے دُور نہ جا سکتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ پل کے اوپر دونوں اطراف مسلح فوجی موجود ہیں۔ جیسے ہی وہ پل کے نیچے سے نکلا اس پر گولیوں کی بارش کر دی جائے گی اور موت یقینی تھی۔

ادھر وقت انتہائی تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ ڈائنامیٹ پھٹنے کے بعد بھی اس کی موت ناگزیر تھی۔ وہ بُری طرح پھنس گیا تھا۔ موت بہر حال ہر طرف سے یقینی تھی۔ ایک صورت میں پل کے پرخچے اڑنے سے اور دوسری صورت میں

گولیوں کا شکار ہو کر۔

گھڑی کی سوئی تیزی سے چکر پر چکر پورے کئے چلی جا رہی تھی، اور اب
صرف تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔

اسی لمحے پل پر سے چار اور غوطہ خور نیچے کود ے۔ مگر عمران کے ریوالا
نے انہیں بھی شکار کر لیا۔

اب صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔ ہر طرف گھمبیر خاموشی طاری تھی۔ او
اب عمران ذہنی طور پر مرنے کے لئے تیار ہو گیا ——— بہرحال اُسے اطمینا
تھا کہ وہ اپنا مشن مکمل کر کے ہی مرے گا۔ اُسے شاید یہ توقع نہیں تھی کہ ڈ
کی حفاظت کے لئے اتنا زبردست انتظام کیا گیا ہو گا۔ ورنہ ظاہر ہے وہ کوئ
اور پلان بناتا۔

مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ موت کے پنجے میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔
اس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کی سوئی تیزی سے بارہ کے
ہندسے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی ——— اور عمران چاہنے کے باوجود اُسے
روک نہ سکتا تھا۔

کیپٹن شکیل کار اُڑائے لئے جا رہا تھا۔ ابھی تک کسی نے کوئی بات نہ کی
تھی۔ اور کار میں عجیب سی خاموشی طاری تھی۔

" میرا خیال ہے کہ ہمیں اس کار سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے ——— چھٹکارا
پا لینا چاہیئے" ——— جولیا نے اچانک خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔

" یہاں سے بیس کلومیٹر دور ایک قصبہ ہے ——— جہاں سے ہمیں تل ابیب
کے لئے ٹرین مل سکتی ہے" ——— صفدر نے کہا۔

" ہاں! ——— یہ ٹھیک ہے ——— سڑک کی نسبت ٹرین کا سفر محفوظ رہے
گا" ——— کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں قصبے کے آثار نظر آنے لگے۔ کیپٹن شکیل نے
قصبے کی آبادی شروع ہوتے ہی کار کو ایک تنگ سی گلی میں موڑا اور پھر
اُسے روکتے ہوئے نیچے اتر آیا۔ صفدر اور جولیا نے بھی نیچے اترنے میں دیر
نہ لگائی۔

" آؤ نکل چلیں ——— کسی بھی لمحے یہ سرکاری کار چیک ہو سکتی ہے" ——— صفدر
نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں گلی میں سے نکل کر دوبارہ سڑک پر آ گئے۔ صفدر نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک عرب سے ریلوے اسٹیشن کا پتہ پوچھا اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ انکوائری سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ تل ابیب جانے والی ایکسپریس گاڑی تقریباً آدھ گھنٹے تک پہنچنے والی ہے۔

صفدر نے تل ابیب کے تین ٹکٹ لئے اور پھر وہ تینوں ٹہلتے ہوئے اسٹیشن پر وقت گزارنے لگے۔

اسٹیشن پر مسافر نہ ہونے کے برابر تھے۔ مگر آہستہ آہستہ مسافروں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور پھر جس وقت گاڑی آئی تو اسٹیشن پر اچھا خاصا ہجوم ہو چکا تھا۔

فرسٹ کلاس کے ڈبے میں داخل ہو کر انہوں نے تین سیٹوں والے ایک کوپے پر قبضہ جما لیا۔ اور پھر کوپے کا دروازہ بند کر کے صفدر اور کیپٹن شکیل کھڑکیوں کے ساتھ جم کر بیٹھ گئے۔ جب کہ جولیا غسل خانے میں چلی گئی۔

گاڑی سے اترنے والے مسافر تیزی سے غائب ہوتے جا رہے تھے۔ اور پھر گارڈ نے گاڑی چلنے کی وسل بجائی کہ اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور اسٹیشن کے گیٹ سے تین مسلح آدمی گاڑی کی طرف لپکے۔ انہوں نے جی۔ پی۔ فائیو کی مخصوص وردیاں پہنی ہوئی تھیں اور ان کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ ایک قوی ہیکل نوجوان آگے آگے تھا۔ وہ تیر کی طرح گارڈ کی طرف بڑھا۔ اور پھر چند لمحے گفتگو کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو گاڑی میں سوار ہونے کا اشارہ کیا اور خود بھی تیزی سے گاڑی میں سوار ہو گیا۔ گاڑی اب آہستہ آہستہ رینگنے لگی تھی۔

"ہمیں چیک کر لیا گیا ہے" —— صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں — مجھے بھی محسوس یہی ہوتا ہے —— اب وہ ساری ٹرین کو چیک کریں گے اور یقیناً ہم چوہوں کی طرح پکڑے جائیں گے" —— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے حلیئے تبدیل کر لیں" —— صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ حلیوں کی تفصیل کی بجائے انہیں کپڑوں کی تفصیل کا علم ہو اور دوسرے کپڑے ہمارے پاس نہیں ہیں" —— کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر اب کیا کیا جائے —— ؟" صفدر نے کہا۔

اسی لمحے جولیا غسل خانے سے باہر آ گئی۔ اور جب اُسے الجھن کا علم ہوا تو اس کی پیشانی پر بھی شکنیں پھیل گئیں۔

"یوں کریں کہ ہم تینوں ایک جگہ اکٹھے ہونے کی بجائے گاڑی میں پھیل جائیں۔ اس طرح شاید وہ ہمیں چیک نہ کر سکیں" —— جولیا نے تجویز پیش کی۔

"اوہ! — یہ ٹھیک ہے —— جولیا تم یہیں رہو —— ہم دوسرے کوپوں میں چلے جاتے ہیں" —— صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی۔

باہر ایک طویل مگر تنگ سی راہداری تھی جس میں کوپوں کے دروازے تھے۔ تقریباً تمام کوپے بھرے ہوئے تھے۔

ابھی انہوں نے چند ہی کوپے چیک کئے تھے کہ راہداری کے آخر میں موجود

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور جی. پی. فائیو کے وہی مسلح افراد ایک قطار کی صورت میں اندر داخل ہوئے۔ سب سے آگے ان کا وہی انچارج تھا جس نے گارڈ سے گفتگو کی تھی۔

صفدر انہیں دیکھتے ہی یوں آگے بڑھا جیسے وہ کسی ضروری کام کی وجہ سے باہر جا رہا ہو۔

"مسٹر" ——— اچانک انچارج نے ہاتھ اٹھا کر اُسے روک لیا۔

کیپٹن شکیل نے جو صفدر کے پیچھے تھا، کنی کترا کر نکلنا چاہا۔ مگر اُسی انچارج نے ہاتھ اٹھا کر اُسے بھی روک لیا۔

"جی فرمایئے" ——— ؟ صفدر اور کیپٹن شکیل نے بیک وقت انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں" ——— ؟ انچارج نے گہری نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم کسی اور کمپارٹمنٹ میں جگہ ڈھونڈنے جا رہے ہیں" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"تو کیا اس کمپارٹمنٹ میں کوئی کوپے خالی نہیں ہے" ——— ؟ انچارج نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ایک کوپے خالی ہے ——— مگر اس پر ایک خاتون نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اور وہ ہمیں اپنے پاس جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے" ——— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ ——— اکیلی عورت ——— ٹھیک ہے ——— ہمارے ساتھ آؤ ——— میں اس خاتون سے خود بات کرتا ہوں" ——— انچارج نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اور اب صفدر اور کیپٹن شکیل کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ وہ ان کے آگے آگے چلتے ہوئے جولیا کے پاس پہنچیں۔ ان کے اعصاب تن گئے تھے کیونکہ انچارج کے آخری جملے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مشکوک ہو گیا ہے۔

چند ہی لمحوں بعد صفدر جولیا کے کوپے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ سامنے جولیا کھڑی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں ہوئے مگر دوسرے لمحے اس نے ان کے پیچھے کھڑے ہوئے مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"کیا بات ہے" ——— جولیا نے بڑے روکھے لہجے میں پوچھا۔

"خاتون! ——— ہمیں اندر آنے دیں ——— وہیں بات کرتے ہیں" ——— انچارج نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تیزی سے اپنے سامنے کھڑے کیپٹن شکیل کو دونوں ہاتھوں سے دھکیل دیا۔

کیپٹن شکیل اچانک دھکا لگنے سے صفدر سے ٹکرایا اور صفدر جولیا کو لئے کوپے میں جا کھڑا ہوا۔

انچارج نے اپنا دباؤ جاری رکھا اور پھر وہ بھی ان کے ساتھ کوپے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دو مسلح سپاہی دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

"آخر تمہارا مقصد کیا ہے" ——— ؟ کیپٹن شکیل نے غصیلے لہجے میں پلٹ کر انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مقصد بھی ابھی پتہ چل جاتا ہے" ——— انچارج نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"اپنے ہاتھ اٹھا دو ۔۔۔ خبردار! ۔۔۔ اگر کوئی غلط حرکت کی" ۔۔۔ انچارج نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ زیادتی ہے ۔۔۔ تم اس طرح شریف شہریوں کو پریشان نہیں کر سکتے" صفدر نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں کہہ رہا ہوں ہاتھ اٹھا دو ۔۔۔ اور خاتون تم بھی۔ ورنہ ۔۔۔" انچارج نے سرد لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے صفدر نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور پھر انہوں نے آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ اٹھانے شروع کر دیئے۔

مگر ابھی ان کے ہاتھ آدھے ہی اٹھے تھے کہ اچانک کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے انچارج کے ریوالور والے ہاتھ پر ضرب لگائی اور تقریباً اسی لمحے صفدر نے اسے دوسرے بازو سے پکڑ کر غسل خانے کے دروازے کی طرف گھسیٹ لیا۔ جولیا دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ اس نے پھرتی سے لات ماری اور کوپے کا دروازہ بند ہو گیا۔ جولیا نے انتہائی پھرتی سے چٹخنی لگا دی۔ یہ سب کچھ بس پلک جھپکنے میں ہو گیا اور اس سے پہلے کہ انچارج کے باہر کھڑے ساتھی کچھ سمجھتے دروازہ بند ہو چکا تھا اور انچارج صفدر کے طاقتور ہاتھوں میں پھنسا بُری طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔

"دروازہ کھولو" ۔۔۔ باہر سے تیز دستکوں کے ساتھ وحشت بھری آواز سنائی دی۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ آرام سے کھڑے ہو جائیں ۔۔۔ یہاں سب ٹھیک ہے" ۔۔۔ صفدر نے انچارج کی گردن پر بازو کا دباؤ ڈالتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"سب ٹھیک ہے ۔۔۔ آرام سے ٹھہرو" ۔۔۔ انچارج نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا اور دروازے پر پڑنے والی دستکیں خاموش ہو گئیں۔

صفدر انچارج کو گھسیٹتا ہوا غسل خانے میں لے گیا۔

"تت ۔ تم ۔۔۔" انچارج نے بھنچے بھنچے لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔ مگر اسی لمحے صفدر نے پوری قوت سے بازو کو ایک زبردست جھٹکا دیا اور انچارج کی گردن کی ہڈی ایک ہلکے سے تڑاخ کی آواز نکال کر ٹوٹ گئی اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ جسم بھی ڈھیلا ہو گیا۔

صفدر نے بڑی پھرتی سے انچارج کی وردی اتاری اور پھر اسے اپنے کپڑوں پر ہی پہن لیا۔ کپڑے اس کے جسم پر فٹ تھے۔ اس نے انچارج کا قد و قامت دیکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔ وردی پہن کر اس نے ٹوپی پہنی اور اس کا بالائی سرا آنکھوں تک جھکا لیا۔

"تم ۔۔۔" کیپٹن شکیل نے اسے غسل خانے کے دروازے سے نکلتے دیکھ کر کچھ کہنا چاہا۔ مگر صفدر نے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ اور پھر آنکھ کے اشارے سے انہیں خبردار کر دیا۔

دوسرے لمحے صفدر نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے اپنا رخ تیزی سے دائیں طرف موڑ لیا تھا کیونکہ اس کے تینوں ساتھی دروازے کے بائیں طرف کھڑے تھے۔

"آؤ میرے پیچھے ۔۔۔ یہ لوگ صحیح ہیں" ۔۔۔ صفدر نے انچارج کے لہجے میں کہا اور پھر انچارج کی طرح قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"مگر آپ کی مشین گن" ۔۔۔ ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ اسے اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی اور صفدر ٹھٹھک گیا۔ جلدی میں وہ انچارج مشین گن

اٹھانا بھول گیا تھا۔

اب فیصلہ کن گھڑی آ پہنچی تھی اس لئے اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔ دوسرے لمحے اس کے ریوالور نے شعلے اگلے اور دو سپاہی سینوں پر ہاتھ رکھ کر راہداری میں ہی ڈھیر ہو گئے۔ جبکہ تیسرے نے بڑی پھرتی سے مشین گن کاندھے سے اتارنی چاہی۔ مگر صفدر نے ایک اور فائر کیا اور تیسرا بھی نیچے آ گرا۔

صفدر لاشیں پھلانگتا ہوا کوپے کی طرف بڑھا۔ مگر اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کیپٹن شکیل اور جولیا دروازے میں آ گئے۔ فائرنگ کی آواز نے انہیں باہر کھینچ لیا تھا۔

" میرے پیچھے آؤ جلدی "—— صفدر نے کہا۔

اسی لمحے باقی کوپوں کے دروازے بھی یکے بعد دیگرے کھلنے لگے۔ مگر اتنی دیر میں وہ تینوں راہداری کے اختتام پر بنے ہوئے دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ صفدر آگے آگے تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر وہ دوسرے ڈبے میں داخل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا بھی اس کے پیچھے تھے۔

" اب ہمارا بچنا محال ہے "—— جولیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ مگر وہ تیزی سے راہداری میں دوڑتے چلے گئے۔

اور پھر جب انہوں نے دوسرے ڈبے کی راہداری کا اختتامی دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر ٹھٹھک گئے کہ یہ پہلا ڈبہ تھا۔ اس سے آگے انجن تھا۔

" آؤ میرے پیچھے "—— صفدر نے ایک لمحے کے بعد فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تیزی سے چھلانگ لگا کر وہ ڈیزل انجن کی سائیڈ پر پہنچ گیا۔ ٹرین خاصی تیز رفتار سے جا رہی تھی۔ اس لئے اس کے جسم کو زبردست جھٹکا لگا مگر صفدر نے ایک ہینڈل کو تھام لیا۔ آگے ہینڈل انجن تک چلے گئے تھے۔ شاید یہ سفر کے دوران چیکنگ کے لئے بنائے گئے تھے

صفدر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا نے بھی اس کی پیروی کی۔ ہوا کا زبردست دباؤ ان کے پیر اکھاڑ رہا تھا مگر وہ ظاہر ہے عام آدمیوں جیسے تو نہ تھے۔ اس لئے وہ آسانی سے ہینڈلوں کو پکڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

" سنو!—— میں انجن میں جا کر گاڑی رکوانے کی کوشش کرتا ہوں—— جیسے ہی گاڑی کی سپیڈ کم ہو—— تم لوگ نیچے اتر جانا "—— صفدر نے قریب موجود کیپٹن شکیل سے کہا اور ہوا کے شور کی وجہ سے اس کی آواز خاصی بلند تھی۔ اور پھر صفدر تیزی سے آگے بڑھ کر انجن کے دروازے پر پہنچ گیا۔

" ہیلو—— دروازہ کھولو—— جی۔ پی۔ فائیو "—— صفدر نے چیخ کر کھڑکی میں سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

انجن ڈرائیور نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے۔ مگر دوسرے لمحے اسے جی۔ پی۔ فائیو کا خیال آیا اور اس نے پھرتی سے دروازہ کھول دیا اور صفدر اچک کر اندر داخل ہو گیا۔ انجن کے اندر ڈرائیور کے ساتھ ایک اسسٹنٹ موجود تھا۔ وہ دونوں حیرت سے صفدر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دوسرے لمحے صفدر نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈرائیور اور اس کا اسسٹنٹ کچھ سمجھتے، صفدر کے ریوالور سے شعلے نکلے اور گولیاں ان دونوں کو چاٹ گئیں اور وہ دونوں وہیں ڈھیر ہو گئے۔ چند لمحوں تک تڑپنے کے بعد جب وہ بے حس و حرکت ہو گئے تو صفدر نے

دروازہ کھولا اور پھر سر باہر نکال کر چیخ کر کیپٹن شکیل اور جولیا کو اندر آنے کے لئے کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل اور جولیا انجن میں پہنچ گئے۔

صفدر نے اس دوران ڈرائیور اور اس کے اسسٹنٹ کی لاشیں اٹھا کر چلتی ہوا گاڑی سے باہر پھینک دیں۔ پھر اس نے جی۔پی۔فائیو کی وردی اتاری اور اسے بھی باہر پھینک دیا۔

آٹومیٹک انجن انتہائی تیز رفتاری سے چلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

"میں سپیڈ کم کرتا ہوں —— تم لوگ نیچے اتر جانا" —— صفدر نے انجن کے آپریشن بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"مگر تم ——؟" کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"میں بھی سپیڈ تیز کر کے نیچے آ جاؤں گا" —— صفدر نے جواب دیا۔

"نہیں! —— اس طرح گاڑی تباہ ہو جائے گی —— اور ہزاروں افراد مر جائیں گے —— یہ ظلم ہے" —— جولیا نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"مجرم اتنے رحمدل نہیں ہوتے جولیا —— ہمیں زیادہ سے زیادہ حکومت کو نقصان پہنچانا ہے —— اس لئے گاڑی کا یہ حادثہ ہمارے مقصد کو پورا کر دیگا!" صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں صفدر! —— یہ واقعی ظلم ہو گا —— ہم اس ملک میں مجرم ضرور ہیں مگر ہزاروں بے گناہوں کی ہلاکت ظلم ہو گی" —— کیپٹن شکیل نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے —— جیسا تم کہو" —— صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رفتار کم کرنا شروع کر دی۔ آپریشن ڈائل پر موجود ہدایات اس کی رہنمائی

کر رہی تھیں۔

پھر جیسے ہی گاڑی کی رفتار اتنی ہلکی ہو گئی کہ وہ نیچے اتر سکیں۔ صفدر نے جولیا اور کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے دروازہ کھول کر ہینڈل کو پکڑ کر باہر نکلے۔ اور پھر انہوں نے یکے بعد دیگرے نیچے چھلانگیں لگا دیں۔ گاڑی کی رفتار میں خاصی کمی اور پھر ان کے چھلانگیں لگانے کے ماہرانہ انداز کی وجہ سے جیسے ہی ان کے پیر زمین پر لگے وہ چند قدم آگے دوڑتے چلے گئے اور پھر رک گئے۔ اتنے میں انجن ان سے آگے بڑھ چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے جولیا کا بازو تھاما اور پھر انہوں نے ریلوے لائن کے ساتھ بڑی بڑی جھاڑیوں کے پیچھے چھلانگیں لگا دیں تاکہ ڈبوں کی کھڑکیوں سے انہیں کوئی دیکھ نہ سکے۔

انجن اب ان سے خاصا آگے جا چکا تھا اور پھر گاڑی کی رفتار آہستہ آہستہ تیز ہوتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ان کے سامنے سے گزر کر تیزی سے آگے بڑھ گئی اور وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"صفدر" —— کیپٹن شکیل نے چیخ کر کہا۔

"ٹھیک ہے —— ادھر آ جاؤ" —— ان سے بیس فٹ دور صفدر کی آواز سنائی دی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ چند لمحوں بعد ہی وہ صفدر کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا ہوا ——؟ گاڑی بغیر ڈرائیور کے ہی ——" کیپٹن شکیل نے کسی خدشے کی بنا پر پوچھا۔

"فکر مت کرو —— میں اتنا ظالم نہیں ہوں —— میں نے آٹومیٹک کنٹرول سیٹ کر دیا ہے —— اگلا اسٹیشن کم سے کم یہاں سے سو کلومیٹر دور ہو گا۔ اور

گاڑی کا انجن سو کلومیٹر سے پہلے ہی بند ہو جائے گا ۔۔۔ ظاہر ہے گاڑی پھر
کے قریب جا کر خود بخود رک جائے گی ۔۔۔ اس طرح حادثہ نہ ہوگا ۔۔۔ اگر
ایسا نہ کرتا تو گاڑی یہاں سے کچھ دُور ہی جا کر کھڑی ہو جاتی اور پھر ہم نظروں
میں آ سکتے تھے" ۔۔۔ صفدر نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے
کہا اور ان دونوں نے بھی سر ہلا دیا۔

" بال بال بچے ہیں ورنہ ۔۔۔" جولیا نے کہا۔

" ہاں ! ۔۔۔ اب آؤ ۔۔۔ جلدی سے یہاں سے نکل چلیں" ۔۔۔ صفدر نے کہا
اور پھر وہ تقریباً بھاگتے ہوئے ریلوے لائن کی مخالف سمت میں بڑھنے لگے
یہ ایک طویل و عریض میدان تھا جس میں ہر طرف جنگلی جھاڑیاں موجود
تھیں ۔ تقریباً دو گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد انہیں دُور سے کچھ روشنیاں
نظر آئیں ۔

" شاید یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

" ہاں ! ۔۔۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

اور پھر آہستہ آہستہ وہ روشنیوں کے قریب پہنچ گئے ۔ یہ واقعی ایک چھوٹا
سا قصبہ تھا۔ جس کے چند مکانوں میں روشنی ہو رہی تھی ۔ اور پھر انہیں ایک
پکے مکان کے باہر ایک کار کھڑی نظر آ گئی ۔ اس مکان میں تاریکی چھائی ہوئی تھی
صفدر تیزی سے کار کی طرف بڑھا اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ
اس کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔

" اسے دھکیل کر دُور لے چلتے ہیں ۔۔۔ اگر یہاں سٹارٹ کی تو ہو سکتا ہے کہ
کوئی جاگ پڑے" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

کیپٹن شکیل اور جولیا نے کار کو دھکیلا اور پھر تھوڑی دُور جا کر صفدر نے
کی مدد سے کار کا انجن سٹارٹ کیا اور پھر کیپٹن شکیل اور جولیا کار میں سوار ہو گئے
چند لمحوں بعد وہ کار میں سوار انتہائی تیز رفتاری سے سڑک پر پہنچے اور
ہائی وے پر آگے بڑھتے چلے گئے ۔

" ٹرین ہمیں راس نہیں آئی" ۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ہاں ۔۔۔ حالانکہ ہم نے سوچا تھا کہ ٹرین میں ہم محفوظ رہیں گے ۔ مگر ۔۔۔"
کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ویسے مجھے حیرت ہے کہ اتنی جلدی ہمارا پتہ انہوں نے کیسے معلوم کر لیا" ۔۔۔؟
جولیا نے کہا۔

" خاصے مستعد لوگ معلوم ہوتے ہیں" ۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا اور دوسرے
بھی بے اختیار ہنس پڑے

ابھی وہ ہائی وے پر تقریباً دس بارہ کلومیٹر دُور گئے تھے کہ اچانک سامنے سے
پولیس کی ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آئی ۔ اس کی چھت پر سرخ لائیٹ تیزی سے
گھوم رہی تھی ۔

چند ہی لمحوں بعد گاڑی انہیں کراس کرتی ہوئی گزر گئی ۔ مگر چند ہی قدم آگے
بڑھ کر اچانک اُسے بریک لگے اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑی اور دوسرے
لمحے اس کا سائرن بُری طرح چیخنے لگا۔

" انہیں ہم پر کیا شک ہوا ہے" ۔۔۔؟ صفدر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

" خدا معلوم ۔۔۔ بہرحال دیکھ لیتے ہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ اور
پھر پولیس گاڑی نے ان کے قریب آ کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور صفدر نے گاڑی
ایک طرف روک دی۔

پولیس کی گاڑی رکی اور پھر اس میں سے دو آدمی ہاتھوں میں ریوالور لیے

تیزی سے باہر نکلے۔ ان میں سے ایک گھوم کر کیپٹن شکیل کی طرف مڑ گیا جبکہ
سیدھا صفدر کی طرف آیا۔

" آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں "۔۔۔ ؟ سپاہی نے قریب آ کر کرخت
میں پوچھا۔

" زاکاریہ سے آ رہے ہیں "۔۔۔ صفدر نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب
ہوئے کہا۔

سپاہی نے تیز نظروں سے کار کے اندر دیکھا اور پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

" ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ جا سکتے ہیں "۔۔۔ سپاہی نے کہا اور پھر اس
اپنے ساتھی کو اشارہ کیا اور واپس مڑ کر تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ
چند لمحوں بعد پولیس کی گاڑی مڑی اور پھر ان کے قریب سے گزرتی ہوئی
کی مخالف سمت بڑھتی چلی گئی۔

" میرا خیال ہے کہ معمول کی چیکنگ ہو گی "۔۔۔ صفدر نے طویل سانس
لیتے ہوئے کہا

اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔

صفدر نے گاڑی آگے بڑھا دی اور پھر انہوں نے بیس کلومیٹر کا فاصلہ
بڑے اطمینان سے طے کیا۔

مگر دوسرے لمحے صفدر چونک پڑا۔ کیونکہ اچانک سڑک پر تیز روشنی پھیل
چلی گئی۔ اور اسی لمحے ان کے عقب میں بھی کسی کار کی بتیاں جل اٹھیں۔ ان
تھوڑے فاصلے پر پولیس کی دو گاڑیاں ترچھی ہو کر سڑک پر کھڑی تھیں اور ایک
کار پر سرچ لائٹ لگی ہوئی تھی جس کی تیز روشنی نے سڑک کو روشن کر دیا تھا
کاروں کے قریب بارہ کے قریب مسلح سپاہی ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے چوکنے انداز

میں کھڑے تھے۔

صفدر نے ہونٹ بھینچ لئے۔ بیک مرر میں اسے اپنے پیچھے بھی پولیس کی گاڑی
آتی دکھائی دے رہی تھی۔

" کیا خیال ہے "۔۔۔ ؟ صفدر نے قریب بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہمت کرو ۔۔۔ آگے اللہ مالک ہے "۔۔۔ کیپٹن شکیل نے بھی بھینچے ہوئے
لہجے میں کہا۔

اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیسے وہ کسی نتیجے تک پہنچ گیا ہو۔

جوزف نے عمران کے دریا میں کودتے ہی اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی
دیکھی اور پھر وہ عمران کو تیزی سے دریا میں غوطہ کھا کر غائب ہوتے دیکھتا رہا۔
دور اندھیرے میں پل کا عظیم ہیولہ نظر آ رہا تھا۔ پل کے آس پاس روشنی کی وجہ
سے اتنے گھپ اندھیرے میں بھی پل کا ہیولہ اتنی دور سے نظر آ رہا تھا۔

جوزف کا اندازہ تھا کہ آدھے گھنٹے میں عمران پل تک پہنچ جائے گا اور پھر
ڈائنامیٹ وہاں فٹ کر کے اسے مزید آدھ گھنٹہ پل سے گزر کر محفوظ جگہ تک
پہنچنے میں لگ جائے گا۔ اس لحاظ سے ایک گھنٹے کا وقفہ کافی تھا۔

وہ جھاڑی میں چھپا خاموشی سے پل کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ گھڑی کی طرف بھی دیکھ لیتا۔ وقت تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ پھر ایک گھنٹہ گزرنے میں پندرہ منٹ باقی رہتے تھے کہ جوزف کو پل کی طرف سے فائرنگ کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ فاصلہ کافی ہونے کی وجہ سے فائرنگ کی آوازیں کافی ہلکی سنائی دے رہی تھیں۔ مگر فائرنگ کے تواتر سے جوزف کو اندازہ ہو رہا تھا کہ فائرنگ سٹین گنوں سے اور کافی تعداد میں ہو رہی ہے۔

جوزف فائرنگ کی آوازیں سن کر الجھ گیا۔ کیونکہ وقت کے لحاظ سے عمران کو پل سے کافی دور پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ مگر پل پر ہونے والی فائرنگ سے تو صاف ظاہر تھا کہ عمران ابھی پل کے نیچے ——— یا ——— پل کے پاس موجود ہے۔ اب جوزف سوچ رہا تھا کہ اگر ریبنج فائر دکھائی نہ دیا تو کیا وہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد مشین کا بٹن دبا دے؟

جوزف کا دماغ تیزی سے سوچنے میں مصروف تھا کہ کیا وہ اندھا دھند بٹن دبا دے ——— یا ——— نہ دبائے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے وقت پر بٹن نہ دبایا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمران کا مشن ہی ناکام ہو جائے۔ اس نے بے قراری سے گھڑی دیکھی۔ ابھی ایک گھنٹہ گزرنے میں تیرہ منٹ باقی تھے۔

وقت انتہائی تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ فائرنگ کی ہلکی ہلکی آوازیں وقفے وقفے سے اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

پھر اچانک جوزف نے ایک فیصلہ کر لیا کہ وہ مشین سمیت پل کی طرف بھاگنا شروع کر دے۔ جس قدر نزدیک ہو کر وہ صورت حال کو دیکھ سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے مشین اٹھا کر جیب میں ڈالی اور پھر جھاڑیوں میں ہی تیزی سے دریا کے کنارے کنارے ہوتا ہوا پل کی طرف بھاگنے لگا۔ گو اس طرح اُسے

دیکھ لیے جانے کا شدید خطرہ تھا کیونکہ دریا کے کناروں پر یقیناً نگران چھپے ہوئے ہوں گے۔ مگر ہونے والی فائرنگ سے اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ عمران ابھی پل کے نیچے ہی پھنسا ہوا ہے۔

جوزف نے حتی الوسع اپنی رفتار بے حد تیز رکھی اور پھر تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک اُسے کنارے کے قریب روشنی نظر آئی۔ ایک شعلہ سا لپکا تھا اور اس کے فوراً بعد ایک ننھا سا جگنو چمکنے لگا تھا۔ جوزف ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کسی نے سگریٹ سلگایا تھا اور سگریٹ کی روشنی اس سے تھوڑی ہی دور تھی۔ وہ ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اب آگے جانا نہ صرف اپنی جان کے لیے مخدوش تھا بلکہ اگر نگرانوں نے وہ مشین چھین لی تو مشن بھی ناکام ہو سکتا تھا۔

اس نے جلدی سے گھڑی دیکھی۔ ایک گھنٹہ گزرنے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے اور اس بات کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا کہ وہ پانچ منٹوں میں پل کے قریب جا کر اپنی آنکھوں سے صورت حال کو دیکھ کر اقدام کر سکے۔

اسی لمحے اُسے عمران کی یہ ہدایت یاد آ گئی کہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس نے مشین کا بٹن دبا دینا ہے۔ اور اُسے معلوم تھا کہ عمران اپنی ہدایات پر سختی سے عمل کرانے کا عادی ہے جب کہ پل پر فائرنگ بدستور جاری تھی۔ آخر اس نے یہی سوچا کہ مقررہ وقت سے پانچ منٹ بعد وہ مشین کا بٹن دبا دے گا پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اگر پانچ منٹ کی دیر ہونے پر عمران نے اس سے جواب طلب کیا تو وہ گھڑی کے اچانک بند ہو جانے کا بہانہ کر دے گا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں جب مقررہ وقت ختم ہونے میں صرف دس سیکنڈ باقی رہ گئے تو ایک لمحے کے لئے

جوزف کو خیال آیا کہ وہ مشین کا بٹن دبا دے۔ مگر پھر اس نے اپنے سر کو جھٹک دیا۔ وہ اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہتا تھا۔

اور پھر مقررہ وقت پورا کر کے سیکنڈ کی سوئی آگے بڑھ گئی۔ اور جوزف نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کی نظریں گھڑی کی سوئی کے ساتھ جیسے چپکی ہوئی تھیں۔

پھر جیسے ہی ایک منٹ زیادہ ہوا۔ جوزف کو پل کی طرف سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے پل لرز رہا ہو۔ جوزف ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا کہ ابھی اس نے مشین کا بٹن دبایا نہیں پھر یہ پل کیوں لرز رہا ہے کیا ڈائنامیٹ خود بخود پھٹ گیا ہے ؟

گڑگڑاہٹ تقریباً تین منٹ تک جاری رہی اور ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی اب صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔

جوزف مسلسل اندھیرے میں چمکنے والی سوئیوں پر نظریں گاڑے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جب ایک منٹ باقی رہ گیا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پھر اس کی بھاری انگلی سرخ رنگ کے بٹن پر جیسے جم سی گئی۔

سیکنڈ کی سوئی تیزی سے بارہ کے ہندسے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے جوزف کو خیال آیا کہ سرخ بٹن میں پل کے ساتھ ساتھ عمران کی اپنی زندگی بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ مگر دوسرے لمحے اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔ وہ اس سے زیادہ دیر تک عمران کے احکام کی خلاف ورزی نہ کر سکتا تھا۔ اور پھر جیسے ہی سیکنڈ کی سوئی بارہ پر پہنچی۔ جوزف نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سرخ بٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے ایک خوفناک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور ہر طرف چکا چوند روشنی پھیل گئی۔ دھماکے کے ساتھ ہی خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں اور پھر

جوزف نے پل کو فضا میں بکھرتے اور اس کے بے پناہ ملبے کو دریا میں گرتے دیکھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے مبہوت ہو کر رہ گیا۔ مگر دوسرے لمحے اُسے خیال آ گیا کہ پل کی تباہی کے بعد وہاں خوفناک سرگرمیاں شروع ہو جائیں گی اور پھر اس کا یہاں سے نکل کر محفوظ جگہ پر پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔

یہی سوچ کر جوزف اٹھا۔ اس نے مشین اٹھا کر دریا میں پھینکی اور پھر دریا کی مخالف سمت جھاڑیوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ اُسے وہ جگہ اچھی طرح معلوم تھی جہاں عمران اور اس نے اکٹھا ہونا تھا۔

پُل سے تھوڑی دُور ایک چھوٹے سے کیبن میں اس وقت دو افراد موجود تھے۔ کیبن کے درمیان میں ایک بڑی سی میز تھی جس کے پیچھے ایک کرسی پڑی ہوئی تھی جبکہ دوسری کرسی میز کے دائیں جانب تھی۔ ان دونوں کرسیوں پر دو افراد موجود تھے۔ سامنے دیوار پر ایک بڑی سی سکرین فٹ تھی۔ میز پر ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور سکرین روشن تھی۔ اس سکرین کے دو حصے تھے۔ جن میں سے ایک حصے پر پُل کے اوپر کا منظر اور دوسرے حصے میں پل کے نیچے کا منظر نمایاں تھا۔

میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا مقامی جی۔ پی۔ فائیو کے تمام گروپوں کا انچارج

میجر رالنسن بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری کرسی پر جی پی. فائیو کے مقامی سیکشن کا
راجر براجمان تھا۔

ان دونوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ پل کے اوپر ہر پانچ فٹ کے
ایک مسلح سپاہی موجود تھا جب کہ پل کے نیچے سرچ لائٹوں کی روشنی پھیلی ہوئی
تھی اور پل کے ستونوں سے تیزی سے ٹکراتا ہوا پانی صاف نظر آ رہا تھا۔ پانی
قدر روشن تھا کہ سکرین پر دریا کی نچلی تہہ تک نظر آ رہی تھی۔

اچانک ٹرانسمیٹر سے ایک آواز نکلی۔

" میجر رالنسن! ـــ میجر رالنسن! ـــ ڈبلیو تھری کالنگ یو۔ اوور "

" یس میجر رالنسن سپیکنگ اوور" ـــ میجر رالنسن نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر
کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

" میجر! ـــ چیک پوسٹ نمبر تھری نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے دریا کے
بہاؤ کی سمت کسی چیز کو ابھرتے اور غوطہ کھاتے دیکھا ہے۔ اوور" ـــ ڈبلیو
تھری نے جواب دیا۔

" اس بات کو چیک کر لیا گیا ہے کہ وہ کوئی مچھلی نہ ہو۔ اوور" ـــ ؟ میجر رالنسن
نے سرد لہجے میں پوچھا۔

" یس سر! ـــ ایسی کوئی بات نہیں ـــ اُسے واضح طور پر چیک کر لیا گیا
ہے ـــ وہ کوئی انسان ہے۔ اوور" ـــ دوسری طرف سے سپاٹ لہجے
میں کہا گیا۔

" او کے ـــ تم ہوشیار رہو ـــ جو کچھ بھی ہے آخر پل کے نیچے آئے گا
اور پھر دیکھ لیا جائے گا۔ اوور" ـــ میجر رالنسن نے جواب دیا۔

" او کے جناب ـــ اوور اینڈ آل" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

میجر رالنسن نے بٹن آف کر دیا۔

" کیا مجرم پل کو ڈائنامیٹ سے تباہ کریں گے " ـــ ؟ راجر نے کہا۔

" تو کیا تمہارا خیال ہے کہ دھکا دینے سے پل گر پڑے گا" ـــ میجر رالنسن
نے سرد لہجے میں کہا اور راجر جھینپ کر خاموش ہو گیا۔

ان دونوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک وہ دونوں چونک
پڑے۔ انہوں نے پل کے نیچے سیاہ لباس میں ملبوس ایک نوجوان کو ابھرتے
ہوتے دیکھا۔

میجر رالنسن نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

" ہیلو ـــ میجر رالنسن سپیکنگ ـــ پل کے نیچے ایک مجرم موجود ہے۔ دونوں
اطراف سے دو دو مسلح افراد نیچے کود جائیں ـــ اور کوشش کریں کہ مجرم کو
زندہ پکڑا جا سکے ـــ اگر ایسا نہ ہو سکے تو اُسے گولی ماری جائے۔ اوور" ـــ
میجر رالنسن نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

" او کے جناب ـــ اوور" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

انہوں نے دیکھا کہ مجرم اب پانی کے اندر تیزی سے پل کے درمیانی ستون کی
طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کمر پر بندھا ہوا تھیلا کھولا اور اس میں
سے ایک پیکٹ نکال لیا۔

" اوہ! ـــ وہ ڈائنامیٹ فٹ کرنا چاہتا ہے" ـــ راجر نے بے اختیار
کرسی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

" ستون الیکٹرو گرام ہیں ـــ اس کی یہ کوشش بیکار جائے گی" ـــ میجر رالنسن
نے البتہ مطمئن لہجے میں کہا۔

اسی لمحے مجرم نے پیکٹ کو ستون سے لگایا مگر دوسرے لمحے وہ اچھل کر پیچھے

ہٹا۔ پیکٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں بہہ رہا تھا۔
" دیکھا ۔۔۔ میں نے کیسا اچھا انتظام کر رکھا ہے " ۔۔۔ میجر رالنسن نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔
اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے پیکٹ دوبارہ پکڑ لیا اور پھر دوبارہ ستون کی طرف بڑھنے لگا۔
اسی لمحے پل کے دونوں اطراف سے دو دو آدمی دریا میں کود پڑے۔ چونکہ میجر رالنسن نے مجرم کو زندہ پکڑنے کا حکم دیا تھا اس لئے مسلح ہونے کے باوجود وہ دونوں اطراف سے تیزی سے مجرم کی طرف بڑھنے لگے۔
مگر دوسرے لمحے ایک دھماکے سے دو آدمیوں کے پرخچے اڑ گئے۔
" اوہ ! ۔۔۔ مجرم ریچ بم استعمال کر رہا ہے " ۔۔۔ میجر رالنسن نے جھلاتے ہوئے کہا۔
اور اسی لمحے دوسری طرف سے آنے والے دو آدمی بھی ایک اور دھماکے سے ختم ہو گئے۔
پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے جیسے ہی ڈبے کا سرا ستون سے لگایا۔ ایک زبردست چھپاکا ہوا۔
" اوہ ! ۔۔۔ اس نے الیکٹروگرام سسٹم ناکارہ کر دیا ہے " ۔۔۔ میجر رالنسن غصے کی شدت سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
پھر میجر رالنسن کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے ڈائنامیٹ ستون کے ساتھ فٹ کر دیا۔
میجر رالنسن نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔
" رالنسن سپیکنگ ۔۔۔ مجرم نے ستون کے ساتھ ڈائنامیٹ فٹ کر دیا ہے۔ اب وہ

ے باہر آئے گا ۔۔۔ جیسے ہی وہ باہر آئے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دو۔
ے کے مرنے کے بعد ہم ڈائنامیٹ اتار لیں گے " ۔۔۔ میجر رالنسن نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
مگر میجر رالنسن کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم پل سے باہر آنے کی بجائے تیزی سے دوسرے ستون کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ستون کے قریب پہنچ کر ریوالور نکالا اور دوسرے لمحے سکرین پر پل کا وہ نچلا حصہ تاریک ہو گیا جہاں مجرم موجود تھا۔
" جلدی کرو ۔۔۔ دونوں اطراف سے گولیوں کی بارش کر دو ۔۔۔ اور متبادل سرچ لائٹوں کا انتظام کرو ۔ جلدی " ۔۔۔ میجر رالنسن نے حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے کہا۔
" یہ بہت خطرناک مجرم ہے ۔۔۔ انتہائی خطرناک ۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسی حرکت کریگا " ۔۔۔ میجر رالنسن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
سکرین پر میجر رالنسن نے پل پر مسلح افراد کو جھک کر پانی میں فائرنگ کرتے دیکھا۔ پل پر زبردست بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔
اور پھر سرچ لائٹیں نیچے لٹکا دی گئیں اور سکرین پر ان دونوں ستونوں کا درمیانی حصہ ایک بار پھر روشن ہو گیا۔ اس بار بلٹ پروف سرچ لائٹیں لگائی گئی تھیں۔ مگر مجرم کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔
" اوہ ! ۔۔۔ مجرم کہاں غائب ہو گیا ۔۔۔ ؟ وہ پل سے باہر نہیں جا سکتا کیونکہ اس قدر شدید فائرنگ میں وہ ایسی جرآت نہ کرے گا " ۔۔۔ میجر رالنسن نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
" میرا خیال ہے ۔۔۔ مجرم ستون پر چڑھ کر پل کے نچلے جنگلے پر پہنچ گیا ہے تبھی نظر نہیں آ رہا ہے " ۔۔۔ راجر نے کہا۔

"ہاں! — بالکل ایسا ہی ہوگا" — میجر رالنسن نے کہا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ہینڈل کو تیزی سے نیچے کر دیا اور سکرین پر دونوں ستونوں کے درمیان منظر پانی سے بلند ہونے لگا۔ چند لمحوں بعد پل کا نچلا جنگلا صاف نظر آنے لگ گیا۔

"وہ دیکھو — وہ جنگلے پر مجرم موجود ہے — وہ آہنی راڈ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر لٹک کر آگے بڑھ رہا ہے"— راجر اچانک چیخ پڑا۔

"ہاں! — وہ اب اس طرح آگے بڑھنا چاہتا ہے — ٹھیک ہے، کچھ دور آنے دو — اس کے بعد میں آدمی نیچے اتاروں گا تاکہ ڈائنامیٹ اتارا جا سکے" — میجر رالنسن نے قدرے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور پھر ابھی مجرم چند ہی فٹ آگے بڑھا ہوگا کہ میجر رالنسن سے نہ رہا گیا۔ وہ چیخ پڑا۔

"غوطہ خور نیچے بھیجو — مجرم دور جا چکا ہے — ڈائنامیٹ ستون سے اتار لو"۔

اور پھر اسی لمحے چار غوطہ خور دریا میں کود پڑے اور تیزی سے اس ستون کی طرف بڑھنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجرم آہنی راڈ پر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ غوطہ خوروں کی طرف کیا اور پھر اس کا ریوالور شعلے اگلنے لگا۔

"اوہ! — ویری بیڈ — چاروں ختم ہو گئے — مجرم کا نشانہ بے خطا ہے"۔ میجر رالنسن نے میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مجرم کے پل سے نکلنے کا انتظار کرنا چاہیئے — اس طرح جب تک وہ پل کے نیچے ہے — ہماری زد سے محفوظ ہے اور ہمارے آدمی

تم کرتے جا رہا ہے" — راجر نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"مگر ڈائنامیٹ"— میجر رالنسن نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ڈائنامیٹ وائرلیس سسٹم کے ذریعے پھٹے گا — اور جب تک مجرم کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچے گا وہ ہرگز ایسا نہ کریگا — ورنہ ظاہر ہے پل کے ساتھ ساتھ اس کے اپنے بھی پرخچے اڑ جائیں گے"— راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! — معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" — میجر رالنسن نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر پر چیخ کر کہا۔

"کوئی غوطہ خور نیچے نہ جائے — میری دوسری ہدایات کا انتظار کرو"۔

"یس باس"— دوسری طرف سے کہا گیا۔

میجر رالنسن اور راجر دونوں کی نظریں ایک بار پھر سکرین سے چپک گئیں۔ مجرم اب آہنی راڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ شاید نکل بھاگنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

"میجر — میجر — راکو ایکسپریس پل کی طرف انتہائی تیز رفتاری سے بڑھی آ رہی ہے — بس وہ پہنچنے ہی والی ہے"— ٹرانسمیٹر پر سے آواز گونجی۔

"اوہ! — اسے وائرلیس پر حکم دو کہ وہ آہستہ رفتار سے پل پر سے گزرے۔ وہاں ہمارے آدمی موجود ہیں — اور اتنے وقت میں ان سب کو ہٹایا نہیں جا سکتا"— میجر نے چیختے ہوتے کہا۔

اور پھر دو تین منٹ بعد ہی انہوں نے پل کے دروازے سے راکو ایکسپریس کا انجن داخل ہوتے دیکھا۔ اس کی رفتار خاصی کم تھی۔ گاڑی سے بچنے کے لئے وہاں موجود مسلح سپاہی سمٹ کر پل میں جگہ جگہ بنی ہوئی خالی جگہوں سے چمٹ گئے تھے۔ اسی لمحے انہوں نے مجرم کو تیزی سے پل کے اوپر چڑھتے دیکھا۔ وہ ایسی جگہ

پر سے چڑھا تھا جہاں سپاہی اس وقت موجود نہ تھے۔

"مجرم پل پر آرہا ہے — ہوشیار" — میجر رالنسن نے چیختے ہوئے کہا۔ مگر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم پل پر چڑھا اور پھر انتہائی تیزی سے ایک ڈبے کا ہینڈل پکڑ کر لٹک گیا۔ دوسرے لمحے مجرم دروازہ کھول کر گاڑی میں داخل ہو چکا تھا۔

"مجرم گاڑی میں سوار ہو گیا ہے — گاڑی کو پل کے بعد روک لو — گاڑی کو گھیر لیا جائے — اور گاڑی گزرنے کے بعد غوطہ خور نیچے جا کر ڈائنامائٹ اتار لیں" — میجر رالنسن نے چیختے ہوئے کہا

اسی دوران گاڑی کا آخری ڈبہ پل کراس کر گیا اور سمٹے ہوئے مسلح سپاہی تیزی سے اپنی جگہوں پر پہنچنے لگے۔

"آؤ راجر! — ہم خود گاڑی چیک کریں — کہیں مجرم فرار نہ ہو جائے" میجر رالنسن نے میز کے گرد چکر کھا کر باہر آتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں بھاگتے ہوئے کیبن کے دروازے سے باہر نکلے۔ مگر ابھی انہوں نے باہر کھڑی کار کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور انہیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے انہیں اٹھا کر فضا میں اچھال دیا ہو۔

دھماکے کے فوراً بعد خوفناک گڑگڑاہٹ ہوئی اور پھر اچھل کر نیچے گرتے ہوئے انہیں پل فضا میں اڑتا اور بکھرتا ہوا نظر آیا۔ دھماکے اور گڑگڑاہٹ ابھی تک جاری تھی۔

سڑک پر ترچھی کھڑی ہوئی کاروں کے قریب موجود سپاہیوں میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر صفدر کو اشارہ کیا اور صفدر نے ایکسیلیٹر سے پیر ہٹا لیا۔ گاڑی کی رفتار میں نمایاں کمی آ گئی اور صفدر کی کار کو آہستہ ہوتے دیکھ کر سامنے کھڑی کاروں کے قریب موجود سپاہی تیزی سے سڑک کی طرف سمٹنے لگے۔

صفدر کی کار آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور اس کی رفتار لمحہ بہ لمحہ کم ہوتی جا رہی تھی اور جیسے جیسے صفدر کی کار قریب آتی جا رہی تھی، سپاہی بھی اسی رفتار سے سڑک کے درمیان آتے جا رہے تھے۔

اور پھر صفدر کی کار اور سپاہیوں کے درمیان دس فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ صفدر نے یکدم پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتی سے سٹیرنگ کو دائیں طرف کاٹا اور گاڑی جھٹکا کھا کر جیسے اڑتی ہوئی سڑک کے دائیں طرف بڑھی۔ دوسرے لمحے ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور صفدر نے پھرتی سے ایک بار پھر کار کا سٹیرنگ بائیں طرف کاٹا اور پھر ایکسیلیٹر پر پیر کی پوری قوت صرف کر دی اسی لمحے صفدر کی کار پر گولیاں برسیں، مگر کوئی گولی ان تک نہ پہنچ سکی اور کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔

صفدر نے بڑی مہارت سے کام لیا تھا۔ اس کی کار دائیں طرف کھڑی کار کے پچھلے بمپر سے ٹکرائی تھی اور اس نے سڑک پر کھڑی کار کو آگے کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس طرح صفدر نے کار کو سڑک پر سے اتار کر دوبارہ سڑک پر چڑھا دیا تھا اور اسے روکنے والوں کی سکیم ناکام رہی تھی۔

صفدر آندھی اور طوفان کی طرح کار اڑاتے لئے جا رہا تھا اور پھر چند لمحوں بعد انہیں اپنے پیچھے سائرن کی تیز گونج سنائی دی۔ پولیس کاریں اب ان کا پیچھا کر رہی تھیں۔

"ہمیں یہ کار چھوڑنی پڑے گی ـــــ ہم پولیس کی طاقتور گاڑیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے" ـــــ صفدر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم اس ویرانے میں کار کیسے چھوڑ سکتے ہیں ـــــ ؟ تم اسے بھگاتے رہو میں کوشش کروں گی کہ پولیس کاریں نزدیک نہ آئیں" ـــــ جولیا نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے کار کی عقبی ونڈ سکرین پر مار دیا۔ ونڈ سکرین پر لکیروں کا جال سا بن گیا۔ جولیا نے ایک بار پھر اپنا سر نیچے کیا اور ریوالور کا دستہ پوری قوت سے دوبارہ ونڈ سکرین پر مارا۔ اور دوسرے لمحے تیز ہوا کے جھونکے کار میں داخل ہوتے۔ ونڈ سکرین باریک کرچیوں میں تبدیل ہو کر اندر سیٹ پر آ گری تھی۔

پولیس کی گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے بڑھی چلی آ رہی تھی۔

جولیا نے ریوالور کی رینج کا اندازہ کیا اور پھر اس نے ریوالور کا رخ پولیس کی گاڑی کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔

دوسرے لمحے ایک دھماکہ سا ہوا اور پولیس گاڑی کا رخ یکلخت پلٹ گیا۔

"اوہ مارا" ـــــ جولیا نے چیختے ہوتے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے

نیچے کو دبک گئی۔ کیونکہ پولیس کار کے پلٹتے ہی اس کے پیچھے آنے والی کار سے صفدر کی کار پر گولیوں کی بوچھاڑ سی ہو گئی۔

اور پھر گولیوں کی آوازوں کے ساتھ ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا اور صفدر کے ہاتھ میں سٹیئرنگ ڈولنے لگا۔ کار کا ایک ٹائر برسٹ ہو چکا تھا۔ برسٹ ٹائر کے ساتھ صفدر کار نہیں چلا سکتا تھا اس لئے اسے مجبوراً کار کو ایک طرف کر کے روکنا پڑا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے اترتے، پولیس کی کئی گاڑیوں نے انہیں گھیر لیا۔

پھر تو جیسے پولیس کے سپاہیوں کی بارش سی ہو گئی۔ ان سب کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

اب ظاہر ہے مقابلہ بے سود تھا۔ اس لئے چند ہی لمحوں میں وہ تینوں کار سے باہر تھے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں۔ ان کی تلاشی لے کر ان کی جیبیں بھی خالی کر دی گئیں اور انہیں دھکیل کر ایک پولیس کار میں سوار کر دیا گیا۔ اور پھر پولیس کاروں کا یہ قافلہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

"ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے" ـــــ ؟ صفدر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"خاموش رہو ـــــ ورنہ ہمیں گولی مار دیں گے" ـــــ قریب بیٹھے ہوئے ایک سپاہی نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بھئی دیکھو! ـــــ ہم نے تل ابیب جانا تھا ـــــ اگر ہو سکے تو ہمیں وہیں پہنچا دینا" ـــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم وہیں جا رہے ہیں ـــــ بے فکر رہو" ـــــ دوسرے سپاہی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو یہی مسئلہ حل ہوا ——— اب ہم پولیس کی حفاظت میں تل ابیب پہنچ جائیں گے" ——— صفدر نے یوں اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سیٹ سے پشت لگا دی جیسے اس کا بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا ہو۔

اور کیپٹن شکیل اور جولیا بھی مسکرا دیتے۔ ظاہر ہے وہ صفدر کی بات کا مطلب سمجھ گئے تھے کہ تل ابیب پہنچنے تک کوئی حرکت نہ کی جائے۔

عمران پُل کے آہنی راڈ پر پیٹ کے بل لیٹا گہری نظروں سے گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مقررہ وقت ختم ہونے میں بس چند سیکنڈ باقی رہ گئے تھے اور عمران کو اچھی طرح علم تھا کہ جوزف حکم کی پابندی میں مثال نہیں رکھتا۔ اس لئے چند سیکنڈ بعد اس کی انگلی سرخ بٹن کو دبا دے گی اور اس کے ساتھ ہی پل سمیت عمران کا جسم بھی فضا میں بکھرتا چلا جائے گا۔

عمران کی نظریں سیکنڈ کی سوئی پر جمی ہوئی تھیں۔ جو اب بس بارہ کے ہندسے پر پہنچنے والی تھی۔

پھر جیسے ہی سوئی بارہ کے ہندسے پر پہنچی، عمران نے بے اختیار آنکھیں بند

کر لیں۔ اب کسی بھی لمحے وہ خوفناک دھماکہ سننے کا متوقع تھا۔

مگر جب اُسے آنکھیں بند کئے کافی دیر ہو گئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ سیکنڈ کی سوئی ایک اور چکر لگا چکی تھی مگر ڈائنامیٹ اسی طرح ستون کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔

"تو کیا ڈائنامیٹ کے سسٹم میں کوئی خرابی ہو گئی ہے" ——— عمران نے سوچا کیونکہ یہ تو وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ جوزف حکم عدولی کر سکتا ہے۔

"اوہ! ——— اگر ایسا ہے تو یہ مشن ناکام ہو گیا" ——— عمران کی سوچ میں بیزاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اور عین اسی لمحے اُسے پل میں ہلکی سی لرزش محسوس ہوئی جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو عمران حیران رہ گیا کہ ڈائنامیٹ کے پھٹے بغیر آخر پل میں لرزش کیوں ہو رہی ہے کیونکہ ڈائنامیٹ تو اسے ستون کے ساتھ چپکا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔

مگر دوسرے لمحے وہ سمجھ گیا کہ یہ لرزش کسی ٹرین کی آمد کی وجہ سے ہے اور پھر چند ہی لمحوں بعد اُسے ٹرین پل میں داخل ہوتی دکھائی دی۔ اور اسی لمحے عمران کے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔ اُسے معلوم تھا کہ پل پر سوائے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بڑھی ہوئی جگہوں کے سپاہیوں کے کھڑے ہونے کی اور کوئی جگہ نہیں جہاں وہ ٹرین کے گزرتے وقت ٹھہر سکیں۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ پل پر موجود سپاہی ٹرین کی آمد کے ساتھ ہی ان بڑھی ہوئی جگہوں پر سمٹ گئے ہونگے اور جس جگہ عمران موجود تھا۔ وہاں سے وہ بڑھی ہوئی جگہ کافی دور تھی اور پھر درمیان میں کئی آہنی ستون آ جاتے تھے۔ اس لئے اس نے چلتی ہوئی گاڑی میں سوار ہو کر پل سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی

سے اٹھا اور پھر دو تین آہنی گارڈر کراس کر کے وہ پل کے اوپر پہنچ گیا۔ ٹرین آدھی گزر چکی تھی اور اس کی رفتار بھی خاصی سست تھی۔ اس لئے عمران گارڈر کے ساتھ سمٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر جیسے ہی ایک کمپارٹمنٹ کا دروازہ اس کے سامنے آیا۔ اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے وہ دروازے کے ہینڈل کو پکڑ چکا تھا۔ پھر یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے پلک جھپکنے میں وہ گاڑی کے اندر پہنچ گیا۔

یہ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ تھا جس میں ایک طویل راہداری تھی جس میں کوپوں کے دروازے کھلتے تھے۔ رات کا وقت ہونے کی وجہ سے کوپوں کے تمام دروازے بند تھے اس لئے وہ تیزی سے خالی راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا اس کے منہ پر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لگنے لگے۔ یہ دو کمپارٹمنٹس کے درمیانی خالی جگہ تھی جسے لوہے کے تختے سے جوڑ دیا گیا تھا تاکہ آسانی سے گزرا جا سکے۔

عمران نے پھرتی سے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ سیاہ رنگ کے اس واٹر پروف لباس کے نیچے اس نے عام سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے سیاہ لباس اتار کر باہر اچھال دیا اور پھر سر پر ہاتھ پھیرا۔ دوسرے لمحے اس کے سر سے بالوں کی وگ اور چہرے پر چڑھی ہوئی باریک سی جھلی اترتی چلی گئی۔ اس نے اسے بھی باہر اچھال دیا۔ اب وہ بالکل مختلف لباس اور حلیے میں تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ دروازہ کھولا اور راہداری میں آ گیا۔

اور عین اسی لمحے اسے ٹرین رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹا اور دوسرے لمحے وہ ایک طویل سانس لیکر رہ گیا کیونکہ پوری گاڑی کے گرد مسلح سپاہی موجود تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ گاڑی پوری طرح ساکن ہوتی۔ اچانک

ایک خوفناک اور دہلا دینے والا دھماکہ ہوا۔ اور عمران سہارا لینے کے باوجود اچھل کر ایک طرف جا گرا۔

پوری گاڑی سے یکلخت چیخیں بلند ہونے لگیں اور کوپوں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلنے لگے اور لوگ بے تحاشا راہداری میں دوڑتے ہوئے دروازوں کی طرف بڑھنے لگے۔ دھماکے مسلسل ہو رہے تھے اور خوفناک گڑگڑاہٹوں کی آوازوں نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔

عمران بھی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا مشن کامیاب ہو چکا ہے اور پل کے پرخچے اڑ چکے ہیں۔ گاڑی میں سوار لوگ دروازہ کھول کھول کر نیچے کودنے لگے۔ اور ہر طرف ایک خوفناک افراتفری سی مچ گئی۔ شور وغل اور چیخوں کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

اور پھر مسافروں کے ریلے میں عمران بھی گاڑی سے نیچے آ گیا۔ یہاں لوگ بری طرح گاڑی سے دور بھاگ رہے تھے۔ اندھیرے کی وجہ سے صحیح صورت حال کسی کو بھی معلوم نہ ہو رہی تھی اور ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا کہ گاڑی کو حادثہ پیش آ گیا ہے اس لئے ہر شخص جلد از جلد گاڑی سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔

عمران بھی اسی ہجوم میں دوڑتا ہوا گاڑی سے کافی دور نکل آیا اور پھر مختلف راستوں پر چکر لگاتا ہوا وہ شہر میں داخل ہو گیا۔

جوزف نے ٹھیک وقت پر بٹن دبایا تھا۔ اگر وہ چند منٹ دیر نہ کرتا تو یقیناً اس وقت عمران جنت میں بیٹھا حوروں سے باتیں کر رہا ہوتا۔

تھوڑی دیر بعد عمران سارا ب کے خفیہ اڈے پر پہنچ گیا۔ خفیہ اڈے میں اس وقت صرف رک موجود تھا جس کے چہرے پر شدید پریشانی نمایاں تھی۔ کیونکہ خوفناک

دھماکوں اور گڑگڑاہٹ کی آوازیں اس نے بھی سنی تھیں لیکن چونکہ وہ اوٹے پر تھا اس لئے باہر نہ جا سکتا تھا۔

"کیا ہوا پرنس ___ یہ دھماکے کیسے تھے" ___؟ رکن نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی پریشان لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا ___ صرف پل ٹوٹ گیا ہے" ___ عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا اور پھر ایک کرسی پر ڈھیر ہو جانے کی صورت میں بیٹھ گیا۔

"اوہ! ___ اتنا بڑا پل ٹوٹ گیا ___ مگر کیسے" ___؟ رکن نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بڑی چیز جلدی ٹوٹ جاتی ہے مسٹر رکن ___ اس لئے چھوٹی چیز کی قیمت زیادہ ہوتی ہے" ___ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔

اسی لمحے دروازے پر مخصوص انداز کی دستک سنائی دی اور رکن تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد جب رکن واپس آیا تو جوزف اس کے ہمراہ تھا۔ عمران کو سامنے بیٹھا دیکھ کر جوزف کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"باس! ___ شکر ہے کہ آپ زندہ سلامت ہیں" ___ جوزف نے خوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"جناب! ___ اگر آپ اجازت دیں تو میں باہر کے حالات معلوم کر آؤں" ___! رکن نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ___ تم جاؤ ہم یہاں موجود ہیں ___ اور سنو! ساراب کہاں ہے"؟ عمران نے کہا۔

"باس کا تھوڑی دیر پہلے ٹیلیفون آیا تھا کہ وہ صبح آئے گا ___ وہ آپ کے

متعلق بھی پوچھ رہے تھے" ___ رکن نے جواب دیا۔

"او کے ___ صبح ملاقات ہو جائے گی" ___ عمران نے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔

اور رکن تیزی سے باہر کی طرف نکل گیا۔ اس کے چہرے پر چھایا ہوا تجسس صاف نظر آرہا تھا۔

"جوزف! ___ تم نے بٹن دبانے میں دیر کیوں کر دی تھی" ___؟ رکن کے جاتے ہی عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے جوزف سے پوچھا۔

"وہ ___ باس میری گھڑی بند ہو گئی تھی" ___ جوزف نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ___ گھڑی بند ہو گئی تھی ___ اب چل رہی ہے" ___؟ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں باس! ___ پانچ منٹ رک جانے کے بعد وہ خود بخود چل پڑی تھی" ___ جوزف نے عمران کو مسکراتے دیکھ کر قدرے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ایسا کرو جوزف! ___ اس گھڑی کو مجھے دے دو ___ انعام میں چار بوتلیں وہسکی" ___ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے باس! ___ اتنا بڑا انعام ___ مگر باس! ___ کہیں آپ میری پانچ منٹ کی دیر سے ناراض تو نہیں" ___ جوزف نے کہا۔

اور پھر جب عمران نے جوزف کو تفصیل بتائی کہ کس طرح اس کے پانچ منٹ دیر کرنے سے عمران کی زندگی بچ گئی ہے تو جوزف خوشی کے مارے ناچنے لگا۔ وہ بار بار اپنی گھڑی کو چوم رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے سر کو یوں تھپکیاں دے رہا تھا جیسے اس کے دماغ نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

" اچھا لبس ! ــــ اب ٹارچ بند کرو اور الماری کھول کر دیکھو کچھ کھانے کو بھی ہے یا نہیں " ــــ عمران نے کہا اور جوزف تیزی سے الماری کی طرف بڑھ گیا۔

کرنل ڈیوڈ کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ زخمی چیتے کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ بار بار اپنی مٹھیاں بھینچتا اور پھر کھول دیتا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے وہ اپنا سر دیوار سے دے مارے گا۔ ابھی ابھی اسے پل کے تباہ ہونے کی خبر ملی تھی اور پھر فوراً بعد ہی وزیر اعظم نے ٹیلیفون پر اسے بری طرح جھاڑ دیا تھا کہ اب اس کا محکمہ نکما ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے ڈیم کی تباہی اور اس کے بعد اس عظیم پل کی تباہی نے اسرائیل کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ یہ اتنی کاری ضربات تھیں کہ پورے ملک میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

ڈیم کی تباہی کے بعد کرنل ڈیوڈ وزیر اعظم کو مجرموں کی آمد کے متعلق بتا چکا تھا اور ساتھ ہی اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ جلد از جلد مجرموں کو گرفتار کر لے گا۔ مگر اب پل کی تباہی نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

" اگر یہ مجرم اسی طرح آزاد رہے تو انہوں نے پورے ملک کو تباہ کر دینا ہے۔

؟ کیا یہ نکموں کی ٹولی بن گئی ہے " ــــ ؟

خر یہ جی۔ پی۔ فائیو کیا کر رہی ہے ــــ

زیر اعظم کا سخت غصے کے عالم میں یہ فقرہ ابھی تک کرنل ڈیوڈ کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

ادھر ٹرین ایک خوفناک حادثے سے بچ گئی تھی جب کہ وہ بغیر ڈرائیور کے اسٹیشن سے باہر خود بخود رک گئی تھی۔ کرنل ڈیوڈ کو اس کی رپورٹ بھی مل چکی تھی۔

چند لمحے ٹہلنے کے بعد کرنل ڈیوڈ کسی خیال کے تحت تیزی سے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف جھپٹا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا ٹیلیفون کی گھنٹی تیزی سے بج اٹھی۔ کرنل ڈیوڈ نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

" یس ــ کرنل ڈیوڈ سپیکنگ " ــــ اس نے حتی الوسع اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا کیونکہ فون کسی اہم شخصیت کا ہی ہو سکتا تھا۔

" باس ! ــــ جی۔ پی۔ فائیو سیکنڈ لائن سپیکنگ " ــــ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" کیا بات ہے " ــــ ؟ کرنل غصے سے دھاڑا۔

" جناب ! ــــ تین مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے " ــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

" کیا کہا ــــ تین مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے ــــ کیسے ــــ ؟ رپورٹ دو " ــــ کرنل نے چونک کر پوچھا۔

" جناب ! ــــ تین مجرموں نے جنہوں نے ٹرین میں جی۔ پی۔ فائیو کے دستے کو قتل کر دیا تھا۔ ٹرین سے اتر کر رالبو قصبے کا رخ کیا ــــ مرنے سے پہلے ایک سپاہی نے ہمیں کال کر دیا تھا ــــ چنانچہ ہمارے آدمی جگہ جگہ پھیل گئے ــــ تینوں مجرموں نے رالبو قصبے سے ایک کار چرائی ــــ اتفاق سے مالک جاگ رہا تھا۔ اس

نے کار سٹارٹ ہونے کی آواز سُنی تو اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور پو
اس نے ہمیں ٹیلیفون کر دیا ـــــ اپنی کار کا نمبر بتانے کے ساتھ اس نے مجر
کے متعلق بھی بتا دیا کہ ان میں دو مرد اور ایک عورت ہے ـــــ اس کے بتا
ہوئے حلیے کے مطابق وہ تینوں مجرم وہی تھے جن کی ہمیں تلاش تھی، چنانچہ تم
گشتی کاروں کو الرٹ کر دیا گیا ـــــ پھر ایک کار نے انہیں چیک کر لیا مگر چونکہ وہ
بے حد سفاک اور چالاک تھے اس لئے کار میں سوار سپاہیوں نے انہیں جانے
اور پھر ان کے متعلق تمام تفصیلات وائرلیس پر نشر کر دی گئیں چنانچہ ایک جگہ ہائی
پر انہیں روکنے کا بندوبست کیا گیا ـــــ مگر وہ لوگ گھیرا توڑ کر نکل گئے ـــــ لیکن
جلد ہی ان کی کار کا ٹائر برسٹ کر کے انہیں پکڑ لیا گیا" ـــــ دوسری طرف سے تفصیل
بتاتے ہوئے جواب دیا گیا۔

"ہوں! ـــ اب وہ مجرم کہاں ہیں" ـــ کرنل ڈیوڈ نے اس بار نرم لہجے میں کہا کیونکہ تینوں مجرموں کی گرفتاری کی خبر خاصی خوشگوار تھی۔

"آپ کی ہدایات کے مطابق انہیں تل ابیب لایا جا رہا ہے" ـــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ٹھیک ہے ـــ انہیں ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا جائے ـــ اور سنو! ہر قیمت پر ان کی حفاظت کی جائے ـــ میں اس بار انہیں کھونا نہیں چاہتا ـــ ورنہ سب کو گولی مار دوں گا" ـــ کرنل ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــ اس بار وہ ہمارے ہاتھ سے نہیں نکل سکتے صبح کے قریب وہ ہیڈ کوارٹر پہنچا دیئے جائیں گے" ـــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"میں ان کا انتظار کر رہا ہوں" ـــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس کی انگلیاں تیزی سے نمبر گھمانے میں مصروف ہو گئیں۔

چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس! ـــ پی۔ اے ٹو پرائم منسٹر" ـــ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ ـــ پرائم منسٹر سے بات کراؤ" ـــ کرنل ڈیوڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس سر! ـــ ایک منٹ ہولڈ فرمائیے" ـــ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکدم مؤدبانہ ہو گیا۔

اور پھر ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور کرنل ڈیوڈ سمجھ گیا کہ پرائم منسٹر سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔

"ہیلو کرنل ڈیوڈ! ـــ اب کیا بات ہے" ـــ؟ وزیراعظم نے سرد لہجے میں کہا۔

"جناب! ـــ میں آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ تینوں مجرم گرفتار کر لئے گئے ہیں" ـــ کرنل ڈیوڈ نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــ اتنی جلدی ـــ ویری گڈ" ـــ وزیراعظم کے لہجے میں نرمی آ گئی تھی۔

"یس سر! ـــ جی۔ پی۔ فائیو کے ہاتھوں مجرم زیادہ دیر تک نہیں بچ سکتے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے بڑے فخر سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ وہی مجرم ہیں جنہوں نے پل تباہ کیا ہے" ـــ؟ وزیراعظم نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

" نہیں جناب! ـــــ دراصل پانچ مجرموں کا گروہ ہے ـــــ جن میں سے دو الگ کام کر رہے ہیں ـــــ اور تین الگ ـــــ یہ تین وہ مجرم ہیں جنہوں نے کئی فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا ـــــ اور ٹرین تباہ کرنا چاہتے تھے ـــــ مگر خوش قسمتی سے ٹرین بچ گئی" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

" اوہ! ـــــ اس کا مطلب ہے کہ پل تباہ کرنے والے مجرم ابھی آزاد ہیں"۔ وزیر اعظم کے لہجے میں ایک بار پھر سختی عود کر آئی۔

" جناب ـــــ وہ بھی جلد گرفتار ہو جائیں گے ـــــ ان تین کی گرفتاری کے بعد ان کا بچنا ناممکن ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

" اوکے! ـــــ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تمہارے محکمہ نے کچھ کام کیا ـــــ میں جلد از جلد ان مجرموں سے متعلق تفصیلی رپورٹ چاہتا ہوں" ـــــ وزیر اعظم نے کہا۔

" بہتر جناب" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا کیونکہ دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا تھا۔

رسیور رکھ کر کرنل ڈیوڈ نے انٹرکام پر ہیڈ کوارٹر میں مجرموں کی آمد اور انہیں بلیو روم میں قید کرنے کا حکم دیا اور پھر وہ بے جان انداز سے کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ مجرموں نے اس قدر تیزی سے جو تباہی پھیلائی تھی کہ اس کے تصور سے ہی کرنل ڈیوڈ کو جھرجھری آ گئی تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان مجرموں کو ایسی عبرتناک سزا دے گا کہ ان کی روحیں بھی صدیوں تک بلبلاتی رہیں گی۔

" رک خفیہ اڈے سے نکل کر جیسے ہی شہر میں آیا۔ اس نے پل کی ہولناک تباہی کے متعلق تفصیل سے سب کچھ سن لیا۔ یہ تباہی اس قدر شدید تھی کہ پورے شہر پر ایک مایوسی سی پھیلی ہوئی تھی اور ہر طرف چہ میگوئیاں سی ہو رہی تھیں کہ اس پل کی تباہی سے ملک کو عظیم اور ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ نیا پل تیار ہونے تک مشرقی اور مغربی اسرائیل کے درمیان رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ اس طرح معیشت کو جو دھچکا پہنچے گا وہ اس قدر شدید ہو گا کہ جس کی تلافی سالوں تک ممکن نہ ہو گی۔

رک" کچھ سوچتا ہوا پل کی طرف بڑھ گیا جہاں قدم قدم پر مسلح فوجی موجود تھے مگر چونکہ وہاں جانے والے افراد سینکڑوں کی تعداد میں تھے اس لئے مسلح فوجی بے بس تھے۔

رک نے جب خود اپنی آنکھوں سے جا کر وہ تباہی دیکھی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پورا پل تباہ ہو چکا تھا اور سینکڑوں مسلح سپاہی ہلاک ہو چکے تھے ابھی یہ شکر تھا کہ ٹرین پل کراس کر چکی تھی ورنہ شاید یہ تباہی اور بھی زیادہ ہولناک ہو جاتی۔

رک کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ۳۵۰ میگا سُپر پاور کا ڈائنامیٹ اور وائرلیس مشین پرنس اور اس کا ساتھی لے کر گیا تھا اور رک جانتا تھا کہ اتنے طاقتور ڈائنامیٹ سے ہی اتنا بڑا پل تباہ کیا جا سکتا ہے مگر اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اکیلے پرنس نے اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر اتنا بڑا پل تباہ کر دیا ہے۔ مگر تباہی اس کی آنکھوں کے سامنے تھی اس لئے یقین کرنا پڑتا تھا۔ اس کے ذہن میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ اتنی بڑی تباہی نے اس کے ذہن پر شدید اثر کیا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ ایسے خوفناک مجرموں کو مزید آزادی نہیں ملنی چاہیئے۔ ورنہ وہ پورے ملک کو تباہ کر دیں گے۔ مگر چونکہ وہ خود مجرم تھا اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ مجرموں کی گرفتاری کے ساتھ ساتھ وہ اور اس کا گروہ باس سمیت جی۔ پی۔ فائیو کے چنگل میں آجائے گا اور ظاہر ہے کہ پھر برقی کرسی ان کا نصیب بنے گی۔ مگر پل کی تباہی کے سامنے اُسے اپنے جرائم بچوں کا کھیل محسوس ہو رہے تھے۔ اور پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ جی۔ پی۔ فائیو نے اگر انہیں معافی دے دی تو وہ ان خطرناک مجرموں کو جی۔ پی۔ فائیو کے حوالے کر دیگا۔

چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ ایک مسلح فوجی کی طرف بڑھ گیا۔

" میں جی۔ پی۔ فائیو کے کسی بڑے افسر سے ملنا چاہتا ہوں " ——— رک نے فوجی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" کیوں " ——— ؟ فوجی نے چونک کر پوچھا۔

" میں مجرموں کے بارے میں ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں ——— مگر کسی بڑے افسر کے سامنے " ——— رک نے مضبوط لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ ! ——— میرے ساتھ آؤ ——— میجر رالنسن یہاں کا انچارج ہے ——— میں تمہیں اس سے ملا دیتا ہوں " ——— فوجی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر رک

اس کے ساتھ چلتا ہوا دُور موجود ایک کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کیبن میں میجر رالنسن کرسی پر سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بے جان سی ہو رہی تھیں۔

" سر ! ——— یہ شخص مجرموں کے بارے میں کوئی انکشاف کرنا چاہتا ہے " فوجی نے کیبن کے اندر داخل ہو کر کہا۔

" کیا کہا ——— ؟ مجرموں کے بارے میں انکشاف " ——— میجر رالنسن اچھل کر سیدھا ہو گیا۔

" جی ہاں جناب ! ——— میں جانتا ہوں کہ پل تباہ کرنے والے مجرم کون ہیں ——— اور اس وقت کہاں ہیں " ——— رک نے کہا۔

" کیا تم صحیح کہہ رہے ہو " ——— ؟ میجر رالنسن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید جوش کے آثار پھیل گئے۔

" مگر جناب ! ——— اس کے لئے میری ایک شرط ہو گی " ——— رک نے جواب دیا۔

" شرط ! ——— کیسی شرط " ——— میجر رالنسن نے چونک کر پوچھا۔

" جناب ! ——— میں خود ایک مجرم ہوں ——— میں اس شرط پر مجرموں کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے معافی دے دی جائے " ——— رک نے شرط بتاتے ہوئے کہا۔

" تم معافی کی بات کر رہے ہو ——— اگر تم نے ان بھیانک مجرموں کا سراغ بتا دیا تو تم مجرم نہیں ——— قومی ہیرو بن جاؤ گے " ——— میجر رالنسن نے تیز لہجے میں کہا۔

" جناب ! ——— میں پہلے اس بات کی ضمانت چاہتا ہوں " ——— رک نے

مخصوص لہجے میں کہا۔

"اوہ ٹھہرو! — میں تمہاری بات جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ سے کرا دیتا ہوں — پھر تو تمہیں یقین آ جائے گا" — میجر رالنسن نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! — ان پر مجھے مکمل اعتماد ہے" — رک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور میجر رالنسن نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس پر ہیڈ کوارٹر کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ اوور۔"

"میجر رالنسن سپیکنگ باس — ہمارے پاس ایک آدمی پہنچا ہے جو مجرموں کا سراغ بتا سکتا ہے — مگر چونکہ وہ خود مجرم ہے اس لئے اپنے تحفظ کی ضمانت چاہتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ پیشکش کی ہے کہ وہ آپ سے بات کر لے۔ اوور" — میجر رالنسن نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ! — ہم اُسے ہر قسم کا تحفظ دینے کے لئے تیار ہیں — میری اس سے بات کراؤ۔ اوور" — دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی جوش بھری آواز سنائی دی۔

"تم خود بات کر لو مسٹر" — میجر رالنسن نے رک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر! — میں رک لوگارو بول رہا ہوں۔ اوور" — رک نے آگے بڑھ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر رک! — کیا پل کو تباہ کرنے والے مجرموں کے متعلق تمہیں واقعی علم

ہے۔ اوور" — دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

"یس سر! — نہ صرف علم ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں موجود ہیں — سر! — میں ایک چھوٹا سا مجرم ہوں، لیکن ملک کی اس قدر بھیانک تباہی دیکھ کر میرا ضمیر جاگ اٹھا ہے — اس لئے میں یہ اقدام کر رہا ہوں — مگر میں نہیں چاہتا کہ مجرموں کی گرفتاری کے بعد مجھے بھی گرفتار کر لیا جائے۔ اوور" — رک نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر رک! — میں بحیثیت سربراہ جی۔ پی۔ فائیو تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا — بلکہ میں یہ بھی آفر کرتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو جی۔ پی۔ فائیو کے خفیہ شعبے ریڈ فائیو میں شامل ہو جاؤ — تمہارا نام ہرگز سامنے نہیں آئے گا۔ اوور" — کرنل ڈیوڈ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب — میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ اوور" — رک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میجر رالنسن اوور" — اس بار کرنل ڈیوڈ، میجر رالنسن سے مخاطب ہوا۔

"یس سر اوور" — میجر رالنسن نے ٹرانسمیٹر اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہر قیمت پر ان مجرموں کو زندہ گرفتار کرنا ہے — ان کی گرفتاری کے بعد انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہیڈ کوارٹر لے آؤ — اور دیکھو! تمام آپریشن انتہائی ہوشیاری سے ہونا چاہئے — میں مجرموں کا سراغ نہیں کھونا چاہتا۔ اوور" — کرنل ڈیوڈ نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا

"آپ بے فکر رہیں جناب! — مجرم اس بار میرے ہاتھوں سے نہ نکل سکیں گے۔ اوور" — میجر رالنسن نے جواب دیا۔

" اوور اینڈ آل "۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور میجر رالنسن نے بٹن آف کر کے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

" ہاں تو مسٹر رک "۔۔۔۔۔ میجر رالنسن نے رک کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

" جناب!۔۔۔۔ مجرم تعداد میں دو ہیں۔۔۔۔ اور وہ اس وقت تیرہویں گلی میں واقع ایک خفیہ اڈے میں موجود ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ کم از کم دس مسلح سپاہیوں کو لیکر میرے ساتھ چلیں۔۔۔۔ وہ یقیناً اس وقت سوئے ہوئے ہوں گے۔۔۔۔ ہم انہیں آسانی سے گرفتار کر لیں گے "۔۔۔۔ رک نے کہا۔

" ٹھیک ہے "۔۔۔۔ میجر رالنسن نے کہا اور پھر اس نے ایک سپاہی کو بلا کر اُسے راجر کو بلانے کے لئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد راجر بھی وہاں پہنچ گیا۔

" راجر!۔۔۔ مجرموں کا سراغ مل گیا ہے۔۔۔ دس انتہائی ہوشیار تجربہ کار مسلح افراد اپنے ہمراہ لے لو "۔۔۔۔ میجر رالنسن نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

" اوہ!۔۔۔ ویری گڈ!۔۔۔۔ میں ابھی انتظام کرتا ہوں "۔۔۔۔ راجر نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا کیبن سے باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس کیبن میں آیا۔

" باہر دو جیپیں دس مسلح افراد سے لدی ہوئی موجود ہیں "۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

" اوکے۔۔۔۔ آؤ مسٹر رک "۔۔۔۔ میجر رالنسن نے رک کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور پھر رک اور راجر سمیت وہ کیبن سے نکل کر باہر کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد یہ قافلہ تیرھویں گلی کے سرے پر پہنچ گیا۔ رک کے کہنے پر وہ سب اتر کر پیدل آگے بڑھے۔

رک آگے آگے تھا۔ اس کے پیچھے میجر رالنسن اور راجر تھے اور ان کے بعد دس مسلح سپاہی تھے جن کے پاس سٹین گنیں تھیں۔

" اڈے کا کوئی خفیہ راستہ تو نہیں "۔۔۔۔ میجر نے رک سے پوچھا۔

" ہے تو سہی۔۔۔۔ مگر ان مجرموں کو معلوم نہیں "۔۔۔۔ رک نے جواب دیا اور پھر وہ اڈے کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر مخصوص انداز میں دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے میں جانی کی شکل نظر آئی۔

" جانی باہر آؤ "۔۔۔۔ رک نے جانی کا بازو پکڑ کر اُسے باہر کھینچتے ہوئے کہا اور جانی خاموشی سے باہر آ گیا۔

مگر باہر مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر وہ بُری طرح چونکا۔

" خبردار!۔۔۔۔ آواز نہ نکالنا۔۔۔۔ ورنہ تمہیں ڈھیر کر دوں گا "۔۔۔۔ میجر رالنسن نے ہاتھ میں پکڑے ریوالور کا رُخ جانی کی طرف کرتے ہوئے کہا اور پھر اس کے اشارے پر دو سپاہی جانی کو لے کر واپس جیپ کی طرف چلے گئے۔

" میرے پیچھے چلے آیئے۔۔۔۔ مگر احتیاط سے "۔۔۔۔ رک نے میجر رالنسن سے کہا اور پھر وہ دروازے میں داخل ہو گیا۔ میجر رالنسن اور راجہ اس کے پیچھے تھے۔ دبے قدموں چلتے ہوئے وہ اڈے کے ہال میں پہنچ گئے۔

اڈے کے ایک طرف سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ رک نے اشارہ کیا اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ میجر اور راجہ اس کے پیچھے تھے جبکہ ان کی پیروی سپاہی کر رہے تھے۔ وہ سب اتنی احتیاط سے چل رہے تھے کہ ان کے قدموں

سے ذرا سی بھی آواز پیدا نہ ہو رہی تھی ۔
اوپر مہمان خانہ تھا جہاں جوزف اور عمران موجود تھے ۔ رک نے آگے
بڑھ کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی ۔
" کون ہے " ۔۔۔۔ ؟ اندر سے عمران کی آواز آئی ۔
" میں رک ہوں پرنس ! ۔۔۔۔ باس کا ضروری پیغام ہے " ۔۔۔۔ رک نے
جواب دیا
اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا ۔
مگر دروازہ کھلتے ہی رک اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا ۔ اور میجر رالنسن اور
راجر ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے عمران کو دھکیلتے ہوئے کمرے کے اندر داخل
ہو گئے ۔
" خبردار ! ۔۔۔ اپنے ہاتھ اٹھالو " ۔۔۔۔ میجر نے عمران اور جوزف سے مخاطب
ہو کر کہا ۔
جوزف پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا ۔
میجر رالنسن اور راجر کے اندر داخل ہوتے ہی پانچ مسلح سپاہی بھی کمرے
میں پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی سٹین گنیں تان لیں ۔
" بس اتنا سا کام تھا ۔۔۔۔ یہ تو تم دروازے کے باہر بھی کہہ سکتے تھے "
عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ اٹھا لئے
ظاہر ہے جوزف نے بھی اس کی پیروی کی ۔
" دیوار کے ساتھ منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ ۔۔۔۔ ہم تمہاری تلاشی لیں گے "
میجر رالنسن نے سخت لہجے میں کہا
اور عمران بڑے اطمینان سے دیوار کی طرف مڑ گیا ۔ جوزف بھی پلنگ

اٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ اس نے بھی دیوار کی طرف منہ کر لیا ۔
دوسرے لمحے میجر نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا اور اس سپاہی نے بڑی
پھرتی سے ان دونوں کی تلاشی لی ۔ مگر اس وقت ظاہر ہے ان دونوں کے پاس
کیا ہو سکتا تھا ۔
تلاشی مکمل ہوتے ہی دو سپاہی سٹین گنیں لیکر عمران کے پہلو میں پہنچ گئے
اور پھر میجر رالنسن نے اس کے ہاتھ پشت پر کر کے اُسے ہتھکڑی پہنا دی ۔
یہی کام جوزف کے ساتھ بھی کیا گیا ۔
اور پھر میجر اور راجر ان دونوں کو دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر آئے ۔ دروازے
پر رک کھڑا مسکرا رہا تھا ۔
" اچھا پیغام دیا ہے تمہارے باس نے " ۔۔۔۔ عمران نے رک کے قریب
سے گزرتے ہوئے مسکرا کر کہا ۔
اور رک عمران کی جرآت ، دلیری اور بے خوفی پر حیران رہ گیا ۔
" راجر ! ۔۔۔ تم فوراً کار دروازے پر لے کر آؤ " ۔۔۔۔ میجر رالنسن نے
راجر سے مخاطب ہو کر کہا اور راجر سر ہلاتے ہوئے بھاگتا ہوا بیرونی دروازے
کی طرف بڑھ گیا ۔
" میرا جی تو چاہ رہا ہے کہ تمہاری یہیں بوٹیاں اڑا دوں ۔۔۔۔ مگر
باس نے تمہیں زندہ گرفتار کرنے کے لئے کہا ہے ۔۔۔۔ اس لئے مجبور ہوں "
میجر نے دانت پیستے ہوئے کہا ۔
" خوبصورت آدمی ہو ۔۔۔۔ کیوں دانت پیس پیس کر اپنی شکل بگاڑ رہے
ہو " ۔۔۔۔ عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا ۔
اور میجر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ۔۔۔۔ مگر وہ کرنل ڈیوڈ کی وجہ

سے مجبور تھا۔

"کار آگئی ہے" ــــــ اسی لمحے راجر نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آگے بڑھو" ــــــ میجر نے عمران کو دھکیلتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور جوزف کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ ایک مسلح سپاہی بیٹھ گیا۔ راجر ڈرائیونگ سیٹ پر تھا جبکہ میجر ہاتھ میں ریوالور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ البتہ اس نے اپنا رخ پیچھے کی طرف ہی کیا ہوا تھا۔ عمران نے کار کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے وہ دوستوں کے ساتھ کسی تفریحی سفر پر جا رہا ہو۔

کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی تیزی سے شہر کے مضافات میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے ہوائی اڈے پر پہنچ گئی۔

یہاں ایک کافی بڑا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ تھوڑی دیر میں عمران اور جوزف کو اس ہیلی کاپٹر پر منتقل کر دیا گیا۔ میجر رالسن اور راجر ان کے ہمراہ ہی ہیلی میں سوار ہو گئے جب کہ باقی سپاہی واپس چلے گئے۔

میجر کے کہنے پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کا انجن سٹارٹ کیا اور چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا کو پولیس کار میں سفر کرتے ہوئے تقریباً پانچ گھنٹے گزر گئے۔ ایک پولیس کار ان سے آگے جا رہی تھی جبکہ دو پولیس کاریں ان کے پیچھے تھیں۔ ان کی کار میں ڈرائیور کے علاوہ چار مسلح سپاہی موجود تھے۔ ان چاروں کے پاس ریوالور تھے۔

حالانکہ ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ مگر سفر کے دوران سپاہی اتنے چوکنے رہے تھے کہ انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی ریوالور نیچے نہ کئے تھے۔

"تل ابیب کتنی دور ہے ــــــ میری تو بیٹھے بیٹھے ٹانگیں اکڑ گئی ہیں" ــــــ اچانک صفدر نے قریب بیٹھے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بس ایک گھنٹے کا سفر باقی رہ گیا ہے" ــــــ سپاہی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ہیڈ کوارٹر جانے سے پہلے کسی کیفے میں بیٹھ کر ناشتہ کر لیں ــــــ منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو جائیں" ــــــ صفدر نے کہا۔

"خاموش بیٹھے رہو ــــــ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں" ــــــ سپاہی

نے اس بار ڈانٹ کر کہا۔

اُسی لمحے ڈرائیور نے گاڑی ایک پٹرول پمپ کی طرف موڑ دی۔ پولیس کی تمام کاریں پٹرول پمپ پر رک گئیں۔

اور پھر ایک سپاہی کے کہنے پر پمپ بوائے نے گاڑیوں میں پٹرول بھرنا شروع کر دیا۔

"اچھا پانی تو پلا دو"۔۔۔ صفدر نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا اور سپاہی سر ہلاتے ہوئے نیچے اتر گیا۔

ڈرائیور بھی گاڑی سے نیچے اتر گیا تھا جب کہ باقی تین سپاہی کاروں میں ہی بیٹھے رہے تھے۔ ان میں سے ایک اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا اور دو صفدر، جولیا اور کیپٹن شکیل کی پشت پر تھے۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ ہمیں بہرحال کسی طرح ہیڈ کوارٹر نہیں پہنچنا چاہیے" صفدر نے کوڈ ورڈز میں قریب بیٹھے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم تو تمہاری وجہ سے خاموش ہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ یہاں سے نکلتے ہی آپریشن شروع ہو جانا چاہیے"۔ صفدر نے کہا۔

"تم کونسی زبان میں باتیں کر رہے ہو۔۔۔ خاموش رہو"۔۔۔ پیچھے بیٹھے ہوئے ایک سپاہی نے سخت لہجے میں کہا۔

اُسی لمحے سپاہی جگ اور گلاس لے کر آ گیا۔ اُس نے گلاس میں پانی ڈال کر خود ہی گلاس صفدر کے منہ سے لگا دیا۔ پھر اسی طرح اس نے جولیا اور کیپٹن شکیل کو بھی پانی پلایا۔

تھوڑی دیر بعد قافلہ دوبارہ سفر پر روانہ ہو گیا۔

پٹرول پمپ سے تقریباً دو میل آگے بڑھنے کے بعد اچانک گاڑی کو جھٹکے لگنے لگ گئے۔

"کیا ہوا"۔۔۔؟ قریب بیٹھے سپاہی نے ڈرائیور سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"شائد پلگوں میں کچرا پھنس گیا ہے۔۔۔ صاف کرنا پڑے گا"۔۔۔ ڈرائیور نے جواب دیا اور پھر گاڑی اس نے سڑک کے کنارے روک دی۔

پیچھے سے آنے والی گاڑیاں بھی رک گئیں اور ان سے آگے جانے والی گاڑی بھی مڑ کر ان کی طرف واپس آنے لگی۔

"کیا ہوا"۔۔۔؟ پچھلی گاڑیوں سے سپاہیوں نے باہر نکل کر آتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ پلگوں میں کچرا آ گیا ہے۔۔۔ صاف کرنا پڑے گا"۔۔۔ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر بونٹ اٹھا لیا۔

تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہی بھی ٹانگیں سیدھی کرنے کے لئے نیچے اتر گئے۔ اور پھر کار میں وہ اکیلے رہ گئے۔ مگر ظاہر ہے باہر مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔

کیپٹن شکیل نے صفدر کی طرف دیکھا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ صفدر نے پھرتی سے اپنے دونوں بندھے ہوئے ہاتھ سر کے اوپر سے گھماتے ہوئے سامنے کر لئے۔

کیپٹن شکیل اور جولیا نے بھی ایسا ہی کیا اور پھر صفدر نے جسم کو آگے کی طرف جھکایا اور ڈیش بورڈ میں پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا۔ سپاہی اُسے باہر نکلتے ہوئے ڈیش بورڈ میں رکھ گیا تھا۔ ریوالور کی نال پر سائیلنسر چڑھا ہوا تھا۔

صفدر نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور سنبھالا اور پھر اس کی نال کیپٹن شکیل کی ہتھکڑی کے جوڑ پر ٹکا کر اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک ہلکی سی چٹ کی آواز نکلی اور کیپٹن شکیل کی ہتھکڑی ٹوٹتی چلی گئی۔ گولی نے جوڑ کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ گولی ہتھکڑی کو توڑ کر سیٹ کے فوم میں گھس گئی تھی۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے ہاتھ ہتھکڑی سے آزاد کرائے اور صفدر کے ہاتھوں سے ریوالور لے لیا۔

دوسرے لمحے ایک اور چٹ کی آواز ابھری اور صفدر کے ہاتھ بھی آزاد ہو گئے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے" ۔۔۔۔ ؟ ایک سپاہی نے کھڑکی کے قریب آتے ہوئے پوچھا اس نے شاید آواز سن لی تھی۔

"کچھ نہیں بھائی! ۔۔۔۔ ہیڈ کوارٹر کا انتظار کر رہے ہیں" ۔۔۔۔ صفدر نے مسکین سے لہجے میں جواب دیا۔ اور سپاہی ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

کیپٹن شکیل نے جولیا کے ہاتھ بھی اسی انداز میں آزاد کرائے اور پھر اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔

"کم از کم بیس سپاہی باہر ہوں گے ۔۔۔۔ اور ریوالور میں شاید چار یا پانچ گولیاں ہوں گی" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"فکر نہ کرو ۔۔۔۔ چلتی گاڑی میں آسانی رہے گی ۔۔۔۔ پانچ آدمی ٹھکانے لگانے پڑیں گے" ۔۔۔۔ صفدر نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔ انہوں نے اپنے بازو دوبارہ پہلے والے انداز میں کر لئے تھے۔

چند لمحوں بعد لوہٹ گرا دیا گیا اور سپاہی واپس کار میں سوار ہو گئے۔

اس بار ڈرائیور نے کار سٹارٹ کی تو کار ایک جھٹکے سے چل پڑی۔

"ارے میرا ریوالور" ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد سامنے بیٹھے ہوئے سپاہی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا۔ کیپٹن شکیل، صفدر اور جولیا بیک وقت بجلی کی سی تیزی سے مڑے اور دوسرے لمحے پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہیوں کے ریوالور ان کے ہاتھوں میں تھے۔

سپاہی ایک لمحے کے لئے بت بنے بیٹھے رہ گئے۔ کیونکہ یہ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے ہتھکڑیوں سے اپنے ہاتھ آزاد کرا لیں گے۔

اور اسی حیرت کے لمحے سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔

صفدر نے ریوالور کا رخ ان تینوں کی طرف کیا جب کہ جولیا نے ریوالور سامنے والے سپاہی کی گدی سے لگا دیا۔ اور کیپٹن شکیل کا ریوالور ڈرائیور کی طرف اٹھ گیا۔

"آرام سے گاڑی چلاتے رہو ۔۔۔۔ ورنہ ڈھیر کر دوں گا" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے تیز لہجے میں کہا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل نے جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور نکالا اور صفدر کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

دوسرے لمحے ریوالور سے چٹ چٹ کی آوازیں ابھریں اور پیچھے بیٹھے ہوئے تینوں سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ گولیاں ٹھیک ان کے دلوں پر پڑی تھیں اس لئے وہ چیخ بھی نہ سکے۔

اور پھر صفدر نے تیزی سے مڑ کر ڈرائیور کے قریب بیٹھے سپاہی کا بھی یہی حشر کیا اور اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹک گیا۔

ڈرائیور کے ہاتھ لرزنے لگے اور پھر اس کا ہاتھ تیزی سے سائرن بٹن کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے اُسے زور سے دھکا دیا اور ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی پر پہلو کے بل جا گرا۔ کیپٹن شکیل نے اچھل کر سٹیئرنگ پکڑ لیا۔ جب کہ صفدر نے گردن سے پکڑ کر ڈرائیور کو پیچھے گھسیٹ لیا ایکسیلیٹر سے پیر ہٹتے ہی گاڑی کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ مگر کیپٹن شکیل بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور پھر وہ سیٹ پر سے پھسلتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر پہنچ گیا۔ اور اس نے گاڑی کو سنبھال لیا۔

صفدر نے اسی اثناء میں ڈرائیور کا خاتمہ کر دیا تھا۔

" آرام سے گاڑی بڑھاتے چلو ——— تل ابیب پہنچ کر کچھ کریں گے "۔ صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔

" لیکن شہر میں جا کر ہم پھنس جائیں گے " ——— جولیا نے کہا۔

" ایسی بات نہیں ——— ہم اچانک کار کسی سڑک پر موڑ دیں گے ——— اور پھر جب تک یہ لوگ سنبھلیں گے ہم کار سے اتر کر نکل جائیں گے " ——— صفدر نے جواب دیا۔

اور جولیا نے سر ہلا دیا۔

اور پھر تقریباً پچاس ساٹھ منٹ بعد تل ابیب شہر کی آبادی شروع ہو گئی ابھی چونکہ سورج طلوع نہیں ہوا تھا اس لئے سڑکیں زیادہ تر سنسان ہی پڑی تھیں۔

" میرا خیال ہے کہ اب نکل چلیں " ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے پوری قوت سے ایک ذیلی سڑک پر گاڑی موڑ دی۔

پیچھے آنے والی تیز رفتار کاریں رکتے رکتے بھی آگے بڑھ گئیں۔

کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے کار سڑک پر موڑ دی اور پھر اس نے تیزی سے اُسے ایک تنگ سی گلی میں موڑ کر ایک جھٹکے سے بریک لگا دی۔

" چلو " ——— کیپٹن شکیل نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور صفدر اور جولیا تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ وہ بھی اچھل کر کار سے باہر آ گئے۔ پھر وہ آگے پیچھے دوڑتے ہوئے گلی میں سے ہو کر بڑی شاہراہ پر آ گئے اور پھر یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ بالکل سامنے ہی انہیں ہوٹل العرب کا بورڈ نظر آ گیا۔

" آؤ " ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور وہ تینوں بھاگتے ہوئے سڑک کراس کر کے ہوٹل العرب کے دروازے میں داخل ہو گئے۔

ہال بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان کاؤنٹر میں سامان ٹھیک کر رہا تھا

" ہمیں مسٹر داؤد سے ملنا ہے ——— فوراً انہیں پرنس آف ڈھمپ کا حوالہ دو "۔ صفدر نے تیز لہجے میں کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اوہ اچھا " ——— کاؤنٹر مین نے چونکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے کاؤنٹر سے باہر آ گیا۔

" میرے پیچھے آ جائیے " ——— اس نے تیز لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے ایک راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

راہداری کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا۔ اس نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور پھر اسے کھول کر اندر بڑھ گیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے تھے۔ کمرے میں بستر پر ایک نوجوان لیٹا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے" ۔۔۔ اس نے چونک کر کاؤنٹر مین اور ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ چہرے پر درشتی کے آثار ابھر آئے تھے۔

"پرنس آف ڈھمپ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے ۔۔۔ جی۔ پی فائیو ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے" ۔۔۔ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس آف ڈھمپ ۔۔۔ وہ خود کہاں ہیں" ۔۔۔ ؟ داؤد پرنس آف ڈھمپ کے الفاظ سنتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر زبردست اشتیاق کے آثار ابھر آئے تھے۔

"وہ بعد میں پہنچیں گے" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"تم جاؤ نانو کاؤنٹر سنبھالو ۔۔۔ اور دیکھو! ۔۔۔ انتہائی محتاط رہنا" داؤد نے کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا اور کاؤنٹر مین سر ہلاتے ہوئے تیزی سے واپس چلا گیا۔

"آپ لوگ تشریف رکھیں ۔۔۔ بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں" ۔۔۔ داؤد نے بڑے اپنائیت بھرے لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی۔ پی فائیو ہمارے تعاقب میں ہے" ۔۔۔ صفدر نے قدرے پریشان لہجے میں کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ کیا انہوں نے آپ کو ہوٹل میں آتے دیکھا ہے" ۔۔۔ ؟ داؤد نے چونک کر پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھنیں تیرنے لگی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ انہوں نے نہیں دیکھا ۔۔۔ بہرحال اتنا ہمیں معلوم ہے کہ وہ بڑے پیمانے پر ہمیں تلاش کریں گے" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ داؤد کچھ کہتا۔ پلنگ کے قریب پڑی میز پر موجود انٹرکام سے نانو کاؤنٹر مین کی آواز ابھری۔

"ہاں! ۔۔۔ جی۔ پی۔ فائیو اور پولیس کی بہت بڑی تعداد سڑک پر نظر آ رہی ہے ۔۔۔ وہ تلاشی لے رہے ہیں"۔

"اوہ! ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ تم محتاط رہو" ۔۔۔ داؤد نے تیز لہجے میں کہا۔

"آئیے میرے ساتھ ۔۔۔ میں آپ کو محفوظ جگہ بھیجنے کا انتظام کرتا ہوں"۔ داؤد نے صفدر وغیرہ سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے باہر آ گئے۔

راہداری میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا داؤد دوسرے کونے میں بنے ہوئے ایک دروازے پر آیا اور پھر اس نے دروازے کو دھکیل کر کھول دیا۔ اور انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ تینوں داؤد کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے۔ مگر یہ کمرہ کی بجائے ایک اور راہداری تھی۔ راہداری کراس کر کے وہ ہوٹل کی پچھلی سمت ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں ہر طرف میلے کپڑوں کے گٹھڑ بکھرے ہوئے تھے جنہیں دو آدمی بڑے بڑے بوروں میں بھر رہے تھے۔

"ساگول" ۔۔۔ داؤد نے اندر پہنچتے ہی ایک آدمی سے جو وہاں کام کر رہا تھا مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ۔۔۔ ایک قوی ہیکل نوجوان نے ہاتھ روکتے ہوئے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

"دیکھو! ۔۔۔ ان مہمانوں کو زیرو پوائنٹ پر منتقل کرنا ہے ۔۔۔ جی۔ پی فائیو اور پولیس شاید تھوڑی دیر بعد ہوٹل کی تلاشی لے" ۔۔۔ داؤد نے کہا۔

"او۔ کے باس! ۔۔۔ ابھی لانڈری کا ٹرک آنے والا ہے ۔۔۔ میں انہیں میلے کپڑوں کے ساتھ بوروں میں بند کر دیتا ہوں" ۔۔۔ ساگول نے جواب دیا

"ٹھیک ہے — جلدی کرو" — داؤد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آیئے جناب" — ساگول نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہ ہو کہ وہ بوروں کی تلاشی لیں اور ہم چوہوں کی طرح پکڑ لئے جائیں"۔ صفدر نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں" — داؤد نے کہا۔

اور پھر صفدر آگے بڑھا۔ ساگول نے بڑی پھرتی سے ایک بڑے بورے میں میلے کپڑوں کا ایک گٹھڑ ڈالا اور پھر صفدر بورے میں داخل ہو گیا۔ ساگول نے ایک اور گٹھڑ اٹھا کر صفدر کے اوپر ڈالا اور پھر بورے کا منہ قدرے ڈھیلا کر کے باندھ دیا۔

"کہیں ہمارا دم نہ گھٹ جائے" — کیپٹن شکیل نے پہلی بار کہا۔

"نہیں — ٹرک میں لا کر ساگول بوروں کا منہ کھول دیگا — اور اس وقت تک کے لئے بوروں میں کافی ہوا موجود ہے" — داؤد نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل دوسرے بورے میں اور تیسرے بورے میں جولیا کو باندھ دیا گیا۔

"انتہائی ہوشیاری سے کام ہونا چاہیئے" — داؤد نے کہا اور ساگول نے سر ہلا دیا۔

"اچھا — میں چلتا ہوں" — داؤد نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کمرے سے نکل کر واپس راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے فضا میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ پائلٹ کی سیٹ کے ساتھ میجر رالسن بیٹھا تھا جبکہ اس کے پیچھے عمران اور جوزف کو بٹھایا گیا تھا اور ان دونوں کے پیچھے راجر موجود تھا۔ میجر رالسن نے اپنا رُخ پیچھے کی طرف کیا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جبکہ راجر ان دونوں کے پیچھے ریوالور لئے ہوئے بڑے چوکنے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

ہیلی کاپٹر جنگی قسم کا تھا کیونکہ اس کی سائیڈوں کا بیشتر حصہ کھلا ہوا تھا۔

"تل ابیب ابھی کتنی دور ہے" — ؟ عمران نے سامنے بیٹھے ہوئے میجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"خاموش رہو — ورنہ گولی مار دونگا" — میجر نے غصے سے اُبلتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"بھئی اتنا غصہ آخر کس بات پر دکھا رہے ہو — ؟ میں نے کوئی تمہاری بزرو اغوا کر لی ہے" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! — تم خاموش رہو — میں کہتا ہوں خاموش رہو" — میجر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ عمران کو یہیں ڈھیر

کر دے۔

"جوزف! — تیار ہو جاؤ — میں سامنے بیٹھے ہوئے میجر کو اٹھا کر باہر پھینکوں گا — اور تم پیچھے بیٹھے ہوئے راجر کو" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں قریب بیٹھے جوزف سے اردو میں مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ! — یہ تم کونسی زبان میں بات کر رہے ہو" — پیچھے بیٹھے راجر نے اچانک ریوالور کی نال عمران کی پشت میں گھسیڑتے ہوئے کہا۔

"تم خود شٹ اپ" — اچانک جوزف غصے سے دھاڑتا ہوا پلٹا۔ وہ سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے رخ پیچھے کی طرف کر لیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ — میں کہتا ہوں" — میجر الفنسن نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ اضطراری طور پر سیٹ پر کھڑا ہو گیا تھا۔

اور پھر عمران نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور اس نے اچھل کر پوری قوت سے میجر کی پسلیوں میں ٹکر ماری۔ میجر چونکہ پہلے ہی سیٹ پر کھڑا ہوا تھا اس لئے اچانک لگنے والے شدید دھکے سے سنبھل نہ سکا اور اچھل کر کھلی کھڑکی سے باہر فضا میں جا گرا۔

اسی لمحے جوزف نے پیچھے بیٹھے ہوئے راجر پر چھلانگ لگا دی۔ راجر نے بڑی پھرتی سے گولی چلانے کی کوشش کی مگر جوزف توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح اس سے جا ٹکرایا اور راجر کو رگیدتا ہوا نیچے جا گرا۔ ہیلی کاپٹر بُری طرح ڈول گیا۔

عمران میجر کو نیچے اچھال کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی طرف مڑا جو منہ اٹھائے ابھی تک سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھ سر کے اوپر سے موڑ کر آگے کیئے اور بندھے ہوئے ہاتھوں سمیت پائلٹ کی گردن کو

"خبردار! — خاموشی سے ہیلی کاپٹر چلاؤ — ورنہ یہیں گردن توڑ دونگا۔" عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

اِدھر جوزف راجر کو نیچے پھینک کر پھرتی سے اٹھا اور پھر اُسنے بھی دونوں ہاتھ سر کے اوپر سے گھماتے ہوئے سامنے کیئے اور پھر اس کا دو ہتھڑ پوری تیزی سے اٹھتے ہوئے راجر کے سر پر پوری قوت سے پڑا۔ راجر کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ جوزف نے پوری طاقت سے اسکی پسلیوں پر لات ماری اور راجر اچھل کر سائیڈ کے سوراخ میں سے ہوتا ہوا نیچے جا گرا۔ راجر نے اضطراری طور پر ہیلی کاپٹر کی باڈی کو پکڑنے کی کوشش کی — مگر ہیلی کاپٹر اس کے ہاتھ میں نہ آیا اور پھر فضا میں دور تک اس کی طویل چیخ ڈوبتی چلی گئی۔

"جوزف! — ریوالور اٹھا کر لے آؤ" — عمران نے مڑ کر جوزف سے کہا۔ اور جوزف ایک طرف پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر عمران کی طرف بڑھا۔

"دیکھو! — اگر تم شرارت نہ کرنے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے — ورنہ یاد رکھو — میں نے پچیس سال پائلٹ کا کام کیا ہے" — عمران نے پائلٹ کی گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"م — میں وعدہ کرتا ہوں" — پائلٹ نے بھنچی بھنچی آواز میں جواب دیا۔

"او کے! — ہیلی کاپٹر کو اور اوپر لے جاؤ" — عمران نے کہا اور پھر اس نے دونوں بازو اوپر اٹھا لئے۔

"جوزف! — ہتھکڑی کے جوڑ پر ریوالور کی نال رکھ کر ٹریگر دبا دو" — عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اس نے ہاتھ ایک طرف کر

دیتے۔

جوزف نے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھام کر اس کی نال ہتھکڑی کے جوڑ پر رکھی اور پھر ٹریگر دبا دیا۔

ایک دھماکہ ہوا اور ہتھکڑی ٹوٹتی چلی گئی۔ عمران نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو آزاد کر لیے۔

اور پھر عمران نے جوزف کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا۔ دوسرے لمحے ایک اور دھماکہ ہوا اور جوزف کے ہاتھ بھی آزاد ہو گئے۔

"سیٹ سے اُٹھ کر پیچھے آجاؤ" ——— عمران نے ریوالور کی نال پائلٹ کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔

اور پائلٹ کھڑا ہو گیا۔

عمران نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ راڈ کو پکڑ لیا اور پھر جیسے ہی پائلٹ پیچھے ہٹا۔ عمران نے پھرتی سے ریوالور جوزف کی طرف بڑھا دیا اور خود پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ جاؤ ——— کیا نام ہے تمہارا" ——— عمران نے مڑ کر پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا نام روجر ہے" ——— پائلٹ نے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور جوزف روجر کے پیچھے ریوالور سنبھالے بڑے چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔

"تل ابیب کتنے فاصلے پر ہے ——— اور تم نے کہاں اترنا تھا" ——— عمران نے پوچھا۔

"صرف پچاس کلو میٹر دور ہے ——— اور ہم نے تل ابیب کے فوجی ہوائی اڈے پر اترنا تھا" ——— پائلٹ نے جواب دیا۔

"ہوں" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھا دی۔

دس منٹ بعد عمران نے ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ ہیلی کاپٹر نیچے آتا گیا۔

"ابھی تل ابیب بیس کلو میٹر دور ہے" ——— پائلٹ نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے ——— میں تل ابیب کے فضائی راڈار پر ظاہر نہیں ہونا چاہتا" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ ہیلی کاپٹر کو نیچے لے آتا گیا۔ اس کی بائیں طرف ہائی وے تھی جب کہ دائیں طرف دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ ابھی سورج پوری طرح طلوع نہ ہوا تھا اور ہر طرف ملگجی سا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

عمران نے ہیلی کاپٹر ایک کھیت کے درمیان میں اتار دیا۔

"نیچے اترو" ——— عمران نے ہیلی کاپٹر کو بند کرتے ہوئے کہا اور پھر خود چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا۔

پائلٹ بھی نیچے اتر آیا۔ اس کے پیچھے جوزف بھی ریوالور سنبھالے نیچے آگیا۔ اور اسی لمحے عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور پائلٹ کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹا اور پائلٹ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے جوزف کے ہاتھ سے ریوالور سنبھالا اور پھر اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ دونوں تیزی سے بھاگتے ہوئے ہائی وے کی طرف دوڑے۔ اور پھر ابھی وہ ہائی وے پر پہنچے تھے کہ انہیں دور سے ایک مسافر بس اپنی طرف آتی

دکھائی دی۔

عمران نے اُسے روکنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ اور بس ان کے قریب آکر رُک گئی۔ عمران اور جوزف پھرتی سے بس میں سوار ہو گئے اور بس تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"ارے یہ کیا ہوا ——؟ یہ کار ادھر کیوں مڑ گئی" ——؟ پولیس کار میں بیٹھے سارجنٹ نے چونک کر بیک مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے صفدر وغیرہ کی کار کے پیچھے آنے والی دونوں پولیس کاریں بھی تیزی سے ان کے قریب آکر رک گئیں۔

"موڑو —— جلدی موڑو —— مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے" —— سارجنٹ نے چیخ کر ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے تیزی سے کار موڑ دی۔ پیچھے آنے والی کاریں بھی تیزی سے ان کے پیچھے مڑیں اور پھر وہ اس سڑک پر آگئے جہاں صفدر وغیرہ کی کار کھڑی تھی۔

"روکو روکو —— کار گلی میں موجود ہے" —— سارجنٹ نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور نے گھبرا کر فل بریک لگا دیئے۔ پیچھے آنے والی گاڑیوں کے ٹائر بھی

چیختے ہوئے ان کے قریب رُک گئے۔

سارجنٹ کار رکتے ہی اچھل کر نیچے آیا اور پھر ریوالور سنبھالے تیزی سے اس گلی میں دوڑتا چلا گیا جہاں پولیس کار موجود تھی۔ کاروں میں موجود دوسرے سپاہی بھی اتر کر اس کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔

اور دوسرے لمحے ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ کیونکہ مجرم غائب تھے اور کار میں سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"یہ کیسے ہو گیا ——؟ مجرموں کو تو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں" ——؟ سارجنٹ نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صاحب! —— مجرم انتہائی خطرناک ہیں —— سنجانے کس طرح انہوں نے یہ چکر چلا دیا ہے جو بظاہر ناممکن ہے —— مگر اب کیا کیا جائے" —— ایک اور سپاہی نے کہا۔

"ہمیں فوراً شہر کی ناکہ بندی کرنی چاہیئے —— مجرم دور نہیں جا سکتے" —— سارجنٹ نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا اور پھر وہ واپس اپنی کار کی طرف دوڑا۔ اس نے وائرلیس آن کیا۔

"ہیلو ہیلو —— سارجنٹ بوتھم سپیکنگ"۔

"یس —— آپریشن سٹی انچارج سپیکنگ" —— دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"تین خطرناک مجرم ہماری حراست سے فرار ہو گئے ہیں —— ان میں ایک عورت اور دو مرد ہیں —— ہم اس وقت تیسویں شاہراہ پر موجود ہیں۔ مجرم ابھی ابھی فرار ہوئے ہیں —— شہر کی مکمل ناکہ بندی کر لیں" —— سارجنٹ بوتھم نے چیختے ہوئے کہا۔

"اوہ! ــــ کیا یہ وہی مجرم ہیں جو جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر لے جا رہے تھے" ــــ؟ دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہاں! ــــ وہی مجرم ہیں ــــ انتہائی خطرناک ــــ انہوں نے سپاہی ہلاک کر دیئے ہیں" ــــ سارجنٹ بوہتم نے چیخ کر جواب دیا۔

"اوہ! ــــ میں ابھی آرڈر کرتا ہوں" ــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

سارجنٹ بوہتم نے تیزی سے کرنل ڈیوڈ سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو ــــ کرنل ڈیوڈ سپیکنگ" ــــ دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی سنائی دی۔

"سارجنٹ بوہتم سپیکنگ سر" ــــ سارجنٹ بوہتم نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ سارجنٹ! ــــ تم مجرموں کو لے کر ابھی تک ہیڈ کوارٹر نہیں پہنچے" کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"جناب! ــــ مجرم فرار ہو گئے ہیں ــــ انہوں نے ایک پولیس کار کے پانچ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور تیئسویں شاہراہ پر اتر کر غائب ہو گئے ہیں" سارجنٹ بوہتم نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ــــ مجرم فرار ہو گئے ہیں ــــ؟ کیا تمہارا دماغ درست ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے حلق کے بل دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جناب! ــــ ہم نے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی تھیں ــــ مجرموں کی کار سے آگے میری کار تھی ــــ اور ان کے پیچھے دو پولیس کاریں تھیں ــــ تل ایب سے پچاس کلومیٹر دور ہم نے کاریں روکیں تو

انہیں چیک کیا گیا ــــ وہ موجود تھے۔ پھر ہم چل پڑے ــــ تیئسویں شاہراہ کے قریب اچانک مجرموں والی کار شاہراہ کی طرف مڑ گئی۔ ہم ان کے اس طرح روٹ بدلنے پر حیران رہ گئے ــــ بہرحال ہم ان کے پیچھے گئے تو شاہراہ کی چوتھی گلی میں کار موجود تھی مگر کار میں موجود پانچوں سپاہی ہلاک ہو چکے تھے ــــ مجرموں کی ہتھکڑیاں ٹوٹی پڑی تھیں ــــ اور مجرم غائب تھے" سارجنٹ بوہتم نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"ناممکن ــــ بالکل ناممکن ــــ پانچ مسلح سپاہیوں کو ہلاک کر دینا ــــ کار پر قبضہ کرنا ــــ ہتھکڑیاں توڑ دینا اور غائب ہو جانا ــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے" ــــ؟ کرنل ڈیوڈ کی آواز یوں محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ نیند کے عالم میں بول رہا ہو۔

"اسی بات پر تو ہم حیران ہیں ــــ سٹی آپریشن انچارج کو میں نے مطلع کر دیا ہے ــــ وہ شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہیں" ــــ سارجنٹ بوہتم نے کہا۔

"ہوں! ــــ یہ مجرم ہماری توقع سے کچھ زیادہ ہی خطرناک ہیں ــــ اچھا تم وہیں پھیل جاؤ اور ہر آدمی کی نگرانی کرو ــــ میں خود وہیں آ رہا ہوں ــــ ہمیں اگر ایک ایک مکان کی تلاشی لینی پڑی تو ہم لیں گے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

سارجنٹ نے مائیک رکھا ہی تھا کہ پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں۔ اور پھر تو جیسے پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کی گاڑیوں کا تانتا بندھ گیا۔ تیئسویں شاہراہ اور اس کے اردگرد کے تمام علاقے کا محاصرہ کر لیا گیا۔ چپے چپے پر پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے آدمی پھیلتے چلے گئے۔

اور پھر چند لمحوں بعد سُرخ رنگ کی کار میں کرنل ڈیوڈ بھی وہاں پہنچ گیا۔ جی۔ پی۔ فائیو کے تین سیکنڈ چیف بھی اس کے ہمراہ تھے۔

"مجرموں کا پتہ چلا" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے سارجنٹ بوقم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں جناب" ـــــ سارجنٹ نے جواب دیا۔

"سر! ـــ میرا خیال ہے کہ مجرموں نے فوری طور پر کسی ہوٹل میں پناہ لی ہو گی اور تینتیس شاہراہ پر عربوں کا ایک ہی ہوٹل ہے 'الغرب ہوٹل'" ـــ ایک سیکنڈ چیف نے کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور اسی لمحے ایک سپاہی ایک آدمی کو لئے وہاں آ گیا۔

"جناب! ـــ اس آدمی نے ایک عورت اور دو آدمیوں کو اس گلی سے نکل کر ہوٹل الغرب میں جاتے دیکھا ہے" ـــ سپاہی نے کہا۔

"اوہ" ـــ سب کی نظریں اس آدمی پر جم گئیں۔

"جناب! ـــ میں دودھ سپلائی کرتا ہوں ـــ میں سامنے والی بلڈنگ سے اتر رہا تھا کہ میں نے اس گلی میں سے ایک عورت اور دو آدمیوں کو تیزی سے سڑک پار کر کے ہوٹل الغرب میں داخل ہوتے دیکھا ہے" ـــ اس آدمی نے جواب دیا۔

"ہوٹل کا محاصرہ کر لو ـــ مکمل محاصرہ" ـــ کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا اور سپاہی تیزی سے ہوٹل کی طرف دوڑتے چلے گئے۔

"میرے ساتھ آؤ" ـــ کرنل ڈیوڈ نے اپنے ساتھیوں اور سارجنٹ بوقم سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے ہوٹل الغرب کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

چند لمحوں بعد وہ سب ہوٹل الغرب میں داخل ہو گئے۔

کاؤنٹر پر ناٹو بوتلیں صاف کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے چونک کر کرنل ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"کرنل ڈیوڈ چیف آف جی۔ پی۔ فائیو" ـــ کرنل ڈیوڈ نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ج ـ جی ـ جی ـ فرمائیے" ـــ ناٹو کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"تین مجرم ابھی ابھی اس ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں ـــ وہ کہاں ہیں" ـــ ؟ کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے ناٹو کا گریبان پکڑتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"مم ـ مجرم ـ ج ـ جناب! ـ میں تو چار گھنٹوں سے یہاں موجود ہوں ـ یہاں کوئی آدمی نہیں آیا جناب" ـــ ناٹو نے انتہائی خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"کتے کے بچے! ـ جھوٹ بول رہے ہو ـ ہمارے آدمیوں نے انہیں خود یہاں آتے دیکھا ہے" ـ کرنل ڈیوڈ نے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـ میں سچ کہہ رہا ہوں جناب" ـ ناٹو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل کا مالک کہاں ہے" ـ کرنل ڈیوڈ نے اس کا گریبان چھوڑتے ہوئے کہا۔

"یس ۔ جناب! ۔۔۔ وہ اپنے کمرے میں ہیں" ۔۔۔ ناٹو نے جواب دیا اور اسی لمحے راہداری کے دروازے سے داؤد اندر داخل ہوا۔

" مالک آ گئے " ۔۔۔ ناٹو نے داؤد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" تم اس ہوٹل کے مالک ہو" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے سخت لہجے میں داؤد سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

" جی ہاں جناب ۔۔۔ فرمائیے " ۔۔۔ داؤد نے بڑے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تمہارے ہوٹل میں تین خطرناک مجرم داخل ہوئے ہیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

" میرے ہوٹل میں ۔۔۔ ؟ کیوں ناٹو! ۔۔۔ کوئی آیا ہے" ۔۔۔ ؟ داؤد نے حیران ہوتے ہوئے ناٹو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" نہیں جناب! ۔۔۔ میں چار گھنٹوں سے یہاں موجود ہوں ۔۔۔ ابھی تک کوئی ہوٹل میں داخل نہیں ہوا" ۔۔۔ ناٹو نے جواب دیا۔

" جناب! ۔۔۔ اگر کوئی داخل ہوتا تو ناٹو کی نظروں سے اوجھل نہ رہتا۔ ویسے آپ پورے ہوٹل کی تلاشی لے لیں جناب" ۔۔۔ داؤد نے بڑے عاجزانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہوں! ۔۔۔ ہوٹل کی تلاشی لو ۔۔۔ ایک ایک کمرہ ۔۔۔ غسل خانے ۔ راہداریاں ۔۔۔ چھتیں ۔۔۔ سٹور ۔۔۔ باورچی خانہ ۔۔۔ ہر جگہ مکمل طور پر چیک کرو" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے سارجنٹ بوتھم اور دوسرے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر وہ سب تیزی سے ہوٹل میں پھیلتے چلے گئے۔

" دیکھو مسٹر داؤد! ۔۔۔ یہ مجرم انتہائی خطرناک ہیں اور انہوں نے عظیم اسرائیل کو خوفناک نقصان پہنچایا ہے ۔۔۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اگر یہ لوگ یہاں آئیں تو ہمیں بتا دو ۔۔۔ دوسری صورت میں اگر ہم نے انہیں تمہارے ہوٹل سے برآمد کر لیا تو پھر تم بھی اتنے ہی مجرم گردانے جاؤ گے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے داؤد کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

" جناب! ۔۔۔ آپ یقین کریں مجرم یہاں نہیں آئے ۔۔۔ ورنہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ انہیں پناہ دیں" ۔۔۔ داؤد نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور اسی لمحے ایک سپاہی دوڑتا ہوا کرنل ڈیوڈ کے قریب آیا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

" جناب! ۔۔۔ عقبی گلی میں ابھی ابھی لانڈری کا ایک ٹرک آیا ہے اور ہوٹل سے میلے کپڑوں کے بورے اس میں لادے جا رہے ہیں ۔۔۔ میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں ۔۔۔ شاید ۔۔۔" سپاہی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" اوہ! ۔۔۔ انہیں ضرور چیک ہونا چاہیئے ۔۔۔ ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

" جناب! ۔۔۔ یہ تو روز کا معمول ہے ۔۔۔ ویسے آپ بے شک انہیں چیک کر لیں" ۔۔۔ داؤد نے اسی طرح مطمئن لہجے میں کہا مگر اس کی آنکھوں میں تشویش کی ہلکی سی جھلکیاں تیرنے لگی تھیں۔

" آؤ ہمارے ساتھ آؤ" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ داؤد کی رہنمائی میں چلتے ہوئے چند لمحوں میں اس کمرے میں پہنچ گئے جس کا دروازہ عقبی گلی

میں کھلتا تھا۔
دروازے کے سامنے ایک بہت بڑا ٹرک کھڑا تھا جس پر شہر کی مر
لانڈری کا نام بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ ٹرک کا ڈرائیور درواز
قریب خاموش کھڑا تھا اور کمرے میں دس بڑے بڑے بورے موجود تھے
کے قریب ہی ہوٹل کے دونوں ملازم بھی موجود تھے۔ وہ سب خاموش کھڑے
کیونکہ پولیس نے انہیں ٹرک میں بورے لادنے سے منع کر دیا تھا۔
"یہ تمام بورے میلے کپڑوں سے بھرے ہوئے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ
بڑے مشکوک انداز میں بورے دیکھتے ہوئے کہا۔
"جی ہاں" ——— داؤد نے مختصر سا جواب دیا۔
"ہوں! ——— ان بوروں کے ذریعے بڑی آسانی سے مجرموں کو یہاں
نکالا جا سکتا ہے ——— ان بوروں کو کھولو اور تمام کپڑے باہر نکالو"۔
کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
"جناب گستاخی معاف ——— ان تمام بوروں کو خالی کرنے اور دوبارہ بھ
میں پانچ چھ گھنٹے لگ جائیں گے ——— اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ آپ ایک
بورے چیک کر لیں تاکہ آپ کا اطمینان ہو جائے ——— اور آپ کا اور ہمارا
بھی ضائع نہ ہو" ——— داؤد نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
"ہاں! ——— تمہاری بات درست ہے ——— مگر میں اپنی مرضی
بوروں کا انتخاب کروں گا" ——— کرنل ڈیوڈ نے طنزیہ انداز میں مسکرا
ہوتے کہا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اسے یقین ہو گیا
مجرم انہی بوروں میں ہیں۔
"بالکل جناب! ——— ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے" ——— داؤد

جواب دیا۔ مگر اس کی آنکھوں میں الجھنوں کی جھلکیاں کچھ زیادہ ہی نمایاں
ہو گئی تھیں۔
"یہ دوسرا بورا کھولو" ——— کرنل ڈیوڈ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے
ایک بورے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
اور پھر وہاں موجود ملازموں نے تیزی سے بورا کھول کر اس میں سے
میلے کپڑے نکالنے شروع کر دیئے۔
تقریباً دس منٹ بعد بورا خالی ہو چکا تھا۔
داؤد بڑے اطمینان سے کھڑا تھا جب کہ کرنل ڈیوڈ کے ساتھ آنے والے
مسلح سپاہی بورا کھلتے وقت چوکنے ہو گئے تھے۔ پھر آخر میں بورے کو
جھاڑا گیا۔
"ہوں! ——— اب یہ دروازے کے پاس پڑا ہوا بورا کھولو" ——— کرنل ڈیوڈ
نے اس بار الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ شائد اس کا یقین متنزلزل ہو گیا تھا۔
اور ملازم اس بورے کی طرف بڑھنے لگا۔
"ٹھہرو! ——— اس طرح ہمارا بہت وقت ضائع ہو گا ——— مارکو" ——— کرنل
ڈیوڈ نے ملازم کو روکا اور پھر قریب کھڑے سیکنڈ چیف سے مخاطب ہوا۔
"یس کرنل" ——— مارکو نے جواب دیا۔
"میرا خیال ہے کہ تیز سوا لے کر ان بوروں میں مارا جائے ——— اگر
مجرم ان میں چھپے ہوں گے تو پتہ چل جائیگا" ——— کرنل ڈیوڈ نے جوشیلے لہجے
میں کہا جیسے اس نے انتہائی شاندار ترکیب سوچی ہو۔
"آپ کی تجویز بے حد مناسب ہے" ——— مارکو نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا

"مگر جناب! ـــــ اس طرح کپڑے ضائع ہو جائیں گے ـــــ اور یہ کپڑے ہمارے گاہکوں کے ہیں ـــــ ہمیں کافی سے زیادہ ہرجانہ ادا کرنا پڑیگا"۔ داؤد نے فوراً اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ـــــ ہرجانے کا بل جی۔پی۔فائیو کو بھیج دینا ـــــ تم سُوا لے کر آؤ جلدی" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اب داؤد مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک ملازم کو باورچی خانے سے برف توڑنے والا سُوا لانے کے لئے کہا جو ملازم نے تھوڑی دیر میں لا کر پیش کر دیا۔

"سارجنٹ بوتھم" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے سُوا ہاتھ میں لیتے ہوئے کمرے میں موجود سارجنٹ بوتھم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سُوا لو ـــــ اور ان بوروں میں مار کر دیکھو" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے حکم دیا اور سارجنٹ بوتھم نے تیزی سے آگے بڑھ کر کرنل ڈیوڈ کے ہاتھ سے سُوا لے لیا اور پھر وہ تیزی سے بوروں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس نے ایک بورے کے قریب جا کر درمیان میں پوری قوت سے سُوا دستے تک مارا اور پھر باہر کھینچ لیا۔

داؤد کو اپنے آپ پر قابو پانے میں بڑی مشکل ہو رہی تھی کیونکہ اب صفدر اور اس کے ساتھیوں کی نشاندہی یقینی ہو چکی تھی۔ موت اس کی نظروں کے سامنے ناچ رہی تھی۔

ادھر سارجنٹ بوتھم تیزی سے بورے کے چاروں طرف سُوئے مار رہا تھا اور پھر اس سے مطمئن ہو کر وہ دوسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔

کرنل ڈیوڈ کے چہرے پر ایسا اشتیاق تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے انسانی چیخ سننے کا منتظر ہو۔ مگر دوسرے بورے میں سُوئے مارنے کے باوجود کچھ نہ ہوا اور

سارجنٹ بوتھم تیزی سے تیسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں ایک عجیب پُراسراری خاموشی طاری تھی۔ سارجنٹ بوتھم اپنے کام میں تیزی سے مصروف تھا۔

اور پھر کھلنے والے بورے کے سوا کمرے میں تین بورے باقی رہ گئے تھے جن پر سُوا نہیں آزمایا گیا تھا اور اب داؤد کو یقین ہو گیا تھا کہ صفدر اور اس کے ساتھی انہی تین بوروں میں ہیں۔

سارجنٹ بوتھم نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے بورے میں سُوا مارا اور داؤد نے سانس روک لیا۔ مگر دوسرے لمحے جب کوئی چیخ سنائی نہ دی تو اس کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہو گئیں۔

سارجنٹ بوتھم نے اس بورے پر بھی چاروں طرف سے سُوا بازی کی اور پھر دوسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں بھی سُوا بازی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اب ایک بورا باقی رہ گیا تھا اور سارجنٹ بوتھم نے ایک طویل سانس لیکر اس پر سُوا آزمایا۔ مگر کچھ نہ ہوا اور پھر وہ ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔

"جناب! ـــــ ان بوروں میں کچھ نہیں ہے ـــــ ورنہ چیخ ضرور بلند ہوتی" ـــــ سارجنٹ بوتھم نے کہا۔

"ہاں! ـــــ واقعی ہم نے وقت ضائع کیا ہے ـــــ اگر مجرم چھپتے تو کم از کم سُوئے پر خون ضرور لگا ہوا ہوتا" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"جناب! ـــــ آپ ہمیں کوئی چیک پاس دیدیں تاکہ ٹرک کو راستے میں روکا نہ جاسکے کیونکہ پہلے ہی کافی وقت ہو گیا ہے" ـــــ داؤد نے کہا۔

"ہاں! ـــــ ٹھیک ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جیب سے ایک سُرخ رنگ

کا کارڈ نکالا اور اس پر چیکیڈ لکھ کر اپنے دستخط کر دیئے

"جناب! ——— ہم نے پورا ہوٹل چھان مارا ہے ——— کوئی مشکوک آدمی موجود نہیں ہے" ——— اس تلاشی لینے والوں کے انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا مسٹر داؤد! ——— تکلیف دہی کے لئے معذرت ——— ہمیں رپورٹ غلط رپورٹ ملی تھی ——— بہرحال میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ آپ کپڑے دھلوانے اور ہرجانے کا بل بھجوا دیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا اور عقبی دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھی بھی ایک ایک کر کے باہر نکل کر چلے گئے۔

اب کمرے میں داؤد اور اس کے دو ملازم باقی رہ گئے تھے جب کہ لانڈری کا ڈرائیور ابھی تک باہر کھڑا تھا۔

داؤد کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات تھے۔ پاس اس نے ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

"یہ سب کیسے ہوا" ——— ؟ داؤد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"جناب! ——— میں نے پولیس کے آنے سے پہلے ہی مہمانوں کو نکال کر وہ اس تہہ خانے میں ہیں ——— مجھے یقین تھا کہ پولیس ان بوروں کو ضرور چیک کرے گی" ——— ملازم ساگول نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں اپنی ذہانت پر چمک رہی تھیں۔

"ویری گڈ! ——— تم نے کمال عقلمندی سے کام لیا ہے ——— ورنہ میں تو بُری طرح پریشان ہو گیا تھا ——— ٹھیک ہے ——— اب انہیں بوروں میں دوبارہ ڈالو اور زیرو پوائنٹ پر پہنچا دو" ——— داؤد نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پاس ساگول کی طرف بڑھا دیا۔

"جناب" ——— ساگول نے کہا۔

"مسٹر ڈرائیور! ——— تم یہاں کھڑے کھڑے تھک گئے ہو گے ——— پولیس والوں نے خواہ مخواہ پریشان کر دیا ہے ——— جب تک یہ بورے بھرے جائیں۔ تم میرے ساتھ آؤ ——— میں تمہیں کافی پلواتا ہوں" ——— داؤد نے باہر کھڑے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ جناب! ——— بہت بہت شکریہ" ——— کافی کا سن کر ڈرائیور کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ کمرے میں آگیا۔ اور داؤد اسے اپنے ہمراہ لئے واپس ہال میں آگیا۔

"نانٹو! ——— انہیں کافی کا پیالا دو ——— اور سنو! ——— اچھی سی بنا کر دینا" داؤد نے کاؤنٹر پر موجود نانٹو سے مسکراتے ہوئے کہا اور نانٹو نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا۔

ڈرائیور اچھل کر سٹول پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد نانٹو نے کافی کا بڑا سا پیالا ڈرائیور کے سامنے رکھ دیا اور وہ اُسے مزے لے لیکر پینے لگا۔ یہ اس کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اتنے بڑے ہوٹل کا مالک اُسے مفت کافی پلا رہا تھا اور وہ ایسا شاندار موقع بھلا کیسے گنوا سکتا تھا۔

پھر جیسے ہی ڈرائیور نے پیالا خالی کیا۔ نانٹو نے ایک بار پھر پیالا بھر دیا۔

"دل کھول کر پیو دوست! ——— ہمارا مالک کبھی کبھی ہی موڈ میں آتا ہے" نانٹو نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈرائیور کی خوشی سے باچھیں کھل اٹھیں۔

"اوہ! ——— بہت بہت شکریہ! ——— آج صبح کا آغاز بڑے دلکش انداز

میں ہو رہا ہے" ـــــ ڈرائیور نے ہنستے ہوئے کہا اور نالو بھی ہنس پڑا۔
تھوڑی دیر بعد جب ڈرائیور نے دوسرا پیالا ختم کیا تو اسی لمحے ساگول کمرے
میں داخل ہوا۔

"آیئے جناب! ـــ ہم نے بورے ٹرک میں لاد دیئے ہیں" ـــــ ساگول
نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک بار
نالو کا شکریہ ادا کیا اور پھر ساگول کے ساتھ بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد ڈرائیور ساگول کے ساتھ عقبی گلی میں پہنچ گیا۔ اس نے
ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جب کہ ساگول اس کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔
ٹرک تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

جب وہ بڑی شاہراہ پر پہنچے تو انہیں ہر طرف پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو
کے آدمی نظر آئے۔ ہر سواری کو جگہ جگہ روک کر چیک کیا جا رہا تھا۔ ان کے
ٹرک کو بھی روکا گیا۔ مگر کرنل ڈیوڈ کا چیکڈ پاس دیکھ کر وہ اسے آگے
بڑھنے کا اشارہ کر دیتے۔

مختلف شاہراہوں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی ٹرک ایک مضافاتی کالونی کے
درمیان سے گزرنے لگا۔ اچانک ساگول نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یار! ـــ میرا ایک کام کرو گے ـــــ سامنے والی کوٹھی میں میرا
ایک دوست رہتا ہے۔ اس سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں ـــ تم صرف
پانچ منٹ کے لئے ٹرک اندر لے چلو ـــ میں اس سے بات کر لوں پھر
چلے چلیں گے" ـــ ساگول نے جیب سے ایک چھوٹا سا نوٹ نکال کر ڈرائیور
کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــ اس کی کیا ضرورت تھی ـــ؟ بہرحال مجھے کیا اعتراض ہو سکتا

ہے" ـــــ ڈرائیور نے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا اور اس نے بڑی تیزی سے
نوٹ جیب میں ڈال لیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرک کو کوٹھی کے گیٹ کی طرف
موڑ دیا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ ٹرک کو سیدھا اندر لیتا چلا گیا۔

یہاں پورچ میں دو آدمی موجود تھے۔ جنہوں نے سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا۔

"مسٹر رابرٹ اندر ہیں" ـــــ؟ ساگول نے نیچے اترتے ہوئے ایک آدمی سے
مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی اُسے مخصوص انداز میں آنکھ مار دی۔

"جی ہاں! ـــ وہ اندر ہیں ـــ آپ چلے جائیں" ـــ جواب میں اس
آدمی نے بھی آنکھ سے مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ یار! ـــ تم بھی آ جاؤ ـــ یہاں اکیلے بیٹھ کر کیا مکھیاں مارو گے" ـــ
ساگول نے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

اور ڈرائیور ہنستا ہوا ٹرک سے نیچے اتر آیا۔

ساگول اسے لئے ہوئے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک کمرے میں ایک نوجوان
کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ وہ ساگول کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ ساگول! ـــ تم اس وقت کیسے آ ٹپکے" ـــ؟ نوجوان نے بڑے
بے تکلفانہ انداز میں ساگول سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر رابرٹ میرے دوست ـــ اور یہ حبیب لانڈری کے مسٹر ـــ"
ساگول نے ڈرائیور کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"بولیو آگم" ـــ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے
بڑھا دیا۔

اور پھر رسمی فقروں کے بعد رابرٹ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔

"نہیں! ـــ ہمیں بہت جلدی ہے ـــ میں صرف اس لئے آیا تھا کہ تمہیں

بتادوں کہ ماریا نے رقم دینے سے انکار کر دیا ہے ـــــ اس کا کہنا ہے، رابرٹ سے خود بات کرے گی" ـــــ ساگول نے کہا۔

"اوہ! ـــــ اچھا ٹھیک ہے ـــــ مگر اتنی بات تو تم ٹیلیفون پر بھی کہہ سکتے تھے" ـــــ رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے ہوٹل سے کئی بار تمہارا نمبر ملایا ـــــ مگر ہر بار انگیج ہی ملتا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ راستے میں تمہیں خود ہی بتا دوں گا ـــــ ورنہ تم انتظار کرتے رہو گے" ـــــ ساگول نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں! ـــــ میں ذرا مصروف تھا ـــــ اچھا بیٹھو! ـــــ میں کچھ پینے کے لئے منگواتا ہوں" ـــــ رابرٹ نے جواب دیا۔

"ارے نہیں! ـــــ ہمیں جلدی ہے ـــــ پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے اچھا اجازت ـــــ بائی بائی" ـــــ ساگول نے کہا اور پھر ڈرائیور نے بھی رابرٹ سے مصافحہ کیا اور وہ دونوں باہر آ گئے۔

چند لمحوں بعد ٹرک واپس کوٹھی سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ اب ساگول کے چہرے پر اطمینان کے گہرے تاثرات چھائے ہوئے تھے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ہمالیہ بحفاظت کوٹھی میں اتار لئے گئے ہوں گے اور اب وہ مکمل طور پر محفوظ تھے۔

کرنل ڈیوڈ پر ایک بار پھر وحشت کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے بال پریشان تھے۔ آنکھوں میں وحشت تھی اور وہ بار بار دانتوں سے اپنے ہونٹ یوں کاٹ رہا تھا جیسے انہیں کاٹ کر کھا جائے گا۔

اس وقت وہ اپنے مخصوص کمرے میں تھا۔ سارے شہر میں مجرموں کی تلاش بڑے بھرپور انداز میں جاری تھی۔ مگر ابھی تک کہیں سے کوئی امید افزا رپورٹ نہیں ملی تھی۔

مجرم گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب ہو گئے تھے۔

اچانک کرنل ڈیوڈ کو ایک خیال آیا اور وہ بری طرح اچھل پڑا۔ وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا اور اس نے میز کی دراز کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فریکونسی سیٹ کر کے بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو راکی ایئرپورٹ۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ آف جی۔ پی۔ فائیو ـــــ ہیلی کاپٹر مجرموں کو لے کر پہنچ گیا۔ اوور" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"نہیں جناب! ——— ہم لوگ بھی کافی دیر سے اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسے آدھ گھنٹہ پہلے پہنچ جانا چاہیئے تھا، اوور" ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوہ! ——— کیا ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ اوور" ——— ڈیوڈ کے چہرے پر جیسے بھونچال سا آگیا تھا۔

"نہیں جناب! ——— بلکہ ہم نے خود کوشش کی ہے ——— مگر دوسری طرف سے کوئی جواب ہی نہیں آرہا۔ اوور" ——— دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے بٹن آف کر دیا۔

اور پھر کرنل ڈیوڈ کا ہاتھ تیزی سے ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی تیزی سے بج اٹھی۔ کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ——— کرنل ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"جناب! ——— میں جی۔ پی۔ خائیر مقر یمن ہنڈرڈ بول رہا ہوں ——— شہر سے باہر کھیتوں میں ایک ہیلی کاپٹر موجود ہے ——— جس کے قریب ہی اس کا پائلٹ بیہوش پڑا ہے" ——— دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ——— ہیلی کاپٹر کا نمبر کیا ہے" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"جناب! ——— وہ تو میں نے دیکھا نہیں ——— ابھی مجھے ایک کسان نے اطلاع دی تو میں دستہ لیکر وہاں پہنچا ——— اور اب آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں" دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

اور کرنل ڈیوڈ نے پوری قوت سے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔ اور خود کرسی پر نڈھال ہو کر گر گیا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے کسی جواری نے اپنی آخری پونجی تک جوئے میں ہار دی ہو۔

وہ چند لمحے کرسی پر بیٹھا آنکھیں بند کئے سوچتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ——— یہ مجرم ہمارے قابو میں نہیں آسکتے ——— ہمارے لئے یہ ناقابلِ تسخیر مجرم بن چکے ہیں" ——— نمبر ڈائل کرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑبڑا رہا تھا۔

رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ریڈ آرمی"

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ ——— کون بول رہا ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"اوہ کرنل ڈیوڈ! ——— کیا بات ہے ——— آپ بیحد پریشان معلوم ہو رہے ہیں میں کرنل ہیمرخ ہوں ——— آپ نے میری آواز ہی نہیں پہچانی" ——— ؟ دوسری طرف سے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"کرنل ہیمرخ! ——— پلیز فوراً میرے پاس آجاؤ ——— ایک لمحہ ضائع کئے بغیر" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

کرنل ہیمرخ اسرائیل کی انتہائی خفیہ تنظیم ریڈ آرمی کا سربراہ تھا۔ اس کی تنظیم صرف ملک کے صدر کے سامنے براہِ راست جواب دہ تھی اور اسے اس وقت استعمال کیا جاتا تھا جب کسی مسئلے کے حل کی کوئی صورت نظر نہ آرہی ہو۔

ریڈ آرمی انتہائی منظم تنظیم تھی۔ اور اس کے وسائل بے پناہ تھے۔ ریڈ آرمی صرف دس افراد پر مشتمل تھی۔ مگر یہ دسوں آدمی پورے ملک میں سب سے زیادہ ذہین ——— چالاک ——— عیار ——— بہادر ——— دلیر ——— بے جگر ——— اور

سفاک سمجھے جاتے تھے۔ اور آج تک کوئی ایسا کام نہ تھا جسے انہوں نے حل نہ کر لیا ہو۔ اسی لئے اب کرنل ڈیوڈ نے آخری چارہ کار کے طور پر انہیں آگے لے آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گو یہ جی۔ پی۔ فائیو کی ایک لحاظ سے شکست تھی اور کرنل ڈیوڈ کی کارکردگی پر ایک زبردست تھپڑ تھا۔ مگر مجرموں نے جس انداز میں جی۔ پی۔ فائیو جیسی تنظیم کو پے درپے شکستیں دی تھیں اس پر کرنل ڈیوڈ مجبور ہو گیا تھا کہ ریڈ آرمی کو بھی ساتھ ملا لے۔ اسے یقین تھا کہ جو کام دس ہزار افراد پر مشتمل جی۔ پی۔ فائیو سرانجام نہیں دے سکی وہ ریڈ آرمی کے دس افراد یقیناً پورا کر لیں گے۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک قوی ہیکل مگر انتہائی سمارٹ جسم کا مالک نوجوان اندر داخل ہوا۔

یہ ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرخ تھا جس کا شاندار ریکارڈ اس کی ذہانت دلیری اور بے جگری کا بین ثبوت تھا۔

"آؤ کرنل بیٹھو" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے بڑے ڈھیلے انداز میں کرسی سے اٹھ کر کرنل ہیمرخ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کرنل ڈیوڈ ۔۔۔ میں نے آج سے پہلے تمہیں اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ کے چہرے پر واقعی حیرت کے تاثرات موجود تھے۔

"مسئلہ ہی ایسا آن پڑا ہے کہ میں بے بس ہو کر رہ گیا ہوں ۔۔۔ آخر میں نے شکست تسلیم کر لی ہے اور تمہیں بلا لیا" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں ۔۔۔ ہماری تنظیمیں عظیم اسرائیل کی بقا اور بہبود کے لئے ہیں ۔۔۔ اس میں شکست اور فتح کا کیا تعلق" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے بڑے فراخدلانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل ہیمرخ! ۔۔۔ اب سے چار روز قبل ہمیں اطلاع ملی کہ پانچ مشکوک آدمی صحرائے زوبی کو عبور کر کے سرحدی بستی آسلم میں داخل ہوئے ہیں ۔۔۔ ہم نے انہیں چیک کرنے کے لئے پکڑنا چاہا ۔۔۔ مگر وہ ہمارا گھیرا توڑ کر ایک جیپ اور پانچ آدمی ہلاک کر کے ہماری جیپ پر ہی نکل بھاگے ۔۔۔ پھر انہوں نے ایک چیکنگ چوکی پر موجود سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور کمبرگ پہنچ گئے ۔۔۔ ہم نے کمبرگ کی ناکہ بندی کی مگر مجرموں نے کمبرگ ڈیم کو تباہ کر دیا ۔۔۔ جس سے پورے کمبرگ میں شدید افراتفری پھیل گئی اور مجرم اس افراتفری کا فائدہ اٹھا کر ہمارے گھیرے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ اتنے خوفناک مجرم ہیں وہ ۔۔۔ انہوں نے واقعی ذہانت سے کام لیا ۔۔۔ میں نے بھی ڈیم کی تباہی کی خبر سنی تھی۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ مجرمانہ سازش کے تحت ہوا ہے" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کمبرگ سے نکل کر مجرم پل کراس کر کے حیفہ آ گئے ۔۔۔ اتنے میں ہمارے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ کمبرگ میں ایک کیفے کے مالک نے ایک کار پانچ آدمیوں کے حوالے کی ہے ۔۔۔ ہم مشکوک ہو گئے ۔۔۔ ہم نے حیفہ کے باہر چیکنگ پوسٹ قائم کی۔ کیونکہ ہمارے خیال کے مطابق اتنے وقت میں مجرم حیفہ پہنچے ہوں گے۔ وہاں وہ مشکوک کار پکڑی گئی ۔۔۔ اس کار میں تین مجرم تھے جب کہ دو غائب تھے ۔۔۔ ان تینوں مجرموں کو یہاں لایا جا رہا تھا کہ مجرموں نے چیکنگ پارٹی کے

آدمیوں کو قتل کر دیا اور کار لے اُڑے ــــ ادھر باقی دو مجرموں نے حیفہ کا پل اڑا دیا"ــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

" اوہ!ــــ تو حیفہ کا پل ان مجرموں نے اڑایا ہے ــــ ویری بیڈ" ــ کرنل ہیمرخ اچھل پڑا۔

" سنو!ــــ وہ تینوں مجرم بعد میں ٹریس کر لئے گئے کہ وہ ٹنازاری ایکسپریس پر سوار ہوتے ہیں ــــ جی، پی، فائیو کا ایک دستہ ٹرین پر پہنچ گیا ــــ مگر مجرموں نے بھری ٹرین میں انہیں قتل کر دیا اور خود انجن پر قبضہ کر لیا۔ وہاں انہوں نے ڈرائیور اور اس کے اسسٹنٹ کو چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا جن کی لاشیں بعد میں ملیں ــــ یہ شکر ہے کہ مجرموں نے اس ٹرین کو تباہ نہیں کیا ــــ بلکہ انہوں نے گاڑی کی رفتار آہستہ کی اور نیچے اُتر گئے ۔ اور ٹرین آٹومیٹک سسٹم کی وجہ سے اگلے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے رک گئی ــــ وہ تینوں مجرم قریبی گاؤں میں پہنچے ۔ وہاں انہوں نے ایک کار چوری کی ۔ مگر ہمیں بر وقت پتہ چل گیا ــــ ہم نے انہیں راستے میں چیک کر کے گرفتار کر لیا۔ اور چار پولیس کاریں انہیں لے کر یہاں آنے لگیں ــــ مگر تل ابیب پہنچ کر اچانک انہوں نے کار تیئیسویں شاہراہ پر موڑ دی اور پھر کاریں موجود پانچ آدمیوں کو قتل کر کے وہ نکل بھاگے اور اب تک غائب ہیں جبکہ پورے شہر میں ان کی شدید تلاش ہو رہی ہے"ــــ کرنل ڈیوڈ نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ!ــــ واقعی خوفناک مجرم ہیں یہ"ــــ کرنل ہیمرخ کے چہرے پر حیرت کے آثار بڑھتے چلے جا رہے تھے ۔

" اُدھر جن دو مجرموں نے پل اڑایا تھا ــــ وہ بھی ایک مخبری کی بنا پر پکڑے گئے ــــ انہیں ایک خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں لایا جا رہا تھا اور ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ شہر سے باہر کھیتوں میں ہیلی کاپٹر موجود ہے ــــ پائلٹ باہر بیہوش پڑا ہے ــــ اور مجرم غائب ہیں"ــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ پانچوں مجرم گرفتار ہونے کے باوجود نکل بھاگے ۔ اور وہ پانچوں اس وقت تل ابیب میں موجود ہیں"ــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

" ہاں!ــــ اسی لئے میں نے تمہیں بلایا ہے کہ ان خوفناک اور خطرناک مجرموں کو گرفتار کرنے کے لئے ریڈ آرمی کو کام میں لے آؤ ــــ کیونکہ یہ جی، پی، فائیو کے بس کے معلوم نہیں ہوتے"ــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

" ٹھیک ہے ــــ میں اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہوں ــــ مگر ان مجرموں کا مقصد کیا ہے ــــ؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی"ــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

" معلوم نہیں!ــــ بس جو اہم چیز سامنے آتی ہے وہ تباہ کر دیتے ہیں ۔ نجانے ان کا اصل مشن کیا ہے"ــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ویسے ایک بات ہے کرنل ڈیوڈ!ــــ مجھے یہ لوگ عام مجرم معلوم نہیں ہوتے ــــ عام مجرم اتنی ذہانت ــــ دلیری ــــ اور بے جگری سے کام نہیں کرتے"ــــ کرنل ہیمرخ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" ہاں!ــــ معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے ــــ تمہیں ایک اور بات بتا دوں ہمارے فارن سیکشن نے یہ اطلاع دی تھی کہ شاکر سرات نے پاکیشیا کے دورے کے دوران وہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے خصوصی ملاقات کی

تھی" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ایکسٹو سے ـــــ؟ کیا تم صحیح کہہ رہے ہو" ـــــ؟ کرنل ہیمرخ یوں کرسی پر سے اچھل پڑا جیسے کرسی میں اچانک سپرنگ نکل آئے ہوں۔

"ہاں ہاں! ـــــ مجھے یہی رپورٹ ملی تھی ـــــ کیوں کیا ہوا ـــــ؟ کیا تم ایکسٹو کو جانتے ہو" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"خدا کی پناہ! ـــــ اگر یہ مجرم ایکسٹو ٹیم کے ممبر ہیں تو پھر سمجھو کہ اسرائیل کا خدا ہی حافظ ہے" ـــــ کرنل ہیمرخ کا چہرہ بجھ سا گیا۔

"کیا مطلب ـــــ؟ میں سمجھا نہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مائی ڈیئر کرنل! ـــــ تمہیں شاید معلوم نہیں ـــــ ایک خصوصی مشن پر ریڈ آرمی دو سال پہلے پاکیشیا گئی تھی ـــــ مگر جانتے ہو اس مشن کا کیا حشر ہوا تھا ـــــ؟ ریڈ آرمی کے نو بہترین آدمی ایکسٹو کے ہاتھوں مارے گئے اور میں بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگا ـــــ اور پھر یہاں آ کر میں نے نئے سرے سے ریڈ آرمی ترتیب دی" ـــــ کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔

"اوہ! ـــــ آخر یہ لوگ کس انداز میں کام کرتے ہیں" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم انہی مجرموں کو لے لو ـــــ انہوں نے اتنا بڑا ڈیم تباہ کر دیا ـــــ عظیم پل اڑا دیا ـــــ دو تین بار گرفتار ہو کر نکل بھاگے ـــــ حالانکہ وہ غیر ملکی ہیں اب ظاہر ہے کہ اپنے ملک میں انہیں مزید سہولتیں مہیا ہوں گی ـــــ وہاں ان کی کارکردگی کا کیا عالم ہو گا" ـــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ یہ مجرم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"تمہاری رپورٹ ـــــ اور پھر ان کے کام کرنے کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے ـــــ اصل بات کا تو اس وقت علم ہو گا جب وہ پکڑے جائیں گے" کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔

"پھر اب کیا خیال ہے" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"خیال کیا ـــــ میں آج ہی سے کام شروع کر دیتا ہوں ـــــ تم اپنا کام جاری رکھو ـــــ یہ ہمارا مشترکہ مشن ہو گا ـــــ اہم اطلاعات سے ہم ایک دوسرے کو باخبر رکھیں گے ـــــ مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں مل کر انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے" ـــــ کرنل ہیمرخ نے تجویز پیش کی۔

"یہ ٹھیک ہے ـــــ بالکل ٹھیک ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ کے چہرے سے پہلی بار مایوسی کے آثار غائب ہوئے۔ کیونکہ کرنل ہیمرخ نے بھی در پردہ اس بات کا اقرار کر لیا تھا کہ ریڈ آرمی اکیلے کام کر کے ان مجرموں کو گرفتار نہیں کر سکتی دوسرے لفظوں میں جی۔ پی۔ فائیو کی عزت بحال ہو گئی تھی۔

"اچھا مجھے اجازت" ـــــ کرنل ہیمرخ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر کرنل ڈیوڈ سے ہاتھ ملا کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران اور جوزف بڑے اطمینان سے بس میں بیٹھ گئے۔ عمران نے تل ابیب کے مرکزی حصہ کے بس اڈے کے ٹکٹ لے لئے۔ عمران کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

بس شہر میں داخل ہو کر جیسے ہی مرکزی حصے کی طرف بڑھنے لگی۔ عمران یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ پورے شہر میں پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے افراد کی زبردست چیکنگ شروع تھی۔ ان کی بس کو بھی جگہ جگہ روکا گیا اور مسلح سپاہیوں نے ایک ایک فرد کا بغور جائزہ لیا اور پھر نیچے اتر گئے۔

عمران حیران تھا کہ اتنی زبردست چیکنگ آخر کس لئے ہو رہی ہے! کیونکہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کے بعد اتنی جلدی تو ان کی تلاش اتنے بڑے پیمانے پر تو شروع نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایسی بات ہوتی بھی تو ظاہر ہے انہیں اتنی آسانی سے نظر انداز نہ کیا جاتا۔

بہرحال تھوڑی دیر بعد بس مرکزی اڈے پر پہنچ گئی۔ اور باقی سواریوں کے ساتھ ساتھ عمران اور جوزف بھی نیچے اتر آئے۔ اڈے پر بھی ہر طرف پولیس

پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے بھائی! ـــ آخر اتنی زبردست چیکنگ" ـــ؟ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تین خطرناک مجرموں کی تلاش ہو رہی ہے" ـــ سپاہی نے بیزار سے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! ـــ تو کیا وہ تینوں اکٹھے پھر رہے ہیں" ـــ! عمران نے چہرے پر خوف کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــ وہ تینوں اکٹھے ہیں ـــ ان میں دو مرد اور ایک عورت ہے"۔ سپاہی نے جواب دیا اور پھر مڑ کر دوسری طرف بڑھ گیا۔

"ہوں" ـــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اڈے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جوزف خاموشی سے عمران کی پیروی کر رہا تھا۔

اڈے سے باہر آ کر عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں ایک پبلک فون بوتھ پر پڑ گئیں اور عمران تیزی سے اس بوتھ کی طرف بڑھ گیا اس نے جیب سے سکے نکال کر فون میں ڈالے اور پھر تیزی سے ایک نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور دوسری طرف سے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہوٹل الغرب"

"میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں ـــ داؤد الفطری سے بات کرا دیں"۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــ ایک منٹ ہولڈ کیجئے" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ہی داؤد کی آواز ابھری۔

" داؤد الفطری سپیکنگ "۔

" پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں ـــــ مال مل گیا ہے " ـــــ عمران نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

" ہاں ! ـــ مل گیا ہے ـــ اور سٹور میں محفوظ کر دیا گیا ہے " ـــــ داؤد نے جواب دیا۔

" مال کی پوزیشن کیا ہے ـــ کوئی ایٹم ڈیمیج تو نہیں ہوا " ـــــ عمران نے پوچھا۔

" نہیں ! ـــ مال بہت اچھی حالت میں ہے ـــ ہمیں خوشی ہے کہ اس بار آپ نے اچھا مال بھیجا ہے " ـــ داؤد نے جواب دیا۔

" شکریہ ! ـــ ہم تو آپ جیسے قدر دانوں کے بل پر ہی زندہ ہیں " ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" پرنس آف ڈھمپ ! ـــ میں سوچ رہا ہوں کہ ہوٹل کو مال سپلائی کرنے والے تمام اداروں کے اعزاز میں ایک ڈنر کا بندوبست کر دوں ـــ آپ کا کیا خیال ہے " ـــــ داؤد کی آواز سنائی دی۔

" نیکی اور پوچھ پوچھ جناب ـــ مگر کیا یہ ڈنر ہوٹل میں ہوگا " ـــــ عمران نے پوچھا۔

" نہیں ! ـــ بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ کسی پرائیویٹ کوٹھی میں اس کا بندوبست کیا جائے ـــ سائمن کالونی میں میرے ایک دوست کی شاندار کوٹھی ہے ـــ نمبر پانچ ـــ وہ جگہ مناسب رہے گی " ـــ داؤد نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے ـــ بالکل ٹھیک ہے ـــ میں آپ کی طرف سے دعوت نامے کا انتظار کروں گا " ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" شکریہ ! ـــ دعوت نامہ جلد ہی پہنچ جائے گا ـــ اگر ہو سکے تو اور مال بھجوا دو " ـــ داؤد نے جواب دیا۔

" ایک ہفتے بعد شاید میں اس پوزیشن میں آجاؤں کہ آپ کو مزید مال بھجوا سکوں ـــ ویسے میں دیکھوں گا کہ کتنی جلد آپ کے آرڈر کی تعمیل کر سکتا ہوں "۔ عمران نے جواب دیا۔

" اوکے " ـــــ داؤد نے کہا۔

" گڈ بائی " ـــــ عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

اور پھر عمران فون بوتھ سے باہر آگیا۔ جوزف باہر فٹ پاتھ پر ہی ٹہل رہا تھا۔

عمران نے باہر نکلتے ہی ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ دیکر روکا اور پھر اس کی پچھلی نشست پر بیٹھتے ہی اس نے ڈرائیور سے سائمن کالونی چلنے کے لئے کہا۔ جوزف آگے ڈرائیور کے پاس بیٹھ گیا۔

ٹیکسی مختلف چیکنگ پوسٹوں سے گزرتی ہوئی تھوڑی دیر بعد سائمن کالونی میں داخل ہو گئی۔ یہ کالونی بڑی بڑی کوٹھیوں پر مشتمل تھی اور یہاں امرا طبقہ کی رہائش تھی۔

سائمن کالونی کے پہلے چوراہے پر عمران اتر گیا اور جب ٹیکسی آگے جاکر ایک موڑ مڑ گئی تو عمران نے قدم بڑھائے اور تھوڑی دیر بعد وہ پانچ نمبر کوٹھی کے گیٹ

پر پہنچ گیا۔

یہ سرخ رنگ کی ایک بہت بڑی کوٹھی تھی جس کے دروازے پر "پائن ہولڈنگ" کے نام کی تختی نصب تھی۔

عمران نے کال بیل کا بٹن دبا دیا ___ دوسرے لمحے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان باہر آگیا۔

"جی فرمائیے" ___ نوجوان نے تیز لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مائیکل صاحب سے ملنا ہے ___ مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں" ___ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس آف ڈھمپ! ___ آیئے ___ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں" نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر واپس کھڑکی میں داخل ہو گیا۔ عمران اور جوزف نے بھی اس کی پیروی کی۔

نوجوان نے کھڑکی کو اندر سے بند کیا اور پھر وہ ان کی رہنمائی کرتا ہوا تیزی سے پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

پورچ میں ایک اور باوردی شخص کھڑا ہوا تھا۔ نوجوان نے عمران کا تعارف اس سے کرایا اور اس نے مسکراتے ہوئے اسے اندر آنے کی دعوت دی۔ اور پھر مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

"اندر چلے جائیے" ___ باوردی ملازم نے مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اور عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"ارے عمران صاحب" ___ صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ارے عمران نہیں ___ علی عمران کہو ___ کیوں میرے نام کا حلیہ بگاڑ

رہے ہو" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اور جوزف اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

کمرے میں صفدر کے ساتھ جولیا اور کیپٹن شکیل بھی موجود تھے۔

"کیسی رہی مصیبت مہم ___ ؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی" ___ ؟ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ___ تکلیف تو نہیں ہوئی ___ بس مرتے مرتے بچے ہیں" ___ جولیا نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلو اچھا ہوا ___ تجہیز و تکفین کے جھنجھٹ سے تو نجات مل گئی" ___ عمران نے جواب دیا۔ اور جولیا کے سوا سب ہنس پڑے۔

تھوڑی دیر تک آپس میں گپ شپ ہوتی رہی اور صفدر نے یہاں تک پہنچنے میں پیش آنے والے تمام حالات تفصیل سے بتا دیئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کوئی ٹھوس قدم اٹھانا چاہیئے ___ ایسا نہ ہو کہ ہم چھوٹے چھوٹے کاموں میں الجھ کر رہ جائیں ___ اور بڑا مقصد پورا ہی نہ ہو سکے" ___ عمران نے کہا۔

"اب یہ آپ کو ہی معلوم ہوگا کہ ٹھوس قدم کیا ہے" ___ ؟ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"سنو دوستو! ___ اسرائیل نے ایٹم بم تیار کر لیا ہے ___ اور آج کل وہ ایسے میزائیلوں کی تیاری میں مصروف ہے جو دور دراز کے نشانوں تک ان ایٹم بموں کو پہنچا سکیں ___ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم نے اس ایٹم بم کا فارمولا حاصل کرنا ہے ___ اور اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری اڑانی ہے جس میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے" ___ عمران نے آواز دبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــــ واقعی بہت بڑا مشن ہے یہ" ـــــ صفدر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"ہاں ـــ اب تم سب یہاں ایک دو روز آرام کرو ـــ میں اس دوران اس لیبارٹری کے متعلق بنیادی تفصیلات حاصل کر لونگا ـــ پھر کام کا پروگرام بنائیں گے" ـــ عمران نے کہا اور ان سب نے سر ہلا دیئے۔

ریڈ آرمی کا خوفناک جاسوس میجر ہیرس ایک لمبا تڑنگا اور مضبوط جسم کا مالک نوجوان تھا۔ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں طاق اور بے خطا نشانے کا مالک انتہائی سنگدل اور بے رحم شخص تھا۔ وہ زبان ہلانے کی بجائے ریوالور کا ٹریگر دبانا زیادہ آسان سمجھتا تھا اور انتہائی ذہانت اور تیز رفتاری سے کام کرنے کا عادی تھا۔

ریڈ آرمی کے سربراہ کرنل ہیمرخ نے مجرموں کی تلاش کا کام میجر ہیرس کے ذمے لگایا اور اُسے تاکید کی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجرموں کا سُراغ نکالے۔ جی۔ پی۔ فائیو سے مجرموں کے حلیئے کی جو تفصیل معلوم ہو سکی تھی وہ بھی اُسے بتا دی گئی۔ اور میجر ہیرس نے تمام تفصیلات سننے کے بعد مجرموں کی

سرکوبی کی حامی بھر لی۔

"میجر! ـــ میں تو جانتا ہوں کہ تم بے حد ہوشیار اور ذہین ہو ـــ مگر اس بات کو نوٹ کر لو کہ مجرم انتہائی خطرناک اور چالاک ہیں" ـــ کرنل ہیمرخ نے میجر ہیرس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــ میں خیال رکھوں گا" ـــ میجر ہیرس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

چند لمحوں بعد اس کی سیاہ رنگ کی چھوٹی مگر انتہائی طاقتور انجن والی کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی تیئسویں شاہراہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ مجرم اسی شاہراہ پر غائب ہوئے تھے اور وہ وہیں سے اپنی تفتیش کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔

تیئسویں شاہراہ پر پہنچ کر اس نے ایک سائیڈ پر اپنی کار روکی اور پھر ایک لمحے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اس کی نظریں ہوٹل الغرب کے بڑے سے بورڈ پر جم گئیں۔ اُسے معلوم تھا کہ کرنل ڈیوڈ نے خود اپنی نگرانی میں اس ہوٹل کی تلاشی لی ہے۔ مگر اس کا دل نجانے کیوں مطمئن نہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ہوٹل الغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو کر وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ وہاں اس وقت ایک نوجوان کھڑا تھا۔

"آج صبح کاؤنٹر پر کس کی ڈیوٹی تھی" ـــ؟ میجر ہیرس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا۔

"ناڈی ـــ کیوں کیا بات ہے" ـــ؟ نوجوان نے چونک کر جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے اُسے ایک ضروری پیغام دینا ہے ——— اس وقت وہ کہاں مل سکے گا؟"
میجر ہیرس نے بڑے بے نیازانہ انداز میں پوچھا۔

"وہ اپنے مکان میں ہوگا ——— مقربٹی اسکوائر روڈ" ——— کاؤنٹرمین نے جواب دیا۔

"تھینک یو ——— کیا اس کے گھر میں ٹیلیفون ہے" ——— ؟ میجر ہیرس نے پوچھا۔

"نہیں جناب! ——— آپ کو خود وہاں جانا پڑے گا" ——— کاؤنٹرمین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا" ——— میجر ہیرس نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے اسکوائر روڈ کی طرف اڑی چلی جارہی تھی۔

مقربٹی اسکوائر ایک تین منزلہ عمارت تھی جس میں چھوٹے چھوٹے فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ میجر ہیرس نے کار عمارت سے ذرا ہٹ کر روکی اور کار سے اتر کر مقربٹی اسکوائر کی عمارت میں داخل ہوگیا۔ مین گیٹ کے سامنے ہی لیٹر بکسوں کی قطار موجود تھی جن پر فلیٹوں میں رہنے والوں کے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے۔

ہیرس نے تیزی سے لیٹر بکسوں کی اس طویل قطار پر نظریں دوڑانی شروع کر دیں۔ اور پھر اس کی نظریں ایک لیٹر بکس پر جم گئیں۔ اس پر ناٹو کا نام اور پتہ درج تھا۔ وہ دوسری منزل کے سات نمبر فلیٹ میں رہتا تھا پتے پر نظریں پڑتے ہی ہیرس تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد ہیرس سات نمبر فلیٹ کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے دروازے

کے قریب لگے ہوئے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور اس وقت تک اسے دبائے چلا گیا جب تک ایک جھٹکے سے دروازہ نہ کھل گیا۔

"کیا مصیبت ہے ——— ؟ کون ہو تم" ——— ؟ دروازے میں کھڑے ناٹو کی تیز اور غصیلی آواز سنائی دی۔

"مصیبت آگئی مسٹر ناٹو" ——— میجر ہیرس نے کہا اور پھر اس نے زور سے ناٹو کو دھکا دیا اور ناٹو اس کے طاقتور دھکے سے اچھل کر اندر کمرے کے فرش پر جا گرا۔

ہیرس اندر داخل ہوا اور اس نے لات مار کر دروازہ بند کر دیا۔

"تم ڈاکو ——— کمینے" ——— ناٹو غصے کی شدت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خوف سے پھٹنے لگیں کیونکہ ہیرس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر نظر آرہا تھا۔

"اطمینان سے بیٹھ جاؤ ناٹو ——— اور میری بات سنو! ——— اگر تم نے چیخنے چلانے کی کوشش کی تو یاد رکھو چیخ تمہارے حلق سے باہر نکلنے سے پہلے ہی یہ خنجر تمہارے دل میں گھس جائے گا" ——— ہیرس نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"تم ——— مگر ——— تم کون ہو ——— ؟ اور کیا چاہتے ہو" ——— ؟ ناٹو نے کرسی پر ڈھیر ہوتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔ وہ خنجر سے زیادہ ہیرس کی آنکھوں سے ابلنے والی سرد مہری اور چہرے کے سپاٹ پن سے خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے انسانی جان کی حیثیت ایک حقیر چیونٹی سے بھی کم ہوتی ہے۔

"میں چند معلومات چاہتا ہوں" ——— ہیرس نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے

انتہائی سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کک ۔۔۔ کیسی معلومات" ۔۔۔ ؟ ناٹو نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا

"ایک منٹ ۔۔۔ ابھی بتاتا ہوں" ۔۔۔ ہیرس نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ہتھکڑیوں کا ایک جوڑا نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ ناٹو سمجھتا، ہیرس نے انتہائی پھرتی سے اس کے دونوں بازو پکڑ کر ایک جھٹکے سے موڑے اور ناٹو کرسی سے اٹھ کر کسی لٹو کی طرح گھومتا چلا گیا اور پھر ایک کی آواز سنائی دی اور ناٹو کے دونوں بازو اس کی پشت پر جکڑے گئے اسی لمحے ہیرس نے دھکا دے کر اسے واپس کرسی میں دھکیل دیا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو" ۔۔۔ ؟ ناٹو نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں

"ابھی بتاتا ہوں ۔۔۔ جلدی کیا ہے" ۔۔۔ ہیرس نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور پھر کرسی کی پشت پر آ کر اس نے ایک ہاتھ سے ناٹو کا کندھا دبایا اور دوسرے ہاتھ سے پکڑے ہوئے خنجر کی نوک اس نے ناٹو کی گردن سے لگا کر اسے آہستہ سے دبایا۔ خنجر کی نوک ناٹو کی گردن میں گھستی چلی گئی۔ ناٹو بری طرح تڑپا اور اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی مگر ہیرس کا ہاتھ انتہائی پھرتی سے اٹھا اور ناٹو کے حلق پر جم گیا۔ اور ناٹو کی چیخ اس کے منہ میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔

"سنو ناٹو! ۔۔۔ آج صبح وہ تین مجرم جو ہوٹل الغرب میں آئے تھے، کہاں ہیں" ۔۔۔ ؟ ہیرس نے انتہائی سرد لہجے میں ناٹو کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"مم ۔ مجھے ۔۔۔ " ناٹو نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اسی لمحے ہیرس نے خنجر کی نوک کچھ اور زیادہ گہرائی تک اترتی چلی گئی اور اس بار ناٹو چیخ نہ سکا

ہیرس نے پوری قوت سے اس کا منہ دبا لیا تھا۔

"انکار مت کرو ۔۔۔ میں انکار سننے کا عادی نہیں ہوں" ۔۔۔ ہیرس نے پھنکارتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ناٹو کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"صحیح کہہ رہا ہوں ۔۔۔ مجھے نہیں معلوم" ۔۔۔ ناٹو نے کراہتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں ہی خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہا ہوں" ۔۔۔ ہیرس نے سپاٹ لہجے میں کہا

اور پھر دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک رومال نکال کر جبراً ناٹو کے حلق میں گھسیڑا اور دوسرا رومال اس کے منہ پر مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر ہیرس نے ناٹو کو کرسی سے اٹھایا اور اسے قریب نیچے بستر پر دھکا دے دیا۔

ناٹو نے بستر پر گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ مگر ہیرس نے پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر مکہ جڑا اور ناٹو دوبارہ بستر پر گر گیا۔ اس کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا

ہیرس نے اس کے بیہوش ہونے پر ادھر اُدھر دیکھا اور پھر الماری کے نیچے پڑی ہوئی رسی نظر آ گئی۔ ہیرس نے رسی اٹھائی اور پھر بیہوش ناٹو کے جسم کو اس انداز میں رسی سے باندھ دیا کہ اب ناٹو کے لئے معمولی سی حرکت بھی ناممکن ہو گئی تھی۔

ہیرس بڑے اطمینان سے کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر والا ہاتھ بڑھا کر اس کی نوک پوری قوت سے ناٹو کے گال میں گھسیڑ دی اور دوسرے لمحے ناٹو ہوش میں آ گیا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلتی چلی گئیں۔

"اب میں تمہاری آنکھ کا آپریشن کرنے والا ہوں ۔۔۔ فی الحال میں تمہارے

پپوٹے کی کھال چھیلوں گا ـــــ پھر آنکھ کے ڈھیلے کا آپریشن شروع ہوگا اور پھر
دوسری آنکھ کی باری آئے گی اور تم ہمیشہ کے لئے اندھیروں میں ڈوب جاؤ گے"
ہیرس نے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اس نے دو انگلیوں سے ناٹو کی دائیں آنکھ
کا پپوٹا پکڑا اور خنجر کی تیز نوک سے پپوٹے کی کھال کو بڑی نفاست سے چھیلنا
شروع کر دیا۔

ناٹو کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑتا چلا گیا۔ مگر وہ حرکت کرنے سے
معذور تھا۔

ہیرس کی آنکھیں ناٹو کی دوسری آنکھ پر جمی ہوئی تھیں جس میں سے
مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور پھر ہیرس نے ہاتھ روک لیا کیونکہ اسے ناٹو کی آنکھوں
میں آمادگی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

ہیرس نے منہ پر بندھا ہوا رومال کھولا اور پھر حلق سے رومال کا گولہ بھی
نکال لیا۔

"آہ! ـــ تم ظالم ہو" ـــــ ناٹو کے حلق سے بے اختیار کراہ نکل گئی۔
اور ہیرس کا خنجر والا ہاتھ دوبارہ آنکھ کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو! ـــ میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں ـــ میں مزید تکلیف
برداشت نہیں کر سکتا" ـــــ ناٹو نے کراہتے ہوئے کہا۔

"جلدی بتاؤ ـــ میرے پاس وقت نہیں ہے" ـــ ہیرس نے سرد لہجے
میں کہا۔

"تینوں مجرموں کو میلے کپڑوں کے بوروں میں بند کر کے لانڈری والے ٹرک
میں لاد کر چیف کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں لے جایا گیا ـــ اور وہاں سے
انہیں سائمن کالونی کی کوٹھی نمبر پانچ میں پہنچا دیا گیا ہے" ـــ ناٹو نے

جواب دیا۔

"مگر بوروں کی تو تلاشی لی گئی تھی" ـــــ ہیرس نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تلاشی کے وقت کیا ہوا ـــــ بہرحال مجرم اب وہیں
ہیں" ـــ ناٹو نے جواب دیا۔

"داؤد نے انہیں پناہ کیوں دی ہے؟" ـــــ ہیرس نے پوچھا۔

"داؤد ان کے لیڈر سے پہلے سے واقف تھا ـــ ان کا لیڈر کوئی پرنس
آف ڈھمپ ہے ـــ جو ان تینوں مجرموں کے ساتھ نہیں آیا تھا۔ صرف
انہوں نے اس کے نام کا حوالہ دیا تھا" ـــــ ناٹو نے جواب دیا۔

"او کے! ـــ میں چیک کر لیتا ہوں ـــ فی الحال تمہاری جان بخشی
کر دیتا ہوں ـــ لیکن سوچ لو ـــ اگر یہ بات غلط نکلی تو تمہارا انجام انتہائی
عبرت ناک ہوگا ـــ تم ریڈ آرمی کے ہاتھ سے دنیا کے کسی کونے میں محفوظ
نہ رہ سکو گے" ـــ ہیرس نے رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔

"ریڈ آرمی" ـــ ناٹو ریڈ آرمی کا نام سن کر اور بھی زیادہ سہم گیا۔

"ہاں ریڈ آرمی" ـــــ ہیرس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور پھر اس نے
رسیاں کھول کر ناٹو کو پلٹ دیا اور اس کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں کھول کر جیب
میں ڈال لیں۔

"اس بات کا کسی کو پتہ نہ چلے کہ تم سے معلومات حاصل کی گئی ہیں ـــ یہ
بات تمہاری اپنی ذات کے لئے بھی فائدہ مند ہو گی" ـــــ ہیرس نے تیز لہجے
میں کہا اور تیزی سے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے سائمن کالونی کی طرف بڑھی
اڑی جا رہی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ پہلے وہ اس کوٹھی میں گھس کر مجرموں کے

متعلق معلومات حاصل کرے گا اور پھر ہی ریڈ آری اور جی۔ پی۔ فائیو کے آدمیوں کے ذریعے کوٹھی پر ریڈ کر کے مجرموں کو گرفتار کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد ہیرس کی کار سامتن کالونی کے پہلے چوراہے پر پہنچ گئی۔ اس نے کار ایک طرف روکی اور خود اتر کر چوک پر ایک کیفے میں داخل ہو گیا۔ وہ گہرا اندھیرا ہونے کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔

کیفے میں بیٹھے بیٹھے اس نے دو گھنٹے گزار دیئے اور اب رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا اس لئے ہیرس نے اب حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کافی کی ادائیگی کر کے وہ کیفے سے باہر نکلا اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا کوٹھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کوٹھی نمبر پانچ کے سامنے سے وہ بڑے اطمینان سے گزرتا چلا گیا اور پھر کوٹھی نمبر ۶ کے ساتھ موجود چھوٹی گلی میں سے ہوتا ہوا وہ کوٹھی نمبر پانچ کی عقبی سمت میں آ گیا۔

کوٹھی کی عقبی دیوار خاصی بلند تھی۔ ہیرس نے بڑے اطمینان سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر جیب سے ایک سیاہ رنگ کا رومال نکال کر اس نے منہ پر باندھا۔ کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس میں موجود بے رنگ سا محلول اس نے اپنے کپڑوں پر اچھی طرح چھڑک دیا۔ یہ ایک مخصوص اور جدید ترین ایجاد تھی۔ اس محلول کی بُو انسانی ناک نہ سونگھ سکتی تھی مگر کتے اس مخصوص بُو کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور اس بُو کی موجودگی میں کتے اس آدمی سے نہ صرف دور بھاگتے تھے بلکہ وہ اس پر بھونکتے تک نہیں تھے۔ کیونکہ کتے انسان کی اجنبی بو پر لپکتے تھے اور اس محلول کی بو سے وہ اجنبی پن دور ہو جاتا تھا۔ ہیرس کو یقین تھا کہ کوٹھی میں پہرے دار کتے ضرور ہوں گے۔ کیونکہ سدھایا ہوا کتا دس مسلح پہرے داروں سے زیادہ کارکردگی کا حامل ہوتا ہے۔

شیشی بند کر کے اس نے واپس جیب میں ڈالی اور پھر جیب سے ایک باریک سی رسی کا گچھا نکالا۔ اس رسی کے سرے پر اینکر لگا ہوا تھا۔ ہیرس نے آخری بار اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس نے رسی کا سرا پکڑ کر اُسے دیوار کے سرے کی طرف اچھال دیا۔ پہلی ہی کوشش میں اینکر کے تیز سروں نے دیوار کے کنگروں کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

ہیرس نے جھٹکا دے کر رسی کی طاقت کا اندازہ لگایا اور پھر رسی کے ذریعے وہ بندر جیسی تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ پلک جھپکنے میں وہ دیوار کے اوپر پہنچ چکا تھا۔ یہ کوٹھی کی عقبی سمت تھی اور اس طرف ایک بلب جل رہا تھا جس کی روشنی نے ماحول کو قدرے روشن کر دیا تھا۔

ہیرس نے پھرتی سے رسی کو لپیٹ کر جیب میں ڈالا اور پھر اندر چھلانگ لگا دی۔ ایک ہلکے سے دھماکے سے وہ زمین پر گرا اور پھر پھرتی سے قد آدم باڑ کے پیچھے دبک گیا۔

اسی لمحے کوٹھی کے سامنے کی سمت سے دو کتوں کی آوازیں سنائی دیں۔ کتوں کے حساس کانوں نے دھماکے کی آواز سن لی تھی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے سیدھے اسی جگہ آئے جہاں باڑ کے پیچھے ہیرس دبکا ہوا تھا۔ کتے باڑ کے قریب آئے اور انہوں نے ہیرس کو بھی دیکھ لیا۔ مگر قریب آتے ہی وہ تیزی سے دُم ہلانے لگے اور پھر جس تیز رفتاری سے وہ آئے تھے اسی تیز رفتاری سے واپس مڑ کر بھاگ گئے۔ ہیرس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

کتوں کے جاتے ہی ہیرس باڑ سے باہر نکلا اور پھر دبے قدموں تیزی سے

عمارت کے عقب میں پہنچ گیا۔

یہاں ایک کھڑکی تو موجود تھی مگر اس پر باہر کی طرف لوہے کی مضبوط سلاخیں فٹ تھیں۔ ہیرس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس کی جیب سے ایک چپٹی سی ٹیوب نکال لی۔ ٹیوب کا ڈھکن کھول کر اس نے ٹیوب کو ہلکے سے دبایا۔ ٹیوب سے سرخ رنگ کی پیسٹ باہر نکلی۔ اس پیسٹ کو سلاخ کے نچلے حصے پر جما دیا اور پھر ٹیوب کا ڈھکن بند کر کے اس نے ٹیوب دوبارہ جیب میں ڈال لی۔

ٹیوب جیب میں ڈال کر اس نے انگلی سے پیسٹ کا ایک حصہ اٹھا کر اسے سلاخ کے اوپری سرے پر چاروں طرف ملنے لگا۔ اسی طرح تھوڑی تھوڑی پیسٹ اس نے پانچ سلاخوں کے اوپر اور نچلے حصوں پر مل دی اور پھر اس نے پہلی سلاخ کو درمیان سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے سلاخ اوپر اور نیچے سے کٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے آہستگی سے سلاخ کو نیچے گھاس پر رکھا اور دوسری سلاخ اکھاڑ لی۔ اس طرح اس نے پانچوں سلاخوں کو اکھاڑ کر انہیں نیچے گھاس پر رکھ دیا۔ پھر جیب سے اس نے ہیرے کی نوک والا قلم نکالا۔ کھڑکی کے شیشے کے اوپر والے حصے پر اس نے ٹیپ مخصوص انداز میں چپکایا اور پھر ہیرے کے قلم سے شیشے کا ایک بڑا چکور ٹکڑا کاٹ دیا۔ انگلی کے ہلکے سے جھٹکے سے شیشے کا چوکور حصہ کٹ کر ٹیپ سے لٹکنے لگا۔ اور ہیرس نے کٹے ہوئے حصے میں ہاتھ ڈال کر بڑے اطمینان سے کھڑکی کی چٹخنی اندر سے کھول دی۔ کھڑکی کھول کر اس نے چند لمحے آہٹ لی مگر اندر تاریکی کے ساتھ ساتھ سکوت طاری تھا اور پھر ہیرس کھڑکی کے اندر کود گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو شاید خوابگاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ہیرس نے پنسل ٹارچ نکالی اور پھر پنسل ٹارچ کی روشنی میں وہ ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچتے ہی وہ ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے دروازے کے ہینڈل کو دبایا تو دروازہ بے آواز طریقے سے کھلتا چلا گیا۔ اب وہ دوسری طرف نہ صرف جھانک سکتا تھا بلکہ ادھر سے آنے والی آوازیں بھی بخوبی سن سکتا تھا۔

"صفدر! ـــــ میرا خیال ہے کہ جب تک اصل مشن کی طرف پیش قدمی نہ ہو ـــــ ہمیں یوں ہاتھ باندھ کر نہ بیٹھا رہنا چاہیئے" ـــــ ایک لمبے تڑنگے نوجوان نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اور کیا کریں" ـــــ دوسرے نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت تک ہمیں تل ابیب میں کچھ تخریبی کارروائیاں کرنی چاہیئے ـــــ کوئی اہم عمارت اڑا دی جائے ـــــ کوئی بڑی شخصیت ہلاک کر دی جائے وغیرہ وغیرہ" ـــــ پہلے نے کہا۔

"ہاں! ـــــ خیال تو اچھا ہے ـــــ مگر مسئلہ عمران کے ماننے کا ہے" ـــــ دوسرے نے جس کا نام صفدر تھا جواب دیا۔

"عمران کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے ـــــ میرا خیال ہے کہ صبح اس نظریے پر عمران سے بات کر لی جائے تو بہتر ہے" ـــــ پہلے نے کہا۔

"ٹھیک ہے کر لیں گے ـــــ جولیا ابھی تک نہیں آئی" ـــــ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ آ کر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی ہو ـــــ میرا خیال ہے کہ اب

ہمیں بھی سونا چاہیئے ـــــ کافی وقت ہو گیا ہے“ ـــــ دوسرے نے کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا ۔

” اوکے ! ـــــ تم چلو ـــــ میری خواب گاہ تو پاس ہی ہے“ ـــــ صفدر نے اس دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس کی دوسری طرف ہیرس کھڑا تھا ۔

” اچھا خدا حافظ ـــــ صبح اس آئیڈیے پر عمران سے ضرور بات کریں گے“ دوسرے نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا ۔ ہیرس دبے قدموں پیچھے ہٹا اور پھر ایک قد آدم الماری کے پیچھے آکر چھپ گیا ۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبی نال اور عجیب ساخت کا ریوالور موجود تھا ۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا اور صفدر اندر داخل ہوا ۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بتی جلائی اور پھر مڑ کر دروازہ بند کر دیا ۔ پھر وہ تیــــزی سے اس الماری کی طرف بڑھا جس کے پیچھے ہیرس چھپا ہوا تھا ۔ اس نے الماری کھولی اور پھر اس میں سے نائٹ گون نکالنے لگا ۔ نائٹ گون نکال کر وہ ملحقہ غسل خانے کا دروازہ کھول کر غسل خانے میں چلا گیا ۔

جیسے ہی غسل خانے کا دروازہ بند ہوا ۔ ہیرس بلی کی چال چلتے ہوئے تیزی سے دروازے کے قریب پہنچا اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی نال تالے کے سوراخ سے لگا کر اس کا ٹریگر دوبار دبا دیا ۔ نال میں سے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں نکل کر غسل خانے میں پھیلتا چلا گیا ۔

ہیرس چند لمحوں تک انتظار کرتا رہا ۔ پھر اس نے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا ۔ سامنے فرش پر صفدر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا ۔ نائٹ گون ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا ۔ ہیرس نے چند لمحے بے ہوش کر دینے وا

ردا ز گیس سے باہر نکلنے کا انتظار کیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھا ۔ پستول اس نے پہلے ہی جیب میں ڈال لیا تھا ۔

اس نے صفدر کے سینے پر ہاتھ رکھا ۔ صفدر بے ہوش تھا اور ہیرس جانتا تھا کہ اب تین چار گھنٹوں سے پہلے وہ ہوش میں نہ آسکے گا ۔ اس نے جھک کر صفدر کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور پھر ایک جھٹکے سے اُسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا ۔ غسل خانے سے لا کر اس نے صفدر کو بستر پر ڈالا اور جیب سے کونے سے بھینے والے محلول کی شیشی نکال کر اس نے اسے صفدر کے لباس پر چھڑک دیا ۔ شیشی خالی ہو چکی تھی ۔ اس نے شیشی وہیں پھینکی اور پھر صفدر کو اٹھا کر کھڑکی کی طرف بڑھ گیا ۔

اندر آتے وقت وہ کھڑکی کے پردے برابر کر آیا تھا یہی وجہ تھی کہ بتی جلاتے ہی صفدر کو کھڑکی کی غلط پوزیشن کا اندازہ نہ ہو سکا تھا ۔ ہیرس نے پردے ہٹائے اور پھر صفدر کے بے ہوش جسم کو دوسری طرف نکال کر نیچے زمین پر لٹا دیا ۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے بتی بجھا دی ۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بتی جلتی دیکھ کر کوئی اس طرف متوجہ ہو ۔

پھر وہ خود بھی کھڑکی سے باہر آگیا ۔ اس نے کھڑکی کے پٹ بند کئے اور ٹیپ کی مدد سے شیشے کو واپس اپنی جگہ پر چپکا دیا ۔ البتہ سلاخیں دوبارہ نہ لگ سکتی تھیں اس لئے اس نے انہیں نہ چھیڑا اور پھر صفدر کو اٹھاتے وہ تیزی سے عقبی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔

پھر اس نے دیوار کی جڑ کے ساتھ صفدر کو لٹایا اور پھر جیب سے رسی نکالنے لگا ۔ اسی لمحے دو نوں کتے تیزی سے دوڑتے ہوئے دیوار کی طرف آئے

مگر ان دونوں کے قریب آکر وہ خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ البتہ دو قدم پیچھے ضرور ہٹ گئے تھے۔

ہیرن نے بڑے اطمینان سے کمند ڈالی اور رسی کی مضبوطی کا اندازہ کر کے اس نے صفدر کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر رسی کے ذریعے تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ دیوار پر پہنچ کر اس نے بڑی پھرتی سے اینکر کو اندر کی طرف فٹ کیا اور پھر رسی دوسری طرف لٹکا دی اور صفدر سمیت پھر نیچے عقبی گلی میں پہنچ گیا۔ رسی کو ایک مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر اس نے کھینچ لیا — اور پھر اسے یوں ہی اکٹھا کر کے جیب میں ڈال لیا۔

دوسرے لمحے وہ صفدر کو اٹھائے تیزی سے عقبی گلی سے ہوتا ہوا سائیڈ گلی میں سے گزرتا چلا گیا۔ سڑک کے قریب پہنچ کر اس نے صفدر کو ایک باڑ کے پیچھے لٹا دیا اور منہ پر بندھا ہوا رومال اتار کر اسے جیب میں ڈالتے ہوئے وہ تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس آسانی سے مشن مکمل ہونے پر اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گیا اور پھر کار سٹارٹ کر کے اس نے کار کا رخ موڑا اور اسے اس جگہ لے آیا۔ جہاں اس نے صفدر کو چھپایا تھا باڑ کے پاس کار روک کر وہ نیچے اترا اور پھر اس نے صفدر کو اٹھا کر کار کی پچھلی نشست پر ڈالا اور انتہائی تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا ریڈ آرمی کے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا مسٹر الونافہ! — اب مجھے اجازت دو — مجھے یقین ہے کہ کل تک میرا کام ہو جائے گا" — عمران نے سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک عرب نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا جس کے چہرے پر موجود چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی نے اسے بڑا وجیہہ بنا دیا تھا۔

"بالکل پرنس! — آپ کا کام تو ہمارے مشن کے عین مطابق ہے — آپ قطعاً بے فکر رہیں — مسٹر شاکر سرات سے ہمیں تفصیلی ہدایات مل چکی ہیں — اور ہمارا پورا گروپ آپ سے ہر ممکن تعاون کرے گا" — الونافہ نے مصافحہ کرتے ہوئے بڑے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"تھینک یو" — عمران نے جواب دیا اور پھر مڑ کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران سیڑھیاں اتر کر عمارت کے صدر دروازے سے باہر آگیا۔ اس کی کار نزدیک ہی پارکنگ میں موجود تھی۔ پارکنگ کے چوکیدار کو ادائیگی کر کے اس نے کار باہر نکالی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے سامن کالونی کی طرف

بڑھتا چلا گیا۔

جس وقت وہ سائنس کالونی کے پہلے چوراہے پر پہنچا اس وقت رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ پانچ نمبر کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا۔ اور ہارن بجتے ہی کوٹھی کا گیٹ کھلتا چلا گیا۔

عمران کار سیدھی پورچ میں لے گیا۔ پورچ میں کار روک کر وہ نیچے اترا اور برآمدے میں کھڑے ہوئے ایک باوردی ملازم سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میرے ساتھی کہاں ہیں ـــــ؟"

"جناب! ـــــ سب آرام کرنے کے لئے اپنی اپنی خوابگاہوں میں جا چکے ہیں" ـــــ ملازم نے بڑے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"مس جولیا آ گئی ہیں" ـــــ؟ عمران نے پوچھا۔

"ہاں جناب! ـــــ وہ تھوڑی دیر پہلے پہنچی ہیں ـــــ اور اب وہ اپنا خوابگاہ میں ہیں" ـــــ ملازم نے جواب دیا۔

"اس کوٹھی میں پہرے کا کیا انتظام ہے" ـــــ؟ عمران نے ایک خیال کے تحت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جناب! ـــــ دو پہریدار کتے موجود ہیں ـــــ جن کی ڈیوٹی کوٹھی کی عقبی طرف ہے ـــــ اور میں سامنے کی طرف پہرہ دیتا ہوں" ـــــ ملازم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ بس ذرا چوکنے رہنا" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــــ کتوں اور میری موجودگی میں بغیر اجازت مکھی بھی کوٹھی کے اندر نہیں آ سکتی" ـــــ ملازم نے بڑے اعتماد بھرے

لہجے میں کہا۔

"کتوں کی حد تک تو معاملہ ٹھیک ہے ـــــ مگر تمہیں نیند بھی آ سکتی ہے ـــــ اس لئے ہوشیار رہنا" ـــــ عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے کپڑے تبدیل کئے اور پھر بتی بجھا کر بستر پر لیٹ گیا۔

بستر پر لیٹ کر تھوڑی دیر تو وہ مشن کے متعلق سوچ بچار کرتا رہا ـــــ پھر نجانے کس وقت اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

پھر نجانے کیا ہوا کہ عمران کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھل گئی۔ چند لمحے تو وہ لاشعوری کی کیفیت میں رہا۔ مگر دوسرے لمحے ایک کرخت آواز سن کر وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔

"ہوش آ گیا تمہیں"!

اور اسی لمحے عمران نے محسوس کیا کہ کمرے میں تیز روشنی ہو رہی ہے اور یہ وہ کمرہ نہیں جس میں وہ سو رہا تھا۔

یہ تو ایک کافی بڑا ہال تھا۔

عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اسے مضبوط بیلٹوں سے اس انداز میں جکڑ دیا گیا تھا کہ سوائے سر ہلانے کے وہ ذرا سی بھی حرکت نہ کر سکتا تھا اور پھر عمران نے گردن موڑ کر دیکھا تو اسے اپنے تمام ساتھی اسی طرح بندھے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب ایک قطار میں پڑی بنچوں سے باندھے گئے تھے۔

ہال کمرے میں چاروں طرف مسلح سپاہی موجود تھے۔ اور عمران کے بستر کے سامنے ہی تین افراد کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرخ تھا —— دوسرا جی۔ پی۔ فائیو کا چیف کرنل ڈیوڈ —— اور تیسرا اس مشن کا ہیرو میجر ہیرس تھا۔ جس کی آنکھیں مسرت سے قندیلوں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔

"کمال ہے —— بچپن میں کہانیوں میں تو پڑھا تھا کہ شہزادہ اپنے محل میں سوتا ہے —— اور جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ بدصورت جادوگروں کے چنگل میں ہوتا ہے —— مگر آج یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے" —— عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! —— آج کی سائنس سب سے بڑا جادو ہے —— اور اسے استعمال کرنے والا جادوگر ہے میجر ہیرس" —— کرنل ہیمرخ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا! —— ایسا جادو تو پھر مجھے بھی سکھا دو —— مگر پہلے میں وہ کہانی سننا چاہتا ہوں" —— عمران نے کہا، وہ ایسے بول رہا تھا جیسے دوستوں سے گفتگو کر رہا ہو۔

"کہانی کیا ہے —— میجر ہیرس نے ہوٹل الغرب کے کاؤنٹر مین زاٹو سے تمہارا پتہ پوچھا —— اور وہ کوٹھی میں داخل ہو کر تمہارے ایک ساتھی کو بیہوش کر کے ہیڈ کوارٹر لے آیا اور یہاں سے ریڈ آرمی اور جی۔ پی۔ فائیو کے مسلح دستوں نے کوٹھی کا محاصرہ کر لیا —— بیہوش کر دینے والی زود اثر گیس کے بموں کی کوٹھی پر بارش کر دی گئی۔ ان بموں سے کوئی دھماکہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کوٹھی میں موجود ہر جاندار بغیر کوئی احتجاج کئے بیہوش ہو گیا، اور تم لوگوں

کو بڑی آسانی سے یہاں منتقل کر دیا گیا ہے" —— کرنل ہیمرخ نے بڑے نرم لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بہتر! —— کاش! میں اس پُرلطف ایڈونچر پر تالیاں بجا سکتا۔ بہرحال میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے" —— عمران نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"تم اگر کسی طرف سے امداد آنے کی انتظار کر رہے ہو تو یہ بات ذہن سے نکال دو —— ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہو۔ اور شاکر سرات کی شہ پر یہاں تباہی پھیلانے کے لئے آئے ہو —— مگر اب بھیانک موت تمہارا مقدر بن چکی ہے" —— کرنل ڈیوڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھے ڈائیلاگ ہیں —— میرا خیال ہے کہ اگر تم ہالی وڈ چلے جاؤ تو اچھے ایکٹر بن سکتے ہو" —— عمران کا ذہن پٹڑی سے اتر چکا تھا۔

"شٹ اپ! —— انہیں گولی مار دو —— ان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی نہیں بڑھنا چاہئیے" —— کرنل ڈیوڈ نے غصے سے پیر پٹختے ہوئے کہا۔

"گولی تو بہرحال انہیں مار ہی دینی ہے —— لیکن میں چاہتا ہوں کہ انہیں زندہ وزیراعظم کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وزیراعظم کو اس بات کا یقین دلایا جا سکے کہ یہ تمام شرارت شاکر سرات کی ہے" —— کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"وزیراعظم کو پیغام دے دیا گیا ہے" —— کرنل ڈیوڈ نے وزیراعظم کا سن کر لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! —— وہ تین گھنٹے بعد یہاں پہنچنے والے ہیں —— ان کے واپس جانے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے گی" —— کرنل ہیمرخ نے جواب دیا

"اللہ کرے تمہارے وزیر اعظم کی ٹانگ ٹوٹ جائے ــــ اُسے بخار جائے" ــــ عمران نے عورتوں کی طرح کوسنے دینے شروع کر دیئے۔
اسی لمحے میجر ہیرس نے آگے بڑھ کر عمران کے چہرے پر زور دار تھپڑ مار
"خبردار! ــــ جو وزیر اعظم کی توہین کی ــــ بوٹی بوٹی علیحدہ کر دوں گا"۔ میجر ہیرس نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"واہ! ــــ کسی قصائی باپ کے بیٹے لگتے ہو ــــ بہرحال یہ تھپڑ اُدھار رہا" ــــ عمران نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میجر اطمینان رکھو ــــ تمہارے دل کی تمام حسرتیں پوری ہو جائیں گی۔ مگر وزیر اعظم کے جانے کے بعد ــــ فی الحال یہاں سے چلیں" ــــ کرنل ہیمرخ نے میجر ہیرس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا
اور میجر ہیرس پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا یہ اچھی طرح باندھ دیئے گئے ہیں" ــــ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں ــــ یہ ہل بھی نہیں سکتے" ــــ کرنل ہیمرخ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ تینوں بڑے اطمینان سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ جبکہ ہال میں موجود مسلح پہرے دار اسی طرح چوکنے انداز میں وہیں کھڑے رہ گئے۔

حصہ اول ختم شد

ناقابلِ تسخیر مجرم

حصہ دوم

الُوناف اسرائیل میں شاکرسرات کی خفیہ گوریلا تنظیم کا سربراہ تھا۔ اس کا گروپ عقاب کہلاتا تھا اور یہ گروپ اسرائیل میں تباہی پھیلانے کے لئے حرکت میں رہتا تھا۔ مگر چھوٹی چھوٹی پلیاں اور غیر اہم عمارتوں کی تباہی سے زیادہ وہ کچھ نہ کر سکے تھے کیونکہ اسرائیل میں جی۔پی۔ فائیو کی گرفت بے حد سخت تھی اور الوناف کے لئے یہاں کے حالات انتہائی کٹھن تھے۔ مگر پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ کرتا ہی رہتا تھا۔

شاکرسرات نے ایک خفیہ کال کے ذریعے عمران اور اس کے ساتھیوں کے متعلق الوناف کو تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور ان کی ہر ممکن امداد کرنے کے لئے کہا تھا۔

ادھر جب الوناف کو یہ رپورٹ ملی کہ عمران جسے وہ پرنس کے نام سے جانتا تھا نے اسرائیل میں داخل ہوتے ہی ایک بڑا ڈیم اور اہم ترین پل اڑا دیا ہے تو مسرت سے اس کا رواں رواں ناچ اٹھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب عمران نے الوناف سے ملاقات کی تو وہ عمران سے بڑے احترام سے پیش آیا۔

ابوناقہ نے بڑی محنت کے بعد جی۔ پی۔ فائیو اور ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹرز پر اپنے آدمی اہم جگہوں پر متعین کرائے تھے اور یہی لوگ اُسے تمام خبریں دیتے تھے آج بھی ابوناقہ جیسے ہی اپنے خفیہ آپریشن روم میں پہنچا۔ اس نے کمرے کا رنگ بدلا ہوا دیکھا۔ ابوناقہ نے اپنے خاص کمرے کی دیواروں پر ایسا میکنزم کر رکھا تھا کہ اگر کوئی ٹرانسمیٹر کال آتی تو بجائے گھنٹی بجنے یا سیٹی بجنے کے کمرے کی دیواروں کا رنگ ہلکا سا تبدیل ہو جاتا تھا۔ اس طرح وہ سمجھ جاتا کہ اس کے لئے کوئی اہم ترین کال ہے۔ اور وہاں کمرے میں موجود لوگوں کو اس کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔

اس وقت رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی اور ابوناقہ عمران کی ہدایت پر خفیہ ایٹمی لیبارٹری کے متعلق تفصیلات حاصل کرنے کا بندوبست کر کے ابھی ابھی واپس لوٹا تھا۔

اس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے ایک بٹن دبا دیا۔ اب یہ کمرہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہو گیا تھا۔ پھر ابوناقہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا۔ اس نے میز کو ایک مخصوص انداز میں دھکیلا میز کا ایک پایہ ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ ابوناقہ نے اس جگہ کو دبایا جہاں میز کا پایہ موجود تھا اور اسی لمحے فرش پر سے سیمنٹ کا ایک بلاک کھٹ سے ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ اس خلا میں ایک چھوٹا سا مگر انتہائی جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر موجود تھا جو زمین میں نصب تھا۔ ابوناقہ نے وہیں فرش پر بیٹھ کر اس کا بٹن آن کر دیا۔ دوسرے لمحے ایک آواز سرسراتی ہوئی بلند ہوئی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ٹیپ چل رہا ہو۔ اور یہ واقعی ٹیپ تھا۔ ابوناقہ کے اس جدید ترین ٹرانسمیٹر میں یہی کمال تھا کہ کال ٹیپ کر لیتا تھا۔ بعد میں ابوناقہ اُسے سن لیتا اور پھر جیسے مناسب سمجھتا مزید احکامات دے دیتا

چنانچہ بٹن دباتے ہی ٹیپ چل پڑا۔ دوسری طرف سے کوئی سرسراتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"باس! — پاکیشیا کے پانچوں جاسوسوں کو سائمن کالونی سے اغوا کر لیا گیا ہے — یہ کارنامہ ریڈ آرمی کے میجر ہیرس نے سرانجام دیا ہے — انہیں ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا ہے — وزیراعظم ان سے ملنے کیلئے خود آ رہے ہیں — وزیراعظم کے جانے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے گی" — اور اس کے ساتھ ہی ٹیپ ختم ہو گیا۔

"اوہ! — یہ تو بہت بُرا ہوا" — ابوناقہ نے پریشان ہو کر سوچا اور پھر اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ جلد ہی دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آٹھواں عقاب بول رہا ہوں۔ اوور" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

"پہلا عقاب اوور" — ابوناقہ نے جواب دیا۔

"کیا میری رپورٹ مل گئی باس! اوور" — ؟ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہاں! — اسی سلسلہ میں بات کر رہا ہوں — اب کیا پوزیشن ہے اوور؟" ابوناقہ نے پوچھا۔

"حالات بے حد خراب ہیں — وزیراعظم دو گھنٹے بعد ہیڈ کوارٹر آنے والے ہیں — ان کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اوور" — دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ہمارے آدمی کہاں ہیں اور کس پوزیشن میں ہیں۔ اوور" — ؟ ابوناقہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ ہیڈ کوارٹر کے خفیہ تہہ خانے میں ہیں ——— انہیں چمڑے کی مضبوط
سے بنچوں پر مضبوطی سے جکڑ دیا گیا ہے ——— اس وقت وہاں دس مسلح پہرے
موجود ہیں ——— میجر پیرس - کرنل میمرخ ——— اور کرنل ڈیوڈ ابھی ابھی
سے ہو کر آئے ہیں ۔ اوور" ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"سنو! ——— ہم نے انہیں ہر قیمت پر وہاں سے رہا کرانا ہے ۔ ز
اور صحیح حالت میں ——— کوئی تجویز ۔ اوور ——— ؟" البزافہ نے کہا۔

"جناب! ——— پورے ہیڈ کوارٹر کے گرد مسلح فوجیوں کا زبردست پہرہ
ایسی حالت میں ان کی رہائی تقریباً ناممکن ہے اوور" ——— دوسری طرف سے
جواب دیا گیا۔

"کیا ان پہرے داروں میں ہمارا کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا ۔ اوور" ———
البزافہ نے پوچھا۔

"اگر آپ حکم دیں تو میں خود کوشش کرتا ہوں ——— ان میں ایک آدمی میرے
قد و قامت کا ہے اور ان پہرے داروں کا انچارج ہے ——— میں اس
ٹھیک آپ آسانی سے کر سکتا ہوں اور اس کی جگہ لے سکتا ہوں مگر اسے ہلاک
کرنا پڑے گا ۔ اوور" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کوئی پرواہ نہیں ——— تم فوراً اس کی جگہ لو اور مقررہ فائیو ٹرانسمیٹر عمران
تک پہنچا دو ——— پھر میں اس سے براہ راست بات کر کے کوئی پروگرام ترتیب
دوں گا ۔ اوور" ——— البزافہ نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس! ——— میں ایک گھنٹے بعد آپ کو رپورٹ دوں گا ۔ اوور" ——— دوسری
طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے ——— میں انتظار کروں گا ۔ اوور اینڈ آل" ——— البزافہ نے
جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر تیزی
سے ایک اور فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"پہلا عقاب بول رہا ہوں اوور" ——— رابطہ قائم ہوتے ہی البزافہ نے
کہا ۔ لہجہ باوقار تھا۔

"یس باس! ——— دوسرا عقاب بول رہا ہوں ۔ اوور" ——— دوسری طرف
سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"دارالحکومت میں اس وقت کتنے عقاب موجود ہیں ——— جو فعال گروپ میں
کام کرتے ہوں ۔ اوور ——— ؟" البزافہ نے پوچھا۔

"دس جناب ۔ اوور" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہمارے پانچ غیر ملکی دوست اس وقت ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں قید
ہیں ——— وزیراعظم ان سے ملنے آ رہے ہیں ——— دو گھنٹے بعد وہ ان سے
ملیں گے ——— ان کے مل جانے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے گی
میں چاہتا ہوں کہ ان پانچوں کو رہا کرایا جائے ——— آٹھواں عقاب اس سلسلے
میں کام کر رہا ہے ——— تم ایسا کرو کہ دسوں فعال عقابوں کو لے کر ریڈ آرمی
کے ہیڈ کوارٹر کے گرد غیر محسوس طریقے سے پھیل جاؤ ——— تمہارے پاس
بھاری اسلحہ اور تیز رفتار گاڑیاں ہونی چاہئیں ——— اور بی فائیو ٹرانسمیٹر بھی ———
ہنگامی حالات کیلئے پوری طرح تیار رہنا ——— باقی احکامات بی فائیو ٹرانسمیٹر پر
ملیں گے اوور اینڈ آل" ——— البزافہ نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن
آف کر دیا۔

اب وہ کرسی پر بیٹھا آنے والے وقت کے متعلق سوچ رہا تھا ۔ پہلے تو

اس کا خیال تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر پر چڑھ دوڑے اور وہاں تباہی اور افراتفری برپا کر کے اپنے مہمانوں کو لے بھاگے ـــــ مگر پھر اس نے یہ خیال ترک کر دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وزیر اعظم کے وہاں آنے کی وجہ سے وہاں زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے ہوں گے اور ایسی صورت میں کوئی اندھا دھند اقدام نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

ابو مانہ چونکہ عمران کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر تھا اس لئے اس نے اس سے بات کر کے پروگرام مرتب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ابو مانہ کو پورا یقین تھا کہ آنٹوان عقاب یقیناً کام دکھائے گا کیونکہ وہ بے حد ذہین اور باصلاحیت ہے اور اب اُسے اس کی کال کا انتظار تھا۔ تاکہ فوری طور پر کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔

کرنل بیمرخ، میجر بیری اور کرنل ڈیوڈ کے جاتے ہی عمران کے قریب موجود کیپٹن شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے عمران صاحب ـــــ؟ ان کم بختوں نے کچھ اس طرح باندھا ہے کہ رہائی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے" ـــــ کیپٹن شکیل پہرے داروں کی وجہ سے کوڈ ورڈز میں گفتگو کر رہا تھا۔

"میں تو سوچ رہا ہوں کہ تین گھنٹے مل گئے ہیں ـــــ آرام سے ایک نیند لے لوں" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ عمران اس وقت کچھ سوچنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ خاموش ہو گیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ اسی طرح گزر گیا۔

پھر ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے پہرے داروں کے انچارج کو اشارے سے بلایا اور خود باہر نکل گیا۔

آدھے گھنٹے بعد انچارج دوبارہ اندر داخل ہوا۔

"تم سب لوگ اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ ـــــ ابھی وزیر اعظم کے آنے میں کافی دیر ہے ـــ اور مجرم بندھے ہوئے ہیں" ـــــ انچارج نے پہریداروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پہریداروں نے جو سٹین گنوں کو عمران وغیرہ کی طرف سیدھا کئے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ یکدم ڈھیلے پڑ گئے۔ اور انہوں نے طویل سانس لیتے ہوئے سٹین گنیں کاندھوں سے لٹکا لیں اور آرام سے کھڑے ہو گئے۔

انچارج اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا عمران کی طرف بڑھا۔

عمران آنکھیں بند کئے خاموش پڑا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ واقعی سو گیا ہو۔

انچارج نے عمران کے قریب پہنچ کر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور پھر پوری قوت سے اس کے گال پر تھپیڑ جڑ دیا۔

"اُلو کی دم! ـــ دیکھو کیسے مزے سے سو رہا ہے" ـــــ انچارج نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

تھپیڑ لگتے ہی عمـــران نے آنکھیں کھول دیں اس کی آنکھوں میں وحشت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"الونافہ سے بات کرو" ـــ۔ اچانک انچارج نے انتہائی مدھم لہجے میں کہا اور عمران نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔

عمران کو احساس ہو گیا تھا کہ تھپیڑ کے ساتھ ہی اس کے کان سے کوئی چھوٹا سا بٹن چپک گیا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی اس کے کان میں الونافہ کی مدھم سی آواز سنائی دی۔

"پرنس! ـــ میں الونافہ بول رہا ہوں ـــ انچارج ہمارا آدمی ہے ـــ تم افریقی زبان میں مجھ سے بات کر سکتے ہو ـــ تمہاری بڑبڑاہٹ بھی مجھے پہنچ جائے گی ـــ میں یہاں سے تمہاری رہائی چاہتا ہوں ـــــ میرے آدمی عمارت کے باہر اسلحہ اور تیز رفتار کاریں لئے موجود ہیں ـــــ اب تم کوئی تجویز بتاؤ" ـــ الونافہ نے کہا۔

"الونافہ! ـــ میرا پروگرام یہ ہے کہ جب وزیر اعظم ہم سے ملنے کے لئے آتے ہیں تو میں اُسے یرغمال بنا لوں اور اس کی زندگی کے بدلے اپنے ساتھیوں کو رہا کرا لوں" ـــ عمران نے آنکھیں بند کئے افریقی زبان میں بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! ـــ واقعی انتہائی کامیاب ترکیب ہے ـــ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ بُری طرح بندھے ہوئے ہو" ـــــ الونافہ نے کہا۔

"ہاں! ـــ انہوں نے واقعی چمڑے کی مضبوط بیلٹوں سے ہمیں باندھ رکھا ہے ـــ مگر ان سے ایک بھیانک غلطی ہوئی ہے ـــــ میرے ہاتھ صرف کاندھوں سے بندھے ہوئے ہیں اور بیلٹوں کے بکسوئے بنچ کے نیچے ہیں جو کھڑے ہوئے افراد کو نظر نہیں آ سکتے ـــ اس لئے تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ میں نے وہ بکسوئے کھول دیئے ہیں ـــ اور اب صرف ایک جھٹکے کی ضرورت ہے اور پھر میں آزاد ہوں گا ـــ وزیر اعظم کو میں یرغمال بنا لوں گا ـــ بس تم اتنی امداد کرو کہ عمارت سے باہر مجھے ریسیو کر لو ـــ ہم وزیر اعظم کو ساتھ لے چلیں گے اور پھر مناسب جگہ پر انہیں کار سے نیچے دھکیل دیں گے ـــ اس کے بعد مناسب خفیہ جگہ پر پہنچانا اور پولیس سے نپٹنا تمہارے آدمیوں کا کام ہے" ـــ عمران نے اسی طرح بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا اس

کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نیند میں بڑبڑا رہا ہو۔ الزائر زبان ہونے کی وجہ سے اس کی بڑبڑاہٹ کسی کے پلے نہ پڑ رہی تھی۔

"ویری گڈ پلاننگ پرنس! ـــ لاجواب پروگرام ہے ـــ میں آپ کی صلاحیتوں کی داد دیتا ہوں ـــ ٹھیک ہے۔ میں اپنے آدمیوں کو الرٹ کر دیتا ہوں ـــ ایک بار آپ وزیراعظم سمیت باہر نکل آئیں ـــ باقی میں سنبھال لوں گا ـــ کوڈ عقاب ہو گا ـــ تھینک یو" ـــ ابو ناذ کی جھکتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔

پھر دوسرے لمحے انچارج جو اب تک خاموش کھڑا تھا، تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔

"یہ بڑبڑاہٹ بند کرو ـــ ورنہ گولی مار دونگا" ـــ انچارج نے عمران کے قریب آکر سخت لہجے میں کہا

اور عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آنکھیں بند کئے خاموشی سے لیٹا رہا۔ اس کے ساتھی حیران تھے کہ عمران آخر کیا کر رہا ہے ـــ وہ بڑبڑا رہا ہے اور خاموش ہے ـــ مگر سوائے انتظار کرنے کے وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے؟

پھر ایک طویل وقت اسی طرح گزر گیا۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور کرنل ہیرخ اندر داخل ہوا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی تمام پہرے دار چوکنے ہو گئے۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے سٹین گنیں کاندھوں سے اتار لیں۔

"کیا سب ٹھیک ہے ـــ؟ وزیراعظم بس کسی بھی لمحے پہنچنے والے ہیں" ـــ کرنل ہیرخ نے تیز لہجے میں انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر! ـــ سب ٹھیک ہے ـــ آپ بے فکر رہیں" ـــ انچارج نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

کرنل ہیرخ نے تیز نظروں سے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد عمارت میں ایڑیاں بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر قدموں کی آوازیں ابھریں آنے والے اسی کمرے میں آ رہے تھے۔ کمرے میں موجود تمام پہرے دار چوکنے ہو گئے۔

کمرے میں داخل ہونے والا پہلا آدمی کرنل ہیرخ تھا۔ اس نے تیز نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر دروازے سے ایک طرف ہٹ گیا۔

دوسرے لمحے وزیراعظم کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ درمیانے قد اور ادھیڑ عمر کے آدمی تھے۔ مگر آنکھوں سے ذہانت اور عیاری ٹپکتی تھی۔ ان کے پیچھے کرنل ڈیوڈ اور کرنل ڈیوڈ کے بعد میجر ہیرس کمرے میں داخل ہوا۔

"جناب! ـــ یہ ہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے جاسوس ـــ اور یہ ان کا سربراہ علی عمران" ـــ کرنل ہیرخ نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ! ـــ میجر ہیرس نے واقعی کمال کر دیا ہے ـــ ان خطرناک جاسوسوں کی اس قدر تیز رفتاری سے گرفتاری واقعی قابل داد ہے" ـــ وزیراعظم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے عمران کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کی تیز نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم یا وزیراعظم" ـــ عمران نے ان کے قریب پہنچتے ہی بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ" ۔ وزیراعظم عمران کے گہرے اطمینان پر چونک پڑے۔ ان کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے ۔

"تم پاکیشیا کے باشندے ہو" ۔۔۔۔ ؟ وزیراعظم نے سوال کیا ۔

"نہیں جناب ! ۔۔۔ پاکیشیا میری ہونے والی سسرال ہے ۔۔۔ آپ میری شادی پر آئیں گے نا" ۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا ۔

"کیا یہ پاگل ہو گیا ہے" ۔۔۔۔ ؟ وزیراعظم تیزی سے پیچھے کھڑے کرنل ہیمرخ کی طرف گھومے اور ان کی پشت عمران کی طرف ہو گئی ۔ اور شاید عمران کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس نے اچانک اپنے جسم کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور رکسیوں میں اٹکی ہوئی چمڑے کی بیلٹیں کھلتی چلی گئیں۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا۔ عمران کسی چیتے کی طرح وزیراعظم پر جا پڑا۔ اس کا ایک بازو وزیراعظم کی گردن کے گرد اور دوسرا اس کی کمر میں لپٹ گیا اور جب تک اس اچانک افتاد سے کمرے میں موجود پہریدار سنبھلتے۔ عمران وزیراعظم کو گھسیٹتا ہوا قریبی دیوار تک لیتا چلا گیا ۔

"خبردار ! ۔۔۔ میں وزیراعظم کی گردن توڑ دوں گا" ۔۔۔۔ عمران نے وزیراعظم کی گردن میں حمائل بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے تیز لہجے میں کہا ۔

اور کمرے میں موجود سب افراد بت بنے کھڑے رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ آخر اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا ۔

"جیسا میں کہوں ۔۔۔ ویسے کرتے جاؤ ۔۔۔۔ ورنہ یاد رکھو تمہارا وزیراعظم جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا ۔۔۔۔ اور میرا وعدہ ہے کہ اگر تم نے میرے احکامات کی تعمیل کی تو میں وزیراعظم کو نقصان نہ پہنچاؤں گا" ۔۔۔۔ عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا ۔

وزیراعظم کی بری حالت تھی۔ ان کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑ گیا تھا۔ آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ عمران کا بازو انتہائی سختی سے ان کی گردن کے گرد جما ہوا تھا ۔

"تم کیا چاہتے ہو" ۔۔۔۔ ؟ اچانک کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں غصہ اور بے بسی کی ملی جلی کیفیات نمایاں تھیں۔

"میرے ساتھیوں کو رہا کرو ۔۔۔ اور ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں دے دو ۔۔۔ جلدی ورنہ ...." عمران نے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا اور وزیراعظم کی زبان باہر نکل آئی ۔

وزیراعظم کی حالت دیکھ کر وہ بہت تیزی سے حرکت میں آئے اور چند لمحوں بعد ہی عمران کے ساتھی آزاد ہو چکے تھے اور ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں بھی پہنچ چکی تھیں۔

"سب لوگ باہر نکل جائیں ۔۔۔۔ ہم سب سے آخر میں آئیں گے ۔۔۔ ہمیں تم نے عمارت سے باہر پہنچانا ہے ۔۔۔ اگر میں نے محسوس کیا کہ تم لوگ کوئی چالاکی کر رہے ہو تو ۔۔۔۔" عمران نے بازو کو ایک اور جھٹکا دیتے ہوئے کہا ۔

"تم وزیراعظم کو کچھ نہ کہو ۔۔۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل ہو گی" ۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے ہونٹ بھینچ کر کہا ۔

اور عمران نے بازو کی گرفت ذرا ڈھیلی کر دی ۔

پھر کرنل ہیمرخ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور پھر چند لمحوں بعد وہ بھاگتا ہوا واپس آیا ۔

"سب انتظامات ہو گئے ہیں ۔۔۔ تم بے فکر رہو" ۔۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے

عمران سے مخاطب ہوکر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کمرے میں موجود باقی پہرے داروں کو بھی باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب تیزی سے کمرے سے باہر چلے گئے۔

پھر پہلے میجر ہیرس — پھر کرنل ہیمرخ — اور پھر کرنل ڈیوڈ کمرے سے باہر نکلا۔

اس کے بعد عمران وزیراعظم کو لئے باہر آگیا۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی مشین گنیں سنبھالے باہر آگئے۔ تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر آئے پھر مختلف راہداریوں سے گزر کر وہ عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گئے۔

جیسے ہی عمران وزیراعظم کو لئے صدر دروازے پر پہنچا۔ ایک کار انتہائی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی صدر دروازے کے پاس آئی اور رک گئی۔

"عقاب" — ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک نوجوان نے چیخ کر کہا اور عمران نے صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا کو اس کار میں بیٹھنے کے لئے کہا۔

وہ تینوں تیزی سے کار میں بیٹھ گئے اور کار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔

"اب میں خود آرہا ہوں پرنس!" — عمران کے کانوں میں الونافہ کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد ایک اور کار صدر دروازے پر آکر رک گئی۔

"سنو کرنل ہیمرخ! — میں وزیراعظم کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں — میں اپنے وعدے پر قائم ہوں کہ وزیراعظم زندہ سلامت تمہیں واپس مل جائیں گے — لیکن اگر تم نے ہماری کاروں کا تعاقب کیا — یا — ہم پر فائرنگ کرنے — یا — ہمیں روکنے کی کوشش کی تو پھر" عمران نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا اور پھر وزیراعظم کو لئے تیزی سے کار

اور بڑھا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر عقبی نشست کا دروازہ کھول دیا اور عمران وزیراعظم کو لئے تیزی سے عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ جوزف فوراً سائڈ پر بیٹھ گیا اور کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"بہت خوب پرنس بہت خوب! — اب اس وزیراعظم کا گلا گھونٹ دو — اس شیطان نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا ہے" — ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے الونافہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں! — تم نے کیا پروگرام بنایا ہے — میرا خیال ہے کہ ہیلی کاپٹروں سے ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہوگا" — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ! — اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا — بہرحال ہم تھوڑی دیر بعد یہ کاریں چھوڑ دیں گے — یہ چوری کی کاریں ہیں" — الونافہ نے کہا اور اس نے تیزی سے کار کا رخ ایک تنگ سڑک کی طرف موڑ دیا۔ اس سڑک پر گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کیونکہ یہاں سٹریٹ لائٹیں نہیں تھیں۔

پھر الونافہ نے کچھ دور آگے جا کر کار روک دی اور پھر تیزی سے نیچے اتر آیا۔

"باہر آجاؤ" — الونافہ نے کہا۔

اسی لمحے عمران نے وزیراعظم کی گردن کو مخصوص انداز میں بازو سے دبایا اور وزیراعظم کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

عمران نے وزیراعظم کو سیٹ پر دھکیلا اور پھر تیزی سے نیچے اتر آیا۔

"میرے پیچھے آؤ" — الونافہ نے کہا اور وہ تینوں بھاگتے ہوئے

سڑک کراس کر کے ایک تنگ سی گلی میں گھس گئے۔

ابونافہ نے گلی میں واقع ایک مکان کے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔

ابونافہ، عمران اور جوزف کو ہمراہ لئے مکان میں داخل ہو گیا۔ مکان کے صحن میں گٹر کا دھانہ موجود تھا جس کا ڈھکن کھلا ہوا تھا۔ اور لمبی سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

ابونافہ نیچے اترتا چلا گیا۔ پھر جوزف اور آخر میں عمران نیچے۔ عمران نے نیچے اترتے ہی باہر پڑا ہوا ڈھکن واپس دھانے پر رکھ دیا۔ گٹر خشک تھا اور خاصا تنگ تھا۔

"یہ پرانا گٹر ہے ـــــ جو اب خشک ہو چکا ہے" ـــــ ابونافہ نے جیب سے ٹارچ نکالتے ہوئے کہا اور پھر ٹارچ کی روشنی میں وہ بھاگتے چلے گئے۔

کافی طویل سفر طے کرنے کے بعد ایک جگہ گٹر میں روشنی دیکھ کر ابونافہ کی رفتار سست پڑ گئی۔ یہ روشنی اوپر سے آ رہی تھی۔ یہ بھی ایک دھانہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔

ابونافہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر گیا اور پھر اس نے عمران اور جوزف کو بھی اوپر آنے کا اشارہ کیا۔

چند لمحوں بعد جب وہ باہر نکلے تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک ویران مکان میں کھڑے دیکھا۔

ابونافہ کی رہنمائی میں اس مکان سے نکل کر وہ آگے بڑھے اور پھر مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک گلی کے سرے پر آئے جہاں ایک کار موجود تھی

اور خالی تھی۔

ابونافہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور عمران اس کے ساتھ بیٹھ گیا جب کہ جوزف عقبی سیٹ پر رینگ گیا۔ اب ابونافہ خاصی تیز رفتاری سے کار دوڑائے چلا جا رہا تھا۔

"اب تک انہیں بیہوش وزیر اعظم مل گیا ہو گا ـــــ اور اب وہ پوری سرگرمی سے ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے" ـــــ عمران نے کہا۔

"بیہوش وزیر اعظم! ـــــ تو کیا آپ نے اس کا خاتمہ نہیں کیا تھا" ـــــ؟ ابونافہ نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں! ــ میں وعدہ کر چکا تھا" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں جواب دیا اور ابونافہ خاموش ہو گیا

مختلف تنگ سڑکوں سے گزرنے کے بعد ابونافہ نے کار ایک گیراج میں لا کر کھڑی کر دی اور پھر وہ تینوں باہر آ گئے۔

ابونافہ نے گیراج کا دروازہ بند کر دیا اور ایک بار پھر وہ مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد ایک بڑے سے مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ابونافہ نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والا ایک نوجوان تھا۔

"مہمان پہنچ گئے ـــــ؟" ابونافہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں" ـــــ نوجوان نے جواب دیا۔

اور ابونافہ نے اطمینان سے سر ہلایا اور پھر وہ عمران اور جوزف کو لئے

ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔

وہاں صفدر — جولیا — اور کیپٹن شکیل پہلے سے ہی موجود تھے۔

"یہ لو بھئی اپنا بٹن نما ٹرانسمیٹر — اس کے لئے مجھے ایک عقیدہ کھانا پڑ گیا" — عمران نے کان کے اندر سے بٹن نما ٹرانسمیٹر نکال کر ابوناذ کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ آرام کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"آپ نے لاجواب ترکیب سوچی تھی پرنس! — وزیر اعظم کی وجہ سے وہ چوہوں کی طرح بے بس ہو گئے تھے" — ابوناذ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں! — اس وقت تو وہ بے بس ہو گئے تھے — مگر اب زخمی چیتوں کی طرح ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے" — عمران نے جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں — وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکتے" — ابوناذ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی مجھے تو نیند آ رہی ہے — کم بختوں نے سونے ہی نہیں دیا" — عمران نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے — میں ملازم کو بھیجتا ہوں — وہ آپکو خوابگاہ تک پہنچا دے گا — میں صبح آؤں گا — ذرا شہر کے حالات کا جائزہ بھی لے لوں" — ابوناذ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

وزیراعظم کا ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر سے یوں دیدہ دلیری سے اغوا ایک ایسا واقعہ تھا جو اسرائیل کے اعلیٰ حکام کے لئے ایک خوفناک دھماکہ ثابت ہوا۔ گو وزیراعظم تھوڑی دیر بعد ہی تاریک سڑک پر کار میں بیہوش پڑے مل گئے تھے مگر اس کے باوجود یہ واقعہ اس قدر سنگین تھا کہ پوری حکومت میں زلزلہ آ گیا اور صدر مملکت نے فوری طور پر ایک ٹاپ سیکرٹ ہنگامی میٹنگ کال کر لی۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کا میٹنگ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تمام محکموں کے چیف سیکرٹری — مسلح افواج کے سربراہ — ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ — ریڈ آرمی کا کرنل ہیمرج — جی پی فائیو کا کرنل ڈیوڈ — غرضیکہ ملک کے تمام اہم اور اعلیٰ ترین حکام میٹنگ ہال میں موجود تھے — وزیر اعظم بھی ایک طرف کرسی پر خاموش بیٹھے تھے۔

چند لمحوں بعد ہال کا خفیہ دروازہ کھلا اور صدر مملکت اندر داخل ہوئے تو تمام شرکاء احتراماً کھڑے ہو گئے۔ اور پھر صدر مملکت کے بیٹھنے کے بعد سب لوگ بیٹھ گئے۔

"کرنل ڈیوڈ! — رپورٹ پیش کرو" — صدر مملکت نے جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"سر! — مجرموں کے اسرائیل میں داخل ہونے سے پہلے ہمارے ایشیائی فارن آفس سے رپورٹ دی گئی کہ شاکرسرات نے پاکیشیا کے سرکاری دورے کے دوران پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے سربراہ "ایکسٹو" سے ایک خصوصی ملاقات کی ہے — مگر اس ملاقات کی تفصیلی رپورٹ مہیا نہ ہو سکی — بہرحال اس رپورٹ پر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ شاید شاکرسرات نے ہمارے ملک میں تباہی اور نقصان رسانی کے لئے ایکسٹو کی خدمات حاصل کی ہوں۔ اس لئے میں نے جی۔ پی۔ فائیو کے تمام شعبوں کو پوری طرح الرٹ کر دیا اور پھر دوسرے دن صحرائی سرحدی بستی میں کچھ مشکوک لوگوں کا پتہ چلا لیا گیا — ہم نے انہیں گرفتار کرنا چاہا — مگر وہ وہاں سے نکل کر سرحدی قصبے آسلم پہنچ گئے — ہم نے آسلم کی مکمل ناکہ بندی کر لی۔ مگر اس دوران ڈیم ٹوٹ گیا اور پانی آنے کی وجہ سے قصبے میں جو افراتفری پیدا ہوئی اس سے مجرموں نے فائدہ اٹھایا اور نکل بھاگے — یہاں سے مجرموں کے دو گروپ ہو گئے — ایک گروپ نے پل اڑا دیا — دوسرے گروپ کے ہاتھوں سے ایک ٹرین تباہ ہونے سے بچ گئی۔ بہرحال دونوں گروپوں کو گرفتار کر لیا گیا — ایک گروپ کو پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے کارکن پولیس کاروں کے ذریعے تل ابیب لا رہے تھے — وہ یہاں آ کر بھاگ نکلے — دوسرے گروپ کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے لایا جا رہا تھا — بعد میں معلوم ہوا کہ جی۔ پی۔ فائیو کے دو اعلیٰ عہدیدار جو انہیں ہمراہ لا رہے تھے انہیں ہیلی کاپٹر سے نیچے گرا دیا گیا — ان کی مسخ شدہ لاشیں مل گئی ہیں — ہیلی کاپٹر کے

پائلٹ کو بیہوش کر دیا گیا اور مجرم نکل بھاگے — ایسی پوزیشن میں ہم نے ضروری سمجھا کہ ریڈ آرمی کو حرکت میں لایا جائے۔ چنانچہ میں نے ریڈ آرمی کے کرنل ہیرخ کے حوالے کر کے کیس دے دیا" — کرنل ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اب آپ رپورٹ دیجئے" — صدر مملکت نے کرنل ہیرخ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! — کرنل ڈیوڈ نے جب مجھے یہ کیس دیا تو میں نے اپنے محکمہ کے سب سے ذہین جاسوس میجر ہیرس کو مجرموں کا کھوج نکالنے کے لئے کہا۔ اور میجر ہیرس نے انتہائی برق رفتاری سے کام کیا اور چند گھنٹوں میں پانچوں مجرموں کو گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لایا گیا — میں نے جناب وزیراعظم سے اس سلسلے میں بات کی — جناب وزیراعظم نے ان کی سیاسی حیثیت کی بنا پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ خود ان مجرموں سے بات کر کے اندازہ لگائیں گے کہ کیا واقعی وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کارکن ہیں اور شاکرسرات کی وجہ سے یہاں آئے ہیں تاکہ انہیں سیاسی سٹنٹ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے — چنانچہ وزیراعظم صاحب ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر تشریف لائے — تمام مجرم انتہائی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے اور دس مسلح پہریدار ان کی نگرانی کر رہے تھے — مگر نجانے کس طرح مجرموں کے سربراہ نے وہ بکل کھول لئے اور پھر اس نے جناب وزیراعظم کو یرغمال بنا لیا — ہم جناب وزیراعظم کی زندگی کی خاطر خاموش رہے اور مجرم نکل بھاگے — وزیراعظم صاحب چند منٹ بعد ہی ایک تاریک سڑک پر کار میں بیہوش پڑے مل گئے — مگر مجرم غائب ہو گئے — ان کی تلاش ابھی تک جاری ہے" — کرنل ہیرخ نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے وزیراعظم کی زندگی بچانے اور مجرموں کی گرفتاری کے لئے فوری طور پر کیا اقدامات کئے" ___؟ صدر مملکت نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب! ___ چونکہ مجرموں نے دھمکی دی تھی کہ اگر ان کی کاروں کا تعاقب کیا گیا تو وہ وزیراعظم صاحب کو ہلاک کر دیں گے ___ اس لئے ہم فوری طور پر ہیلی کاپٹروں کو حرکت میں لے آئے ___ تاکہ مجرموں کا تعاقب ان کی لاعلمی میں کیا جائے ___ مگر مجرم بے حد چالاک، ہوشیار اور خطرناک ہیں۔ وہ کاریں چھوڑ کر نکل گئے ___ اور وہ کاریں بھی چوری کی نکلیں۔ اس طرح ہمارے تمام انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے" ___ کرنل بیمرخ نے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجرم اگر چاہتے تو وزیراعظم کو ہلاک کر سکتے تھے" صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

کرنل بیمرخ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ندامت سے سر جھکائے کھڑا رہا۔

"مجرم مجھے جس کار میں لے گئے تھے اس کا ڈرائیور اس بات پر اصرار کر رہا تھا کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے ___ مگر اس کے ساتھی نے اس کی بات نہ مانی اور مجھے صرف بیہوش کر کے چھوڑ دیا" ___ وزیراعظم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اس سے ظاہر ہوتا ہے جناب ___ کہ کاریں لے آنے والے مجرم اور تھے اور ہیڈ کوارٹر سے بھاگنے والے مجرم اور تھے ___ اگر وہ ایک ہوتے تو یقیناً ایک دوسرے کی بات مانتے" ___ ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ نے

کھڑے ہو کر کہا۔

"بالکل یہ بات درست ہے ___ مجرموں کے یہ دو گروہ تھے ___ ڈرائیور مجھے یہیں کا باشندہ معلوم ہوتا تھا" ___ وزیراعظم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب مسئلہ یہ ہے کہ ان مجرموں کی گرفتاری کیسے ہو ___ ہم ان کی تلاش میں پورے تل ابیب کی تلاشی تو نہیں لے سکتے" ___ صدر مملکت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"جناب! ___ ان کی تلاش بھرپور طریقے سے جاری ہے ___ جی پی فائیو اور ریڈ آرمی کے تمام آدمی ان کی تلاش میں مصروف ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جلد ہی ان کا کھوج مل جائے گا" ___ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"مگر جناب! ___ پہلے یہ بات سوچنی چاہئے کہ اتنے خطرناک مجرموں کا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے ___ اگر ہمیں ان کے مقصد کا علم ہو جائے تو یقیناً ہم حفاظتی اقدامات کے ذریعے ان کو گرفتار کر سکتے ہیں" ___ وزارت دفاع کے چیف سیکرٹری نے کہا۔

"ہاں! ___ یہ بات اہم ہے ___ کرنل بیمرخ آپ کا کیا خیال ہے؟" صدر مملکت نے کہا۔

"جناب! ___ جہاں تک میرا آئیڈیا ہے ___ مجرم یہاں کسی بہت اہم مشن پر آئے ہیں ___ ایک ایسا مشن جس سے اسرائیل کو بہت نقصان پہنچایا جا سکے" ___ کرنل بیمرخ نے کہا۔

"وہ مشن کیا ہو سکتا ہے" ___؟ صدر مملکت نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے دفاعی نظام کی تفصیلات حاصل کرنے آئے ہوں تاکہ عرب ممالک اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں" ـــــ وزارت دفاع کے چیف سیکرٹری نے کہا۔

"ہاں! ـــ یہ بھی ہو سکتا ہے ـــ کوئی اور تجویز" ـــ صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــ میرا خیال ہے ـــ اتنے خطرناک مجرم کہیں ہماری ایٹمی لیبارٹری کو تباہ کرنے نہ آئے ہوں ـــ کیونکہ ہماری ایٹمی لیبارٹری اور اس میں ہونے والے کام سے تمام عرب ممالک بری طرح خوف زدہ ہیں" چیف سیکرٹری وزارت تحقیق و سائنسی ایجادات نے اٹھ کر کہا۔

"اوہ! ـــ یہ بھی ممکن ہے ـــ بلکہ میرا خیال ہے کہ ان کا مشن یہی ہوگا کیونکہ دفاعی نظام کی تفصیلات چوری ہونے کے فوراً بعد چند گھنٹوں میں تبدیل کی جا سکتی ہیں ـ البتہ ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کا مسئلہ دوسرا ہے اگر یہ لیبارٹری تباہ کر دی گئی تو اسرائیل دفاعی لحاظ سے نہ صرف انتہائی کمزور ہو جائیگا بلکہ بہت پیچھے رہ جائے گا" ـــ صدر مملکت نے کہا۔

آپ کی بات بالکل درست ہے جناب ـــ ہمیں چاہیئے کہ ہم ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کی کڑی حفاظت کریں اور جب کہ اس وقت جس نئی ایجاد پر ریسرچ ہو رہی ہے ـــ وہ اتنی اہم ہے کہ اگر اس کا انکشاف بھی ہو گیا تو پوری دنیا میں تہلکہ مچ جائے گا ـــ اور ہو سکتا ہے کہ دو سپر پاور جو ہماری حمایتی ہے وہ بھی ہمارا ساتھ چھوڑ جائے ـــ یا وہ ایجاد خود لے اڑے" ـــ وزیر اعظم نے کہا۔

"ہاں! ـــ یہ بات درست ہے ـــ تو پھر یہ طے رہا کہ مجرم دونوں سائیڈوں پر مار کر سکتے ہیں ـــ ایک دفاعی نظام کی تفصیلات پر اور دوسرا ریسرچ لیبارٹری پر ـــ ہمیں دونوں اطراف پر چوکنا رہنا چاہیئے ـــ میں ملٹری انٹیلی جنس کو ـــ دفاعی نظام والی سائیڈ کی حفاظت پر مامور کرتا ہوں اور ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کے لئے ریڈ آرمی اور جی. پی فائیو کام کرے گی" صدر مملکت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"آپ کا فیصلہ بالکل درست ہے جناب" ـــ کرنل ہمبرغ، کرنل ڈیوڈ اور ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ نے بیک وقت کہا۔

"اور دیکھو! ـــ اس سلسلے میں معمولی سی غفلت اور کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی ـــ آپ تینوں کو ہنگامی حالات کے تحت ریڈ آرڈر دیئے جاتے ہیں ـــ ان آرڈرز کے تحت آپ ہر وہ قدم اٹھا سکتے ہیں جو ضروری محسوس کریں اور کسی سے اجازت یا حکم لینے کی ضرورت نہیں" ـــ صدر مملکت نے کہا۔

اور ان تینوں نے سر جھکا دیا۔

"میٹنگ برخواست ـــ میں جلد از جلد مجرموں کی زندہ یا مردہ ہر صورت میں گرفتاری چاہتا ہوں" ـــ صدر مملکت نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے خفیہ دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

میٹنگ میں موجود تمام افراد باری باری میٹنگ ہال سے باہر نکلے اور پھر اپنی اپنی کاروں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔

جلد ہی ہال خالی ہو گیا۔

ہال کے باہر موجود نگرانی کرنے والوں کا انچارج خالی ہال میں داخل ہوا اور پھر وہ سیدھا ایک دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ایک جگہ

سے دیوار کے ساتھ لگے ہوئے قالین کا سرا اٹھایا اور اس کے نیچے سے ایک
چھوٹا سا آلہ اٹھایا اور تیزی سے جیب میں ڈال لیا۔
یہ ایک جدید ترین ٹیپ ریکارڈ تھا جس میں میٹنگ کی تمام کاروائی ٹیپ
ہو چکی تھی۔
ٹیپ جیب میں ڈال کر وہ ہال سے باہر نکلا اور پھر اس نے نگرانی
پر موجود تمام سپاہیوں کو آف کر دیا اور خود بھی پریذیڈنٹ ہاؤس سے
باہر نکل گیا۔

ایک چھوٹے سے کمرے میں اس وقت چھ افراد موجود تھے۔ وہ سب
ایک میز کے گرد موجود کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے میز کے درمیان میں ایک
ٹیپ ریکارڈر چل رہا تھا۔ وہ سب خاموشی سے بیٹھے ٹیپ سن رہے تھے
یہ پریذیڈنٹ ہاؤس میں کال کی جانے والی ہنگامی مگر ٹاپ سیکرٹ میٹنگ
کی کارروائی تھی۔
میز کے گرد بیٹھے ہوئے چھ افراد میں پانچ تو عمران اور اس کے ساتھی

تھے جب کہ چھٹا ابوناف تھا جو ابھی یہ ٹیپ لے کر آیا تھا۔
جب ٹیپ ریکارڈر سے آواز نکلنی بند ہو گئی تو ابوناف نے ہاتھ
بڑھا کر اس کا بٹن آف کر دیا۔
"بہول! ——— تو اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ اب پوری طرح چوکنے
ہیں" ——— عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
"پرنس! ——— ریڈ آرڈر کا مطلب ہے کہ یہ لوگ اب وسیع ترین اختیارات
کے حامل ہیں۔ وہ جسے چاہیں اور جس وقت چاہیں بغیر کوئی وجہ بتائے
گولی مار سکتے ہیں ——— چاہے وہ ملک کا کتنا بڑا عہدے دار ہی کیوں نہ
ہو" ——— ابوناف نے عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔
"لیبارٹری کے متعلق تفصیلات مل گئیں" ——— عمران نے اس
کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے پوچھا۔
"یس پرنس! ——— میں لے آیا ہوں" ——— ابوناف نے کہا اور پھر
جیب سے ایک بڑا کاغذ نکال کر اس نے میز پر پھیلا دیا۔
"یہ ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کا بیرونی نقشہ ہے ——— اندر کی تفصیلات
ہم حاصل نہیں کر سکے ——— البتہ حفاظتی انتظامات کی کچھ تفصیلات مل
گئی ہیں ——— یہ لیبارٹری تل ابیب سے شمال مشرق کی طرف تقریباً ایک
سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور اس لیبارٹری سے پچاس میٹر کے دائرے
میں کوئی عمارت نہیں ہے ——— پوری لیبارٹری زمین دوز بنائی گئی ہے
باہر چار دیواری ڈال کر اور چند کمرے بنا کر وہاں سرکاری نرسری قائم
کی گئی ہے ——— جہاں پھولوں کے پودے کاشت کئے جاتے ہیں
اور پھر انہیں سرکاری طور پر تقسیم کیا جاتا ہے ——— دوسرے لفظوں میں

وہاں بظاہر ایک سرکاری پلانٹ نرسری قائم ہے ـــــ مگر اندر ہی لیبارٹری ہے جس کا راستہ بھی اندر سے ہی کہیں جاتا ہے ـــــ نرسری میں مالیوں کے روپ میں مسلح فوجی رہتے ہیں ـــــ نرسری کے چھتے پر سرچ لائٹیں ہیں جو اس انداز میں بنائی گئی ہیں جیسے پودوں کو گرم رکھنے کے لئے انتظام کیا گیا ہو ـــــ تمام نرسری کو فوٹو الیکٹرا ویژن سسٹم سے کنٹرول کیا جاتا ہے اس سسٹم سے نرسری کی حدود میں داخل ہونے والی ایک ایک چیونٹی کی کارکردگی بھی چیک کی جاتی ہے اور اس کی فلم بنائی جاتی ہے اس فوٹو الیکٹرا ویژن سسٹم کو لیبارٹری کے اندر سے ہی کہیں کنٹرول کیا جاتا ہے ـــــ نرسری میں تقریباً دو سو مسلح افراد مالیوں اور دیگر کے روپ میں ہر وقت رہتے ہیں ـــــ لیبارٹری میں کام کرنے والے ہفتے میں صرف ایک روز باہر جا سکتے ہیں اور وہ بھی نرسری کی جیپوں کے ذریعے ـــــ لیبارٹری میں کام کرنے والوں کے گھروں کی بھی مستقل نگرانی ہوتی ہے اور جب تک وہ باہر رہتے ہیں ان کی مکمل نگرانی کی جاتی ہے ـــــ اسی طرح نرسری کے ملازمین کی بھی مکمل اور کڑی مستقل نگرانی کی جاتی ہے" ـــــ الوناف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ـــــ مگر یہ تفصیلات تم نے کیسے حاصل کیں" ـــــ؟ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یہ تفصیلات اس طرح مل گئی ہیں کہ ایک عقاب اتفاق سے سرکاری لیبارٹری میں کام کرتا تھا ـــــ وہ ایک سائنسی آلے کا سپیشلسٹ تھا چنانچہ اسے چند روز کے لئے اٹامک لیبارٹری میں لے جایا گیا ـــــ مگر اسے بھی لیبارٹری کے اندر نہیں لے جایا گیا بلکہ وہیں نرسری میں ہی آلے کو

انہیں مرمت کرایا گیا۔ اس دوران اسے صرف یہی تفصیلات مل سکی تھیں"۔ الوناف نے جواب دیا۔

"بہرحال یہ کافی ہیں ـــــ باقی کام ہم کر لیں گے" ـــــ عمران نے الوناف کے ہاتھ سے نقشہ لے کر اسے تہہ کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرا گروپ آپ کی ہر قسم کی امداد کر سکتا ہے"۔ الوناف نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ ہماری امداد اس صورت میں کر سکتے ہیں کہ جو سامان ہمیں چاہیئے وہ ہمیں بروقت مہیا کرتے رہیں" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں ـــــ سامان کے علاوہ بھی جو امداد آپ چاہیں گے ـــــ ہم ہر وقت اس کے لئے تیار رہیں گے" ـــــ الوناف نے کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"عمران صاحب! ـــــ اب کیا پروگرام ہے" ـــــ؟ الوناف کے جاتے ہی صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پروگرام واضح ہے ـــــ ہم نے اس لیبارٹری میں سے اہم راز چرانے ہیں اور اسے تباہ کرنا ہے" ـــــ عمران نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب تھا ـــــ اس کے لئے پلاننگ" ـــــ؟ صفدر نے کہا۔

"میں جلد ہی اس سلسلے میں کوئی پلاننگ مرتب کر لوں گا ـــــ فی الحال تو میں چاہتا ہوں کہ کرنل بھیرخ کی جگہ کیپٹن شکیل سنبھال لے اور میجر پیری کی جگہ صفدر ـــــ اس طرح ہمیں مزید تفصیلات آسانی سے مہیا ہو جائیں

گی" ــــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ ہم تیار ہیں" ــــــ صفدر اور کیپٹن شکیل نے پُرجوش لہجے میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ان دونوں کو یہاں لے آنا چاہیئے ــــــ میں تم دونوں کا میک اَپ خود کرنا چاہتا ہوں ــــ ایسا میک اپ جو کسی صورت بھی چیک نہ کیا جا سکے ــــــ ٹھیک ہے پہلے ہم کرنل ہیرخ کو اغوا کرتے ہیں ــــ بعد میں اس کے ذریعے میجر ہیرس کو کور کیا جا سکتا ہے" ــــ عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا دیا۔

اور پھر عمران کرنل ہیرخ کے اغوا کی تفصیلات طے کرنے میں مصروف ہو گیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب اس مشن کے لئے تیار ہو گئے۔

کرنل ہیرخ ریڈ آرمی ہیڈ کوارٹر میں اپنے خاص کمرے میں بیٹھا ریڈ آرمی کی طرف سے آنے والی رپورٹوں کے مطالعہ میں مصروف تھا۔

ریڈ آرمی کے پانچ ممبر پورے شہر میں مسلسل کام کر رہے تھے اور کرنل ہیرخ کی ہدایت کے مطابق وہ ہر ایک گھنٹے بعد اپنی کارکردگی کی رپورٹ ارسال کر رہے تھے جبکہ باقی پانچ ممبر اٹیمک ریسرچ لیبارٹری میں حفاظتی انتظامات کے لیئے بھیجے گئے تھے۔

مجرموں کو ریڈ آرمی سے فرار ہوئے دو روز گزر چکے تھے مگر اب تک انتھک کوششوں کے باوجود ان کا سراغ نہ مل سکا تھا۔ وہ سب یوں غائب ہو گئے تھے جیسے کبھی ان کا وجود ہی نہ رہا ہو۔

ریڈ آرمی کے ساتھ ساتھ جی۔ پی فائیو کی بے پناہ نفری شہر کے تمام بارڈروں ــــ اہم شاہراہوں ــــ اسٹیشنوں ــــ ہوائی اڈے ــــ اور دیگر پبلک مقامات پر مشکوک افراد کی مسلسل نگرانی کر رہے تھے۔ مگر اب تک کوئی حوصلہ افزا بات معلوم نہ ہو سکی تھی۔ ادھر اٹیمک ریسرچ لیبارٹری

میں بھی حالات بالکل معمول پر تھے اور کسی قسم کی کوئی مشکوک حرکت نظر میں نہ آئی تھی۔

کرنل ہیمرخ مخبروں کی تازہ ترین رپورٹوں کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔

"یس کرنل ہیمرخ سپیکنگ" ——— کرنل ہیمرخ نے رسیور اٹھا کر بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"یہ ریڈ آرمی کا ہیڈ کوارٹر ہے" ——— ؟ دوسری طرف سے ایک خوفزدہ سی آواز سنائی دی۔ لہجے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی شخص ٹیلیفون کرتے ہوئے ہچکچا رہا ہو۔

"ہاں! ——— میں ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرخ بول رہا ہوں ——— تم کون ہو" ——— ؟ کرنل ہیمرخ نے چونکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

"میں رابرٹ جونتھم ہوں ——— ایک شہری ——— میں ان مجرموں کے متعلق ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں جنہوں نے وزیر اعظم کو اغوا کیا تھا" ——— دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"اوہ! ——— تم پہلے اپنے متعلق تفصیل بتاؤ ——— ؟ تم کہاں سے بول رہے ہو اور تمہیں ان مجرموں کے متعلق کیسے پتہ چلا" ——— ؟ کرنل ہیمرخ نے چونک کر سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں شدید اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔

"مجھے بس اتفاقاً ہی ان کے متعلق معلوم ہو گیا ہے ——— میں نے ان کی گفتگو سن لی تھی اور ان کی گفتگو سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے

ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر سے وزیر اعظم کو اغوا کیا تھا" ——— رابرٹ جونتھم نے کہا۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو ——— مجھے بتاؤ ——— میرے آدمی تمہیں یہاں لے آئیں گے ——— پھر تم تفصیل سے سب کچھ بتانا ——— میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تمہاری اطلاع درست ثابت ہوئی تو تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا" ——— کرنل ہیمرخ نے کہا۔ اس کا لہجہ بےحد جوشیلا تھا۔

"میں سخت خطرے میں ہوں ——— مجرموں کو شاید شک ہو گیا ہے کہ میں نے ان کی باتیں سن لی ہیں ——— میں اس وقت جونز روڈ کے ساتویں پبلک بوتھ سے بول رہا ہوں۔ ارے یہ کیا ——— شاید وہ آ گئے ارے ——"

اور اس کے ساتھ ہی اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔

"ہیلو ہیلو ———" کرنل ہیمرخ نے چیخ کر کہا۔ مگر دوسری طرف سے آواز آنی بند ہو گئی۔

کرنل ہیمرخ نے تیزی سے کریڈل پر رسیور رکھا۔ پھر میز پر پڑے انٹرکام کا بٹن دبایا۔

"باس! ——— ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ جونز روڈ کے ساتویں پبلک بوتھ سے بول رہا ہے ——— ہمارے آدمی اب تک اسے لینے کے لئے وہاں پہنچ گئے ہوں گے" ——— کرنل ہیمرخ کے بٹن دباتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور کرنل ہیمرخ نے اطمینان کا سانس لیا وہ سمجھ گیا تھا کہ رابرٹ جونتھم اس کے اپنے آدمیوں کی وجہ سے کال ادھوری چھوڑ گیا ہے۔

اور پھر وہی ہوا۔ دس منٹ بعد کرنل ہیرنج کے کمرے کا دروازہ کھلا اور دو نوجوان ایک ڈرے سہمے شخص کو دھکیلتے ہوئے کمرے میں لے آئے۔

اس شخص نے سستے کپڑے کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کا چہرہ خوف کی شدت سے زرد پڑ چکا تھا۔

"م ۔۔ میں ۔۔۔۔۔؟" اس شخص نے ہکلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔

"کیا تمہارا نام رابرٹ جو تھم ہے" ۔۔۔۔۔ کرنل ہیرنج نے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ج ۔۔ جی ہاں! ۔۔۔ م ۔۔۔ مگر ۔۔۔۔۔۔" رابرٹ جوتھم نے خوف زدہ لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔

"ڈرو نہیں! ۔۔۔ یہاں تم محفوظ ہو ۔۔۔۔ میں کرنل ہیرنج ہوں اور میرے ہی آدمی تمہیں لے آئے ہیں ۔۔۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ" کرنل ہیرنج نے کہا۔

اور اس آدمی نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اور پھر وہ میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم لوگ جا سکتے ہو" ۔۔۔۔ کرنل ہیرنج نے رابرٹ جوتھم کو لے آنے والوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

وہ دونوں سر جھکا کر واپس مڑے اور پھر کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جاتے ہی کمرے کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

"ہاں! ۔۔۔ اب تفصیل سے بتاؤ کہ وہ مجرم کہاں ہیں ۔۔۔؟" کرنل ہیرنج نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"جناب! ۔۔۔۔ میں ایک بیکری پر سیلز مین ہوں اور صبح سویرے ڈبل روٹی وغیرہ اپنے گاہکوں کو ان کے گھروں پر پہنچانے کا کام کرتا ہوں ۔۔۔ آج بھی حسب معمول میں ہوم ڈلیوری میں مصروف تھا کہ میں ایک چھوٹی سی کوٹھی میں پہنچا ۔۔۔ وہاں پہنچ کر میں نے حسب دستور کال بیل کا بٹن دبایا۔ سگر شاید کال بیل کے بٹن میں کوئی خرابی تھی اور کسی نے دروازہ نہ کھولا ۔۔۔۔ پھر میں دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ مجھے چند افراد کی باتوں کی آواز سنائی دی ۔۔۔ چونکہ میں اپنے والد کے ساتھ کچھ عرصہ ایشیا میں رہ چکا ہوں اس لئے وہاں کی زبان آسانی سے سمجھ سکتا ہوں ۔۔۔ بولنے والے چونکہ اس زبان میں باتیں کر رہے تھے اس لئے میں چونک پڑا اور پھر میں خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا ۔۔۔ ان کی باتوں سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجرم ہیں اور انہوں نے ریڈ آرمی ہیڈ کوارٹر سے وزیر اعظم کو اغوا کیا تھا ۔۔۔ ابھی میں ان کی مکمل گفتگو نہ سن سکا تھا کہ کوٹھی کا ملازم باہر آ گیا۔ اس نے مجھ سے سختی سے پوچھا کہ میں یہاں کیوں کھڑا ہوں۔ جس پر میں نے اسے بتایا کہ میں ابھی یہاں پہنچا ہوں اور گھنٹی بجانے ہی والا تھا کہ وہ آگیا ہے ۔۔۔۔ بہرحال میں نے اسے سامان دیا ۔۔۔ رقم وصول کی اور واپس آگیا۔ مگر میں نے اس کی آنکھوں میں شبہات کی جھلکیاں دیکھ لی تھیں ۔۔۔ پھر میں نے حسب معمول اپنی ڈیوٹی پوری کی ۔۔۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے آپ کو ٹیلیفون کیا اور نتیجے میں اب میں یہاں ہوں" ۔۔۔ رابرٹ جوتھم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ مگر ابھی تک تم نے اس کوٹھی کا محل وقوع نہیں بتایا" ۔۔۔ ؟ کرنل ہیمرخ نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"سر! ۔ بات یہ ہے کہ میں ایک غریب ملازم ہوں ۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے غلط فہمی ہوئی ہو ۔۔۔ میں آپ کو بتا دوں اور میری اطلاع غلط ثابت ہو تو مجھے نوکری سے نکال دیا جائے گا ۔۔۔ اور پھر مجھے کہیں بھی نوکری نہ ملے گی ۔۔۔ اس لئے جناب بہتر یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں ۔۔۔ میں دور سے اشارے سے آپ کو وہ کوٹھی دکھا دوں گا اس کے بعد آپ جانیں اور آپ کا کام ۔۔۔ اگر میری اطلاع غلط بھی ثابت ہوئی تو کم سے کم میں قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا" ۔۔۔ رابرٹ جوہتم نے جواب دیا۔

"ایسی بات نہیں ۔۔۔ اگر تمہاری اطلاع غلط بھی ثابت ہوئی تو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ تم کوٹھی کا محل وقوع بتاؤ ۔۔۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ ہم ضائع کرتے پھریں" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب! ۔ آپ میری بات مان جائیں ۔۔۔ اس طرح میرا ضمیر مطمئن ہو جائے گا ۔۔۔ صرف چند منٹ کی تو بات ہے" ۔۔۔ رابرٹ جوہتم نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

کرنل ہیمرخ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے رضامندی میں سر ہلا دیا اس نے سوچا کہ اچھا ہے کہ وہ خود اس کوٹھی کا محل وقوع دیکھ لے گا۔ مجرم چونکہ انتہائی خطرناک ۔۔۔ چالاک ۔۔۔ اور ہوشیار ہیں اس لئے ان پر سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالنا چاہئے ۔۔۔ ویسے بھی ریڈ آرمی کے ممبروں کو

بلانے اور ریڈ کی تیاری کرنے میں کچھ دیر لگ ہی جائے گی۔ اس لئے وہ رابرٹ جوہتم کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میرے ساتھ آؤ" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب" ۔۔۔ رابرٹ جوہتم نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ کرنل ہیمرخ کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک گیراج میں آ گئے۔ کرنل ہیمرخ نے ایک سیاہ رنگ کی کار باہر نکالی اور رابرٹ جوہتم کو اپنے ہمراہ بٹھا لیا۔

"جوزنر روڈ پر چلیں جناب" ۔۔۔ ہیڈ کوارٹر سے کار باہر آتے ہی رابرٹ جوہتم نے کہا۔

اور کرنل ہیمرخ نے کار کا رخ جوزنر روڈ کی طرف کر دیا اور کار کو انتہائی تیز رفتاری سے دوڑاتا چلا گیا۔

جوزنر روڈ پر پہنچتے ہی رابرٹ جوہتم نے اسے کار ایک سائیڈ پر روکنے کے لئے کہا۔ یہاں ٹریفک نہیں تھی۔ کیونکہ جوزنر روڈ پر کمرشل عمارتیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔

پھر جیسے ہی کرنل ہیمرخ نے کار روکی۔ اسی لمحے قریب بیٹھے رابرٹ جوہتم کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کرنل ہیمرخ کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹ گیا۔ پہلی ہی ضرب اتنی جچی تلی اور بھاری تھی کہ کرنل ہیمرخ کا سر ڈھلک گیا۔

رابرٹ جوہتم جو دراصل کیپٹن شکیل تھا۔ نے کرنل ہیمرخ کے بیہوش ہوتے

ہی برق کی سی تیزی سے اُسے گھسیٹ کر پچھلی سیٹ پر ڈالا اور خود اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور پھر مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی جلد ہی یروشلم روڈ پر پہنچ گئی۔

یروشلم روڈ پر ایک کونے میں ایک سبز رنگ کی کار موجود تھی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر عمران میک اپ میں موجود تھا۔ کیپٹن شکیل نے کار سبز رنگ کی کار کے قریب جا کر روک دی۔ دوسرے لمحے اس نے بیہوش کرنل ہیرنج کو سبز کار میں منتقل کیا اور عمران نے کار آگے بڑھا دی۔

"سب ٹھیک ہے" ؟ ——— عمران نے کیپٹن شکیل سے پوچھا جو اب اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

"ہاں ——— بڑی آسانی سے مان گیا ——— اور میں نے عمارت اور اس کا خاص کمرہ بھی دیکھ لیا ہے ——— اب میں آسانی سے اس کا رول ادا کر سکتا ہوں" ——— کیپٹن شکیل نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو میں نے تمہیں بھیجا تھا" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک کوٹھی میں داخل ہو گئی جس میں ان کی رہائش تھی۔

کرنل ہیرنج کو اٹھا کر تہہ خانے میں لایا گیا۔ عمران نے اس کے سب کپڑے اتار دیئے اور پھر اُسے سامنے لٹا کر کیپٹن شکیل کو کرسی پر لٹایا اور قریب پڑا ایک بڑا سا بکس کھول کر اسپیڈ سائنٹیفک میک اپ کا سامان نکالنے لگا۔ یہ ایسا میک اپ تھا جس کا توڑ آسان نہ تھا۔

عمران نے کیپٹن شکیل کے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی عمران کی ہدایت پر سوائے زیر جامہ کے تمام کپڑے اتار دیئے تھے کیونکہ عمران پورے جسم پر میک اپ کرنا چاہتا تھا تاکہ کسی بھی حالت میں میک اپ اچانک نہ ٹوٹ سکے۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک عمران کے ہاتھ تیزی سے چلتے رہے۔ پھر جب اس نے ہاتھ روکے تو اب کمرے میں دو کرنل ہیرنج موجود تھے۔ ایک زمین پر بیہوش پڑا ہوا تھا جب کہ دوسرا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"ہیلو کرنل ہیرنج" ——— عمران نے ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔

"یس عمران" ——— کیپٹن شکیل نے کرنل ہیرنج کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے اطمینان سے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے ——— کرنل کا لباس پہن لو" ——— عمران نے میک اپ باکس بند کرتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے اٹھ کر ایک طرف پڑا ہوا کرنل ہیرنج کا لباس پہننا شروع کر دیا۔

کرنل ہیرنج کا لباس اس کے جسم پر بالکل فٹ آگیا تھا۔

عمران نے ایک الماری سے ایک سرنج نکالی اور پھر کرنل ہیرنج کے بازو میں انجکشن لگا دیا۔

"ٹھیک ہے ——— اب کرنل ہیرنج سے مزید تفصیلات حاصل کر لیتے ہیں" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے فرش پر پڑے ہوئے کرنل ہیرنج کو اٹھا کر کرسی پر بٹھایا اور پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔ پھر دو تین تھپڑوں کے بعد ہی کرنل ہیرنج نے آنکھیں کھول دیں۔

پھر جیسے ہی اس کی نظریں سامنے کھڑے کیپٹن شکیل پر پڑیں اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا۔

"کک ۔ کیا ۔۔۔ میں خواب دیکھ رہا ہوں" ۔۔۔ اس نے اپنے ننگے بازو پر چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔

"نہیں! ۔۔۔ تم اپنے ہمزاد کو دیکھ رہے ہو کرنل ہیرخ" ۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"وہ رارٹ جو تم کہاں سے ۔۔۔ ؟" کرنل ہیرخ عمران پر نظریں پڑتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ کرنل ہیرخ بیٹھ جاؤ ۔۔۔ تم بیٹھ رہے ہو ۔۔۔ جلدی!" عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

اور کرنل ہیرخ کا چہرہ ایک دم بجھ گیا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ انجکشن کی وجہ سے اس کی قوت ارادی ختم ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ بڑی آسانی سے عمران کے ٹرانس میں آگیا۔

عمران عام طور پر ہپناٹزم سے کام نہیں لیتا تھا کیونکہ اس طرح اس کے اپنے دماغ پر خاصا بوجھ پڑ جاتا تھا۔ مگر چونکہ اس موقع پر اسے بہت جلدی تھی اس لئے طویل طریقہ کار اپنانے کی بجائے اس نے ہپناٹزم کا طریقہ استعمال کیا۔

انجکشن کی وجہ سے کرنل ہیرخ کی قوت ارادی چونکہ بے حد کمزور ہو چکی تھی اس لئے عمران کو زیادہ جدوجہد نہ کرنی پڑی۔

"کرنل ہیرخ! ۔۔۔ جو کچھ میں پوچھوں گا ۔۔۔ تم سچ سچ بتاؤ گے"۔

ران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ میں سچ سچ بتاؤں گا" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران اس سے سوال کرتا چلا گیا اور کرنل ہیرخ بڑی آسانی سے اپنے اور ہیڈکوارٹر کے متعلق تمام تفصیلات بتاتا چلا گیا۔ عمران نے اس کی نجی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی پیشہ وارانہ زندگی کے متعلق بھی تمام تفصیلات پوچھ لیں ۔۔۔ ریڈ آرمی کے کوڈ ۔۔۔ اس کے ممبران کی تمام تفصیلات اور اس کے علاوہ بھی جو تفصیلات کیپٹن شکیل کے لئے جاننا ضروری تھیں وہ سب عمران نے پوچھ لیں اور قریب کھڑا کیپٹن شکیل بھی تمام تفصیلات اپنے ذہن میں بٹھاتا چلا گیا۔

"کیا اب تم مطمئن ہو کیپٹن" ۔۔۔ ؟ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں! ۔۔۔ اب میں پورے اطمینان سے یہ رول ادا کر لونگا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے! ۔۔۔ اب تم جاؤ ۔۔۔ سبز کار وہیں چھوڑ دینا ۔۔۔ بی بکس ٹرانسمیٹر اپنے ساتھ لے جاؤ" ۔۔۔ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر وہ کرنل ہیرخ کے انداز میں چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

عمران نے اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا اور ایک بار پھر کرنل ہیرخ کی طرف بڑھا جو بڑے نڈھال سے انداز میں کرسی پر آنکھیں بند

کئے بیٹھا تھا۔

"کرنل ہیرخ ــــ کیا تم میری آواز سن رہے ہو" ــــ عمران نے کرنل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں! ــــ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں" ــــ کرنل ہیرخ کی ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مجھے ایٹمک ریسرچ لیبارٹری کے متعلق تفصیلات بتاؤ ــــ پوری تفصیل" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل ہیرخ کچھ جواب دیتا اچانک باہر سٹین گنوں کے چلنے کی تیز آوازیں سنائی دیں اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اور شاید فائرنگ کی تیز آواز نے کرنل ہیرخ کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ ایک جھٹکا کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر وحشت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی۔ مگر اسی لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور چار افراد ہاتھوں میں سٹین گنیں لئے اندر داخل ہوئے

عمران نے دروازہ کھلتے ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ایک طرف پڑے ہوئے صوفے کے پیچھے جا پڑا۔

اسی لمحے صوفے پر گولیوں کی بارش سی ہونے لگی۔ مگر عمران نیچے دبک جانے کی وجہ سے گولیوں سے بچ رہا۔ مگر اب وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔

کرنل ہیرخ جھپٹ کر آگے بڑھا اور اس نے ایک آدمی کے ہاتھ سے سٹین گن جھپٹ لی۔

"اوہ سر! آپ ــــ اور اس حالت میں" ــــ سب لوگ ایک لمحے کے لئے کرنل ہیرخ کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔

"خبردار! ــــ اپنے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ ــــ ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے" ــــ کرنل ہیرخ نے سٹین گن ہاتھ میں لیتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا اور عمران نے کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اور پھر وہ صوفے کی پشت سے کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر معصومیت چھائی ہوئی تھی۔

"منہ دیوار کی طرف کر لو" ــــ کرنل ہیرخ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے خاموشی سے اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا۔

"اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دو ــــ اگر یہ ذرا سی بھی حرکت کرے تو بلا تامل گولی مار دو" ــــ کرنل ہیرخ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر ایک آدمی نے جیب سے کلپ ہتھکڑی نکالی اور آگے بڑھ کر اس نے عمران کے دونوں بازو پیچھے کر کے ہتھکڑی ڈال دی اور پھر بازو سے پکڑ کر اسے دھکیلتا ہوا کمرے میں لے آیا۔

"کوٹھی میں اور کون ہے" ــــ ؟ کرنل ہیرخ نے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ایک ملازم سا شخص تھا جسے گولی مار دی گئی ہے" ــــ اس آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے" ــــ ؟ کرنل ہیرخ نے سخت لہجے

میں پوچھا۔

"یس باس" ــــ ایک آدمی نے کہا اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر کرنل ہیرخ کی طرف بڑھا دیا۔

کرنل ہیرخ نے تیزی سے فریکونسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔

"اگر آپ ہیڈ کوارٹر کال کر رہے ہیں تو آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آپ کے میک اپ میں جانے والا آدمی گرفتار ہو چکا ہے" ــــ ٹرانسمیٹر دینے والے نے کہا۔

"اوہ! ــــ میں بھی اسی لئے کال کر رہا تھا ــــ مگر تمہیں اس پر شک کیسے ہوا" ــــ؟ کرنل ہیرخ نے ہاتھ روکتے ہوئے پوچھا۔

"سر! ــــ جب آپ ایک مشکوک آدمی کے ساتھ ہیڈ کوارٹر سے روانہ ہوئے تو معمول کے مطابق آپ کو چیک کیا گیا ــــ مگر آپریٹر کی غلطی کی وجہ سے فوری طور پر آپ کا سراغ نہ لگ سکا اور کار خالی پائی گئی ــــ ہم لوگ فوراً حرکت میں آ گئے ــــ تفتیش پر پتہ چلا کہ آپ کو سبز رنگ کی کار میں لے جایا گیا ہے ــــ چنانچہ سبز کار کا پتہ چلتے ہوئے ہم اس کوٹھی پر پہنچ گئے ــــ ابھی ہم اس کوٹھی پر چھاپہ مارنے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ آپ سبز رنگ کی کار میں بیٹھے کوٹھی سے باہر نکلتے نظر آئے ــــ ہم سب حیران رہ گئے جب آپ نے ہم پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور آگے بڑھ گئے جیسے ہم آپ کے لئے اجنبی ہوں ــــ اس پر ہمیں شک گزرا ــــ اور پھر ہم نے کار پر فائر کھول دیا۔ کار کے ٹائر برسٹ کر کے ہم نے کار کو روک لیا اور پھر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ہم نے آپ کے میک اپ میں موجود مجرم کو گرفتار کر لیا ــــ لیکن چونکہ اس کی بات چیت ــــ لہجہ ــــ لباس سب کچھ آپ کی

طرح تھا۔ اس لئے ہم ایک بار پھر شک میں پڑ گئے ــــ مگر ایک سوال نے اس مجرم کی قلعی کھول دی۔

میں نے اسے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! ــــ کرنل ڈیوڈ کا حکم ہے کہ آپ کو گرفتار کیا جائے ــــ اور ہم کرنل ڈیوڈ کے ماتحت ہونے کی وجہ سے مجبور ہیں"۔

اس پر اس نے کرنل ڈیوڈ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ہم سمجھ گئے کہ آپ کے میک اپ میں مجرم ہے ورنہ اسے ضرور پتہ ہوتا کہ ہم جی۔ پی۔ فائیو کی بجائے ریڈ آرمی ہیڈ کوارٹر سے متعلق ہیں اور آپ ہماری صورتیں اچھی طرح پہچانتے ہیں ــــ اس کی گرفتاری کے بعد ہم نے کوٹھی پر ریڈ کر دیا اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

"میرے میک اپ میں مجرم کہاں ہے" ــــ؟ کرنل ہیرخ نے سوال کیا۔

"کار میں بیہوش پڑا ہے جناب" ــــ اس نے جواب دیا۔

"کیا اکیلا" ــــ؟ کرنل ہیرخ نے چونک کر کہا۔

"نہیں جناب! ــــ دو آدمی اس پر پہرہ دے رہے ہیں" ــــ اسی نے جواب دیا۔

"ہوں ــــ ٹھیک ہے ــــ یہ اس کا لباس پڑا ہے۔ اسے جا کر پہنا دو اور میرا لباس اتار کر لے آؤ" ــــ کرنل ہیرخ نے کہا اور وہ آدمی فرش پر پڑا ہوا کیپٹن شکیل کا لباس اٹھا کر باہر نکل گیا۔

"میرے متعلق کیا حکم ہے جناب ــــ؟ کیا میں کرسی پر بیٹھ سکتا ہوں یقین کرو کھڑے کھڑے میری ٹانگیں سن ہو گئی ہیں" ــــ اب تک

خاموش کھڑے ہوتے عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں ــــ کھڑے رہو ــــ ورنہ گولی مار دونگا" ــــ کرنل ہیرز نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بیٹھے ہوتے کو بھی گولی ماری جا سکتی ہے ــــ اگر آپ کا نشانہ کمزور نہ ہو ــــ اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا نشانہ کمزور ہو گا" ــــ عمران نے اسی لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اطمینان سے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

کرنل ہیرخ خاموش رہا۔

اب کمرے میں کرنل ہیرخ کے ساتھ دو افراد موجود تھے اور وہ دونوں مسلح تھے۔ ان کی تیز نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"کرنل ہیرخ! ــــ میں اپنی عادت سے مجبور ہوں ــــ کیا کروں چلین نہیں آتا" ــــ عمران نے اچانک کرنل ہیرخ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" ــــ کرنل ہیرخ نے چونک کر کہا

اور اسی لمحے عمران کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور عمران کے ہاتھوں میں موجود کلپ جھکڑی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح اڑتی ہوئی سیدھی کرنل ہیرخ کی پیشانی پر پڑی اور کرنل ہیرخ اوہ کی آواز نکالتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

کرنل ہیرخ کے دونوں ساتھی اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئے اور ان کی بوکھلاہٹ کا یہی لمحہ عمران کے لئے قیمتی تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک پر کرسی دے ماری اور دوسرے پر خود چھلانگ لگا دی۔

اس نے چھلانگ اس انداز سے ماری تھی کہ وہ اس کے ہاتھوں سے سٹین گن پکڑتا ہوا کمرے کے دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اور پھر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس نے دروازے کے پٹ کی آڑ لے لی۔ کرسی کھا کر گرنے والے کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن سے نکلنے والی گولیاں ٹھیک پلائی کے بنے ہوتے دروازے پر پڑیں۔

یہ دروازہ دونوں طرف سے پلائی ووڈ لگا کر بنایا گیا تھا اور درمیان میں ناریل کے چھلکے بھر کر اس کا حجم بڑھایا گیا تھا۔ گولیاں اس ناریل کے چھلکوں میں ہی پھنس کر رہ گئیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ عمران دروازے کے پٹ کے پیچھے بھی سلامت نہ رہ سکتا۔

اسی لمحے عمران نے سٹین گن سیدھی کی اور پھر سوائے کرنل ہیرخ کے جو بیہوش پڑا تھا۔ دونوں ایجنٹ گولیوں سے چھلنی ہو گئے۔

اسی لمحے باہر سے دوڑتے ہوتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر دو افراد دوڑتے ہوتے اندر داخل ہوتے۔ وہ شاید یہ سمجھتے تھے کہ بند ہوتے دروازے پر گولیاں برسائی جا رہی ہیں اس لئے وہ تیزی سے اندر بڑھتے چلے آئے اور پھر عمران کی سٹین گن نے ان دونوں کو بھی موت کی وادی میں پہنچا دیا۔

دوسرے لمحے عمران اچھل کر دروازے سے باہر آیا اور پھر راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

راہداری کے آخری سرے پر سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو اوپر والی منزل کو جاتی تھیں۔ عمران تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر والی منزل میں پہنچا اور پھر اس نے ایک کھڑکی کے پٹ سے باہر جھانکا۔ سبز رنگ کی کار پورچ

میں کھڑی تھی اور دو مسلح افراد ہاتھوں میں سٹین گنیں پکڑے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ ان کی نظریں حسب توقع سامنے والے برآمدے پر لگی ہوئی تھیں۔

اگر عمران اوپر آنے کی بجائے سیدھا باہر نکلتا تو یقیناً گولیاں اُسے چاٹ جاتیں۔ مگر اب وہ نہ صرف محفوظ تھا بلکہ وہ دونوں افراد بھی اس کی زد میں تھے۔

عمران نے سٹین گن احتیاط سے ایک طرف رکھی اور پھر جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور نکال لیا۔ وہ گولیوں کے دھماکوں سے ارد گرد کی آبادی کو ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ بولائے ہوئے کتوں کی طرح پھرتے ہوئے جی۔ پی۔ فائیو کے ایجنٹ کوٹھی پر چڑھ دوڑتے۔ اُسے معلوم تھا کہ اندر والے کمرے میں ہونے والی فائرنگ کی آواز کوٹھی سے باہر نہ گئی ہوگی۔

اس نے پھرتی سے ریوالور نکالا۔ دوسرے لمحے دو بار چٹ چٹ کی آوازیں نکلیں اور کار کے قریب کھڑے ہوئے دونوں افراد ہوا میں ہاتھ مارتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

عمران نے تیزی سے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں اتر کر واپس نچلی منزل پر آ گیا۔ اور پھر راہداری میں دوڑتا ہوا واپس اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں کرنل ہیرخ بیہوش پڑا ہوا تھا مگر کمرے میں داخل ہوتے ہی عمران ٹھٹھک کر رہ گیا۔ کیونکہ وہاں پڑی ہوئی لاشوں کے درمیان کرنل ہیرخ موجود نہ تھا۔

عمران تیزی سے پلٹا اور پھر اندھا دھند بھاگتا ہوا سامنے برآمدے کی طرف بڑھا اور پھر جیسے ہی وہ برآمدے میں آیا۔ اُسے سامنے کھڑی کار تو نظر آئی۔ مگر کرنل ہیرخ کہیں موجود نہ تھا۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ اور اسی لمحے اس کی نظریں کوٹھی کی پچھلی سمت موجود دیوار پر پڑیں۔ کرنل ہیرخ دیوار پر موجود تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ عمران سٹین گن سیدھی کرتا۔ کرنل ہیرخ دوسری طرف کود گیا۔

کرنل ہیرخ اس وقت صرف انڈرویئر میں ملبوس تھا اور اب اس کے پیچھے بھاگنا حماقت تھی کیونکہ تنگ گلیوں سے نکل کر وہ جلد ہی کسی سڑک پر پہنچ جائے گا اور پھر جی۔ پی۔ فائیو اور پولیس کو لے کر کوٹھی پر چڑھ دوڑے گا۔ چنانچہ وہ تیزی سے کار کی طرف دوڑا۔ اس نے کیپٹن شکیل کو کرنل ہیرخ کے میک اپ میں پچھلی نشست پر پڑے دیکھا۔ اس کے کپڑے وہیں پڑے ہوئے تھے۔ اور کیپٹن شکیل انڈرویئر میں ملبوس تھا۔ کپڑے لے آنے والوں نے شاید ابھی اس کے کپڑے اتارے ہی تھے کہ اندر ہونے والی فائرنگ سن کر اندر آ گئے تھے۔

عمران نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا۔ چابی اگنیشن میں ہی موجود تھی۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور دوسرے لمحے اس نے کار موڑ کر پھاٹک کو رخ کیا۔

پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ عمران کار لئے باہر سڑک پر آیا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا مضافات کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس نے کار ایک تنگ سی گلی میں روک دی۔ اور پھر وہ پچھلی نشست پر پڑے ہوئے بیہوش کیپٹن شکیل پر جھک گیا۔ اس نے دو انگلیوں سے اس کی ناک پر ہلکی چٹکی بھر کر دبا دی اور

دوسرا ہاتھ پوری سختی سے اس کے منہ پہ رکھ دیا
چند لمحوں بعد سانس بند ہونے کی وجہ سے کیپٹن شکیل کا جسم کسمانے لگا اور پھر عمران نے ہاتھ ہٹا لئے۔ اور اسی لمحے کیپٹن شکیل نے آنکھیں کھول دیں۔

"جلدی سے کپڑے پہن لو۔۔۔ جلدی کرو" ۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن شکیل بوکھلا کر سیدھا ہو گیا۔

"کک ۔۔ کیا ہوا ۔۔۔ ؟ کیپٹن شکیل نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہیں ننگا دیکھ کر شرم آ رہی ہے ۔۔۔ اس لئے جلدی سے کپڑے پہن لو" ۔۔۔ عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا اور کیپٹن شکیل نے بوکھلا کر اپنے جسم کو دیکھا اور پھر تیزی سے قریب پڑے ہوئے کپڑے پہننے شروع کر دیئے۔

"میں ان کا صورت آشنا نہ تھا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے ۔۔۔ وہ ہماری توقع سے زیادہ ہوشیار ہیں ۔۔۔ بہرحال کوئی بات نہیں ۔۔۔ اب نہ سہی پھر سہی" ۔۔۔ عمران نے مطمئن لہجے میں کہا۔

اس دوران کیپٹن شکیل نے کپڑے پہن لئے اور پھر وہ دونوں کار سے باہر آ گئے۔ گلی میں سے گزر کر وہ ایک اور گلی میں آئے اور پھر مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک چھوٹے سے مکان میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے ایک زیر زمین سرنگ اس اڈے پر جاتی تھی جہاں وہ سب اس وقت

رہتے تھے۔ اور یہی عقابوں کا ہیڈ کوارٹر بھی تھا۔
یہ عمران کی ہی تجویز تھی کہ میک اپ ہیڈ کوارٹر کی بجائے کسی اور جگہ کیا جائے اور اس کی یہ احتیاط کام آ گئی۔ ورنہ ریڈ آرمی ان کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جاتی تھوڑی دیر بعد وہ صحیح سلامت اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

الونافہ کمرے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میز پہ پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی طرف جاتی مگر ٹرانسمیٹر کا بلب بجھا ہوا دیکھ کر وہ ایک بار پھر ٹہلنا شروع کر دیتا۔
الونافہ، عمران اور اس کے ساتھیوں کی بے پناہ جرأت اور کارکردگی سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ اس نے بھی براہ راست میدان میں اترنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ غیر ملک سے آنے والے یہ لوگ اگر اس قدر تیزی اور پھرتی سے کام کر سکتے ہیں تو پھر اس ملک میں رہنے اور ان سے زیادہ وسائل رکھنے کے باوجود وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے

رہیں۔ یہی سوچ کر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے پہلے اٹیمک ریسرچ لیبارٹری میں گھسے گا اور اسے ہر قیمت پر تباہ کر دے گا۔ تاکہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو یہ احساس ہو سکے کہ عقاب بھی کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔

اس فیصلے پر پہنچتے ہی اس نے لیبارٹری میں موجود عقاب سے رابطہ قائم کیا اور اس سے مزید تفصیلات طلب کیں تاکہ وہ خود لیبارٹری میں داخل ہو سکے اور اب اسے اسی عقاب کی کال کا انتظار تھا۔

پھر کمرے میں ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز گونجی اور الونافہ تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

ٹرانسمیٹر کا سبز ہوا بلب اب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ الونافہ نے ایک بٹن دبا دیا دوسرے لمحے سیٹی کی آواز پر ایک مردانہ آواز غالب آگئی

"بارھواں عقاب بول رہا ہے۔ اوور"

"یس — پہلا عقاب فرام دس اینڈ اوور" — الونافہ نے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"باس! — میں نے مزید تفصیلات حاصل کی ہیں — مگر اس وقت لیبارٹری یا زیرسی کے اندر داخل ہونا ناممکن ہے۔ وہاں زیرسی کے ارد گرد اور اوپر نظر نہ آنے والی میگا ریڈن شعاعوں کا جال پھیلا دیا گیا ہے اب زیرسی سے دس کلومیٹر دور تک کا علاقہ ان کی نظروں کے سامنے ہے زیرسی پر نفری بھی ڈبل کر دی گئی ہے — لیبارٹری میں رہنے والوں کا باہر نکلنا تا اطلاع ثانی منسوخ کر دیا گیا ہے اور زیرسی سے کوئی پودوں کی سپلائی بند کر دی ہے۔ خوراک کے تھیلے بھی ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے

ری میں پہنچائے جا رہے ہیں۔ اوور" — بارھویں عقاب نے تفصیلات
تے ہوئے کہا۔

"اوہ! — کوئی ایسا طریقہ — جس سے زیرسی میں داخل ہوا جا سکے
اوور" — الونافہ نے مایوس لہجے میں پوچھا۔

"نہیں جناب! — ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اوور" — بارھویں
قاب نے جواب دیا۔

"تم نے یہ تفصیلات کیسے حاصل کیں۔ اوور" — ؟ الونافہ نے کچھ
وچتے ہوئے پوچھا۔

"میگا ریڈن شعاعوں کو نصب کرنے والے گروپ میں میرا ایک ساتھی شامل
تھا۔ اس سے معلوم ہوا ہے۔ اوور" — بارھویں عقاب نے جواب
تے ہوئے کہا۔

"کیا کسی طرح میگا ریڈن سسٹم کو ناکارہ کیا جا سکتا ہے — یا عارضی طور
پر اسے خراب کیا جا سکتا ہے۔ اوور" — ؟ الونافہ نے کچھ سوچتے ہوئے
پوچھا۔

"نہیں باس! — ایسا ناممکن ہے — میگا ریڈن سسٹم کنٹرولنگ مشین
لیبارٹری میں ہے اور وہاں داخل ہوئے بغیر اسے خراب یا ناکارہ نہیں
کیا جا سکتا۔ اوور" — دوسری طرف سے سپاٹ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"اوکے — ٹھیک ہے — تھینک یو۔ اوور اینڈ آل" — الونافہ
نے تھکے ہوتے لہجے میں کہا اور پھر ڈھیلے ہاتھوں سے ٹرانسمیٹر کا بٹن
آف کر دیا۔ اس کا سارا جوش صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔
لیبارٹری کا دفاع اس انداز میں کیا گیا تھا کہ اس میں داخلہ ناممکن ہو کر

رہ گیا تھا۔

وہ کافی دیر بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس پر ہیڈ کوارٹر کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ وہ یہ تازہ ترین تفصیلات فوری طور پر پرنس کو منتقل کرنا چاہتا تھا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیڈ کوارٹر۔ اوور" ــــ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"الوناف سپیکنگ ـــ کیا پرنس موجود ہے اوور" ـــــ؟ الوناف نے پوچھا۔

"یس باس! ـــ وہ ابھی ابھی واپس آتے ہیں ـــ ان کے ساتھی کرنل ہمیرخ کے میک اپ میں ہیں۔ اوور" ـــ ہیڈ کوارٹر سے جواب دیا گیا۔

"اوہ! ـــ مگر وہ تو کرنل ہمیرخ کو اغوا کرنے گئے تھے ـــ کیا ان کے ساتھ اصلی کرنل ہمیرخ ہے اوور" ـــ؟ الوناف کو یاد آگیا کہ پرنس نے صبح ایک خالی کوٹھی کی چابی اور کار اس سے حاصل کی تھی۔

"نہیں جناب! ـــ وہ ان کے ساتھی ہیں ـــ پرنس اب ان کا میک اپ ختم کر رہے ہیں۔ اوور" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ! ـــ تو اس کا مطلب ہے کہ پرنس کا مشن ناکام ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے میں خود وہیں آرہا ہوں۔ اوور اینڈ آل" ـــ الوناف نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر ایک الماری کے خفیہ خانے میں رکھا اور پھر الماری بند کر کے وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ کوٹھی کے پورچ میں پہنچ گیا۔ پورچ میں نیلے رنگ کی ایک چھوٹی سی کار موجود تھی۔ اس نے کار کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور پھر کار کو موڑ کر اس کا رخ پھاٹک کی طرف کر دیا۔

پھاٹک کے قریب پہنچتے ہی اس نے ڈیش بورڈ کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک بٹن دبا دیا اور بٹن دبتے ہی کوٹھی کا پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ الوناف اسی رفتار سے کار پھاٹک سے گزارتا چلا گیا۔ کار کے پھاٹک سے باہر نکلتے ہی پھاٹک خود بخود بند ہو گیا۔

الوناف نے کار سڑک پر ڈالی اور تیزی سے شہر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی یہ کوٹھی تل ابیب کے انتہائی شمالی حصے کی طرف تھی۔ وہ یہاں اکیلا رہتا تھا اپنے اصلی نام سے۔ صرف ایک ملازم تھا جو کوٹھی کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

الوناف جیسے ہی مرکزی شاہراہ پر پہنچا اچانک ایک موڑ پر جی۔ پی فائیو کے بے شمار کارندے ادھر اُدھر سے سڑک پر چڑھ آتے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ ان کی مخصوص نیلی وردیاں ان کی اصلیت دُور سے بتا رہی تھیں۔

الوناف نے بڑی پھرتی سے کار روک لی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی کہ آخر اس کی کار کو اس انداز میں کیوں روکا گیا ہے؟

"کار ایک طرف کھڑی کر کے نیچے اتر آؤ" ـــــ ایک سپاہی نے سخت لہجے میں الوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور الوناف نے اس کے حکم کی تعمیل بلا چوں چراں کی۔ اس نے بڑے اطمینان سے کار ایک طرف روکی اور پھر باہر آگیا۔

"کیا بات ہے ـــ مجھے کیوں روکا گیا ہے" ـــ؟ الوناف کے لہجے میں فکر و تشویش کا عنصر نمایاں تھا۔

"کیا تمہارا نام البونافہ ہے ——— ؟ اور تم البونافہ امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے صدر ہو ——— ؟" اسی سپاہی نے جو اس گروپ کا انچارج معلوم ہو رہا تھا بڑے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! ——— میں البوناف ہوں ——— اور تمہاری اطلاع درست ہے" البوناف نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کی تلاشی لو" ——— انچارج نے قریب کھڑے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

وہ افراد نے بڑی پھرتی سے اس کی تلاشی لی۔ مگر ظاہر ہے اس کے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا۔

"ٹھیک ہے ——— تم پولیس کار میں بیٹھ جاؤ ——— تمہیں ہیڈکوارٹر طلب کیا گیا ہے" ——— انچارج نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر قریبی گلی میں موجود پولیس کار میں بٹھا دیا گیا۔ تین افراد اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں موجود تھیں اور وہ پوری طرح چوکنے نظر آ رہے تھے۔

"مم ——— میں نے کیا قصور کیا ہے ——— جو مجھے اس طرح لے جایا جا رہا ہے ——— میں اسرائیل کا ایک معزز شہری ہوں اور میں نے ہمیشہ حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے" ——— البوناف نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو ——— تمہارے سوالوں کا جواب ہیڈکوارٹر میں مل جائے گا" ——— انچارج نے جو ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا کرخت لہجے میں اسے ڈانٹتے ہوئے کہا

البوناف نے خاموشی اختیار کر لی۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس

طرح اسے کیوں جی۔ پی فائیو ہیڈکوارٹر لے جایا جا رہا ہے ——— کیا انہیں اس کی اصل حیثیت کا علم ہو گیا ہے ——— مگر کیسے ؟

تھوڑی دیر بعد پولیس کار ہیڈکوارٹر پہنچ گئی اور اسے آگے کر وہاں کے محافظوں کے حوالے کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد البوناف کرنل ڈیوڈ کے خاص کمرے میں پہنچ گیا۔

کرنل ڈیوڈ میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی تیز نظریں البوناف پر جم گئیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نظروں ہی نظروں میں اس کی اصلیت جانچ رہا ہو۔

"بیٹھو" ——— کرنل ڈیوڈ نے البوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

البوناف خاموشی سے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے لے آنے والے محافظ چند قدم ہٹ کر مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔ البتہ ان کے ہاتھوں میں موجود سٹین گنوں کا رُخ البوناف کی طرف ہی تھا۔

"تم البوناف ہو ——— البوناف امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے صدر" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

"جی ہاں! ——— یہ درست ہے" ——— البوناف نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور یہ بھی درست ہے کہ سبز رنگ کی سیڈان جس کے نمبر ایم۔ آئی۔ زیرو اُڑ تھری، ون ہیں تمہاری کمپنی کی ملکیت ہے" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے ایک جھماکے سے ساری بات البوناف کے ذہن میں آ گئی۔ اس

نے آج صبح ہی یہ گاڑی پولیس کے حوالے کی تھی۔ اس لمحے اس کے ذہن میں یہ بات آئی ہی نہ تھی کہ اگر پولیس کا مشن ناکام ہو گیا تو اس گاڑی کی وجہ سے اس کا آسانی پتہ چلایا جا سکتا ہے۔

"جی ہاں! ۔۔۔ یہ بات بھی درست ہے جناب" ۔۔۔ البوناف نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ غیر ملکی مجرموں کی پشت پناہی تم کر رہے ہو" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

"غیر ملکی مجرم! ۔۔۔ میں سمجھا نہیں جناب ۔۔۔ یہ گاڑی میری کمپنی میں جنرل ڈیوٹی کے کام آتی ہے ۔۔۔ اور میری کمپنی کا کوئی بھی شخص اس گاڑی کو کسی بھی وقت استعمال کر سکتا ہے۔ آخر اس گاڑی کے ساتھ کیا ہوا ہے جناب" ۔۔۔ البوناف نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"ہوں! ۔۔۔ تو اب تم ہم سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو ۔۔۔ ٹھیک ہے ابھی معلوم ہو جاتا ہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر اس نے محافظوں سے مخاطب ہو کر کہا

"اسے بلیو روم میں لے چلو ۔۔۔ میں وہیں آ رہا ہوں ۔۔۔ اور دیکھو خیال رکھنا یہ بھاگنے نہ پائے"۔

پھر اس سے پہلے کہ اس کی بات مکمل ہوتی۔ دونوں محافظ عقاب کی طرح البوناف پر جھپٹے اور پھر ان دونوں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے اٹھایا اور کھینچتے ہوئے کمرے سے باہر لے گئے۔

کرنل ڈیوڈ نے اس کے جاتے ہی میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ دوسرے لمحے کمرے کی سامنے والی دیوار میں نصب ایک سکرین روشن

ہو گئی۔۔۔ اب اس پر ایک نوجوان کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"البوناف امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے متعلق تازہ ترین تفصیلات دس منٹ کے اندر میرے پاس پہنچ جانی چاہئیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر دیا اور سکرین تاریک ہو گئی۔

کرنل ڈیوڈ کا چہرہ اندرونی مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اس کے صحیح آدمی پر ہاتھ ڈالا ہے اور اب مجرموں کا پتہ آسانی سے چل جائیگا۔ اسے تھوڑی دیر پہلے کرنل ہیرخ کے اغوا اور پھر واپسی کا پتہ چلا تھا۔ کرنل ہیرخ نے کوٹھی سے نکلتے ہوئے کار کا نمبر دیکھ لیا تھا۔ پھر یہ کار ایک گلی میں کھڑی مل گئی اور چند ہی لمحوں میں جی۔ پی فائیو کے کارندوں نے اس کے اصل مالک کا پتہ چلا لیا۔ اس کے ساتھ ہی کرنل ڈیوڈ نے اس کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے اور جب جی۔ پی فائیو کی ایک گشتی گاڑی نے بتایا کہ البوناف ایک کار میں کوٹھی سے نکلا ہے اور فلاں سڑک پر آ رہا ہے۔ چنانچہ اسے وہاں روکا گیا اور نتیجے میں اس وقت وہ بلیو روم میں موجود تھا۔

اب کرنل ڈیوڈ کو البوناف کی کمپنی کے متعلق مزید تفصیلات کا انتظار تھا تاکہ وہ حالات سے باخبر ہو کر اصلیت تک پہنچ سکے۔ اُسے یقین تھا کہ بلیو روم میں کئے جانے والے تشدد کے سامنے البوناف چند لمحے بھی نہ ٹھہر سکے گا اور سب کچھ اگل دے گا۔

عمران نے کیپٹن شکیل کا میک اَپ صاف کر دیا تھا اور اب وہ اپنے اصل
روپ میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت کمرے میں عمران سمیت تمام ممبر
موجود تھے۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں لیبارٹری پر براہِ راست حملہ کرنا چاہئیے۔ اس
طرح اِدھر اُدھر ناکِ ٹوئیاں مارنے سے ہم الجھ بھی سکتے ہیں" ۔۔۔ صفدر
نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر وہ لوگ بے حد ہوشیار اور چوکنے ہو چکے ہیں ۔۔۔ اس لئے
براہِ راست لیبارٹری پر حملہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمیں چاہئے
کہ پہلے ایسے اقدامات کریں جن سے یہ لوگ الجھ جائیں اور ان کی توجہ لیبارٹری
سے ہٹ جائے" ۔۔۔ جولیا نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے جولیا کی رائے سے اتفاق ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ پنچوں کا فیصلہ سر آنکھوں پر ۔۔۔ مگر ظاہر ہے کہ

ڈالڈا وہیں رہے گا" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"کیا مطلب" ۔۔۔ ؟ جولیا نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"بھئی یہ مطلب پوچھنے والی بیماری نے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑا ۔۔۔ میں
اس بیماری سے عاجز آگیا ہوں" ۔۔۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے
سر پکڑتے ہوئے کہا جیسے اس پر شدید بیزاریت کا دورہ پڑ گیا ہو۔

"سیدھے ہو کر بیٹھو ۔۔۔ ورنہ کھوپڑی پچکا دوں گی" ۔۔۔ جولیا نے
تلملاتے ہوئے میز پر پڑی فولادی ایش ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے
کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ ڈیری بیڈ ۔۔۔ اس قدر لڑاکی عورت سے بھلا کون جیت سکتا
ہے ۔۔۔ بھئی میرا مطلب ہے کہ تم تینوں وہی کرو جو تم نے سوچا ہے
یعنی اور جوزف لیبارٹری کے سلسلے میں کام کریں گے ۔۔۔ اس طرح پنچوں
کا فیصلہ بھی سر آنکھوں پر اور پرنالہ بھی وہیں رہے گا" ۔۔۔ عمران
نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ ہم اکٹھے ہی کام کریں گے ۔۔۔ تم علیحدہ کام نہیں کرو گے"
جولیا نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل اس کے اس
انداز پر مسکرا دیئے۔

"اوہو! ۔۔۔ یہ پاکیشیا نہیں ہے ۔۔۔ جہاں اس چوہے نے تمہیں ہم
سب پر مسلط کر رکھا ہے ۔۔۔ یہ اسرائیل ہے اور یہاں کا انچارج میں
ہوں" ۔۔۔ عمران نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جولیا کوئی جواب دیتی۔ اچانک کمرے کا دروازہ
کھلا اور ایک نوجوان حواس باختہ انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے

پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"ب ـــ باس کو گرفتار کر لیا گیا ہے" ـــــــ نوجوان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ الونافر کا آدمی تھا۔

"اوہ الونافر کو ـــــ مگر کیسے" ـــــ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس سبز رنگ کی کار کی وجہ سے باس کو گرفتار کیا گیا اور جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر لے جایا گیا ہے ـــ اور اب وہ بلیو روم میں ہے" ـــــــ اس آدمی نے جواب دیا۔ اب وہ لمپنے آپ پر قابو پا چکا تھا۔

"بلیو روم" ـــــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں پرنس! ـــ جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر میں موجود دنیا کے سب سے بھیانک عقوبت خانے کو بلیو روم کے نام سے پکارا جاتا ہے ـــ جہاں زمانہ قدیم سے لیکر جدید ترین دور کے ایسے ایسے خوفناک آلات موجود ہیں کہ پتھر بھی آخر کار بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ـــــ کوئی شخص ایک بار بلیو روم میں داخل ہو جائے تو پھر چاہے وہ کتنی بھی قوت ارادی کا مالک ہو اُسے وہاں سچ اگلنا ہی پڑتا ہے ـــــــ اور باس کو بلیو روم میں لیجایا گیا ہے ـــــ ہم سب شدید خطرے میں ہیں" ـــــ نوجوان نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ غلطی میری تھی کہ میں نے وہ کاریوں ہی گلی میں چھوڑ دی ـــ بہرحال تم بے فکر رہو ـــ ہم تمہارے باس کو صحیح سلامت واپس لے آئیں گے" ـــــ عمران نے ایک جھٹکے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"جولیا! ـــ تمہارے فیصلے کا وقت آن پہنچا ہے ـــــ ہمیں فوری طور پر جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرنا ہے ـــــ ایک کاری اور بھرپور حملہ" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر درندگی کے آثار اُبھر آئے تھے۔

"جی جناب! ـــــ جو مدد آپ چاہیں ہم کرنے کے لئے تیار ہیں" ـــ نوجوان نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ عمران کے چہرے پر پھیلی ہوئی درندگی دیکھ کر بری طرح سہم گیا تھا۔

"تم دو کاریں تیار کرو ـــ دو ڈرائیور فوراً ـــــ بی سکس ٹرانسمیٹر بھی اٹھا لو اور مجھے اسلحہ خانے میں لے چلو جلدی" ـــــ عمران نے کہا اور نوجوان نے سر ہلا دیا۔

عمران اس کے پیچھے بھاگتا ہوا اسلحہ خانے کی طرف بڑھا اور عمران کے ساتھی تیزی سے اس راستے کی طرف دوڑے جہاں کاریں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد عمران اسلحے سے لدا پھدا واپس آیا اور پھر اس نے اسلحہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ جدید ترین قسم کی سٹین گنیں ـ دھوئیں کے بم ـــــ آگ لگانے والے بم ـــــ سائلنسر لگے مشینی پستول اور اس قسم کے کئی آئٹم اس نے سب کو تقسیم کر دیئے۔

نوجوان نے خود ایک کار کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ یہ انتہائی طاقتور انجن کی سیڈان تھی جس کے پہیوں پر حفاظتی خول چڑھے ہوئے تھے اور شیشے اور باڈی بلٹ پروف تھی۔

دوسری کار کا ڈرائیور ایک اور نوجوان تھا۔ عمران اور جوزف ایک کار میں سوار ہو گئے۔ جبکہ دوسری کار میں صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا سوار ہو گئے۔

اور دونوں کاریں تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئیں جلد ہی سڑک پر پہنچ گئیں۔ ان کا رخ جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر کی طرف تھا۔

"سب لوگ سن لیں کہ ہم نے ہر قیمت پر ہیڈ کوارٹر کے اندر جانا ہے جو نظر آئے گولی مار دو اور بلیو روم سے ابوناقہ کو نکال کر ہم سب نے واپس اسی ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے ۔۔۔ ضروری نہیں کہ ہم اکٹھے ہی واپس ہوں جس انداز سے بھی جو نکل سکے ۔۔۔ نکل جائے" ۔۔۔ عمران نے بی سکس ٹرانسمیٹر پر دوسری کار میں موجود اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ہم سمجھ گئے ۔۔۔ یہ اندھا مشن ہوگا" ۔۔۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! ۔۔۔ میں اور جوزف بلیو روم تلاش کریں گے ۔۔۔ اور ابوناقہ کو نکالیں گے ۔۔۔ جب کہ تم تینوں نے وہاں بے دریغ تباہی پھیلانی ہے۔ ایسی تباہی کہ کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہ رہے" ۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

"جناب! ۔۔۔ ہمارا آدمی وہاں موجود ہے ۔۔۔ جو بلیو روم تک ہماری رہنمائی کر سکتا ہے" ۔۔۔ ڈرائیور نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اُسے کال کر کے پیغام دو کہ جیسے ہی حملہ ہو، وہ گیٹ پر پہنچ جائے" ۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور ڈرائیور نے ڈلیش بورڈ میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر سے اپنے آدمی کو کال کرنا شروع کر دیا۔

کاریں انتہائی تیز رفتاری سے جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھیں۔ ان سب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ہیڈ کوارٹر کی حفاظت کے لئے بے شمار مسلح افراد موجود ہوں گے اور اتنی کڑی نگرانی میں گھس کر

زندہ سلامت باہر نکلنا ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہوگا ۔۔۔ مگر وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر پوری طرح مطمئن تھے۔ ہر لمحے موت سے کھیلنا ہی تو ان کی زندگی تھی۔ ایسے موقعوں پر احتیاط ان کے مذہب میں حرام سمجھی جاتی تھی اور وہ بھلا حرام چیز کے قریب کیسے پھٹک سکتے تھے۔

"سر! ۔۔۔ ہمارا آدمی ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی عمارت سے باہر آ جائے گا اور ہمارے ساتھ ہی اندر جائے گا ۔۔۔ میں نے اُسے ہدایات دے دی ہیں" ۔۔۔ ڈرائیور نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ تم کاریں ہیڈ کوارٹر سے کچھ فاصلے پر روک لینا تم لوگوں نے کاروں میں ہی رہنا ہے ۔۔۔ صرف ہم اندر جائیں گے ۔ تمہیں واپسی کے وقت ہوشیار رہنا ہوگا ۔۔۔ ٹرانسمیٹر پہ تمام حالات تمہارے سامنے ہوں گے اور تم ہر قسم کے اقدام کے لئے آزاد ہو گے" ۔۔۔ عمران نے اُسے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور اس نے سر ہلا دیا۔ پھر عمران کی ہدایات اس نے دوسری کار کے ڈرائیور تک پہنچا دیں۔

اب کاریں اس سڑک پر مڑ گئیں جس پر جی۔ پی فائیو کا قلعہ نما ہیڈ کوارٹر موجود تھا۔

لمحہ بہ لمحہ فاصلہ سمٹتا چلا جا رہا تھا۔ اور کاریں موت کو جلو میں لئے تیزی سے اپنے ٹارگٹ کے قریب ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

کرنل ہیمرخ کو جیسے ہی ہوش آیا وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے ادھر اُدھر دیکھا۔ کمرے میں اس کے ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

وہ تیزی سے اٹھا اور پھر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ اس کا رخ باہر برآمدے کی طرف تھا۔ جب وہ برآمدے میں پہنچا تو اس نے اسی لمحے کار کے قریب کھڑے ہوئے دونوں افراد کو ہوا میں ہاتھ مار کر زمین پر گرتے دیکھا وہ ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ مجرم اوپر موجود ہے اور اگر وہ سیدھا پھاٹک کی طرف دوڑا گیا تو یقیناً مجرم کی گولی کا نشانہ بن جائے گا۔ اس نے ایک نظر کار پر ڈالی اور مخصوص تربیت یافتہ ذہن کی وجہ سے لاشعوری طور پر کار کے نمبر اس کے ذہن میں ثبت ہو گئے۔

کرنل ہیمرخ برآمدے کے ساتھ ساتھ دوڑتا ہوا عمارت کی پچھلی طرف آیا اور پھر اس نے عقبی دیوار کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس وقت اس کا پورا جسم عریاں تھا صرف ایک معمولی سا زیر جامہ اس کے بدن پر تھا مگر اس وقت

تو جان بچانے کا تھا۔ اس لئے کرنل ہیمرخ کو اپنی عریانی کا کوئی خیال تک نہ آیا۔

وہ تیزی سے دوڑتا ہوا بلکہ صحیح لفظوں میں اُڑتا ہوا دیوار کی طرف بڑھا پھر دیوار سے چند قدم پہلے اس نے اپنے جسم کو پوری قوت سے ہوا میں اچھالا۔۔۔ دوسرے لمحے وہ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح دیوار کے سرے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر پلک جھپکنے میں اس نے دوسری طرف گلی میں چھلانگ لگا دی۔

وہ گلی میں دوڑتا چلا گیا۔ اور پھر ایک اور گلی میں مڑ گیا۔ راستے میں موجود اکا دکا شخص کو یوں بے تحاشہ دوڑتے دیکھ کر حیرت سے رک جاتے مگر اس وقت کرنل ہیمرخ کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ وہ مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا اس کوٹھی سے کافی دور بڑی سڑک پر پہنچ گیا۔

سڑک پر پہنچتے ہی ایک خالی ٹیکسی اُسے اپنی طرف آتی دکھائی دی اس نے آگے بڑھ کر سڑک کے درمیان کھڑا ہو کر ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔

"جلدی کرو ۔۔۔ ریڈ آرمی ایجنسی ہاک روڈ پر لے چلو" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے ٹیکسی کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ڈرائیور نے ریڈ آرمی کا لفظ سنتے ہی ٹیکسی ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ہاک روڈ پر پہنچ گئی۔

کرنل ہیمرخ نے ٹیکسی ہیڈ کوارٹر کے سامنے رکوائی اور پھر اچھل کر عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت میں موجود ہر شخص کرنل ہیمرخ کو اس حال میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مگر کرنل ہیمرخ کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ وہ مختلف راہداریوں میں

دوڑتا ہوا سیدھا اپنے مخصوص کمرے میں پہنچا اور پھر سب سے پہلے اس نے ایک الماری میں سے لباس نکال کر پہنا اور پھر وہ عقاب کی طرح جھپٹ پڑے ہوتے ٹیلیفون پر جھپٹا۔ اس نے انتہائی تیزی سے نمبر ڈائل کئے اور پھر رابطہ قائم ہوتے ہی بولا۔

"کرنل ڈیوڈ! ۔۔۔ میں کرنل ہیمرخ بول رہا ہوں ۔۔۔ میری بات غور سے سنو! ۔۔۔ میری ابھی ابھی مجرموں سے جھڑپ ہوئی ہے ۔۔۔ میں نے دو مجرموں کو گرفتار بھی کر لیا تھا ۔۔۔ مگر انہوں نے میرے چھ آدمی ہلاک کر دیئے ہیں ۔۔۔ اور میں بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلا ہوں ۔۔۔ یہ جھڑپ ڈاک کالونی کی سرخ رنگ کی کوٹھی میں ہوئی ہے ۔۔۔ مجرم جو کار استعمال کر رہے تھے اس کا نمبر ایم۔ زیڈ۔ فور، ون، فور، ٹو ہے۔ میرے آدمی دیر لگائیں گے اس لئے میں تمہیں فون کر رہا ہوں کہ تم جی۔ پی۔ فائیو کے کارندوں کے ذریعے فوری طور پر اس کوٹھی پر چھاپہ مارو ۔۔۔ اگر مجرم وہاں سے نکل بھاگے ہوں تو اس کار اور اس کے مالک کو تلاش کرو ۔۔۔ ہمیں مجرموں کا کلیو مل جائے گا ۔۔۔ کار کا رنگ سبز ہے اور وہ نئے ماڈل کی ڈاٹسن ہے" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے انتہائی جوشیلے لہجے میں کہا۔

"مگر ہوا کیا ۔۔۔؟ کیسے تمہاری ٹکر ہو گئی" ۔۔۔؟ کرنل ڈیوڈ نے کچھ پوچھنا چاہا۔

"پلیز کرنل! ۔۔۔ وقت ضائع مت کرو ۔۔۔ فوراً ایکشن میں آ جاؤ اور مجرموں کا جیسے ہی کلیو ملے مجھے فوراً فون کرنا۔ میں خود آ کر تمہیں تفصیلات بتا دوں گا" ۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے جھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے" ۔۔۔ دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ نے کہا اور کرنل ہیمرخ نے فوراً رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ عریاں حالت میں کوٹھی سے نکل بھاگنے اور پھر تمام ماتحت سٹاف کے سامنے عریاں حالت میں آنے کا ردعمل اس پر اب بُری طرح ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ماتحت آخر اس کے متعلق کیا سوچ رہے ہوں گے۔ یقیناً وہ اس کا دل کھول کر مضحکہ اڑا رہے ہوں گے کہ ریڈ آرمی کا سربراہ اور مجرموں کے ہاتھوں اس کی یہ درگت بن گئی۔ اب اُسے لباس پہن کر بھی باہر نکلتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ مجرم حد سے زیادہ چالاک۔ عیار۔ اور خطرناک ہیں۔ ہتھکڑی سے بندھے ہوئے ملزم نے جس انداز میں پوزیشن بدل دی اس کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو شکر ہے کہ اُسے جلد ہی ہوش آ گیا۔ ورنہ نجانے اس کا کیا حشر ہوتا۔

ابھی تک اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آ رہی تھی کہ آخر مجرم نے کلپ ہتھکڑی بیٹھے بیٹھے کیسے کھول لی۔ جب مجرم نے اس کی پیشانی پر ہتھکڑی ماری تھی تو بیہوش ہونے سے پہلے یہ احساس اس کے ذہن میں موجود تھا کہ ہتھکڑی کے کلپ اسی طرح بند تھے۔ بس ایک ہی صورت ہو سکتی تھی کہ مجرم نے کسی طرح اپنے دونوں ہاتھ کلپوں سے نکال لئے ہوں جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ مگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی تو ذہن میں نہ آ تی تھی اور پھر اس کے ذہن میں وہ بازی گر آ گئے جنہیں اس نے بچپن میں سڑک کے کنارے شعبدے دکھاتے ہوئے اکثر دیکھا تھا کہ وہ ایک چھوٹے سے رنگ میں سے

اپنا بھاری بھرکم جسم اس طرح مروڑ اور سکیڑ کر ——— نکال لیتے تھے کہ آدمی حیران رہ جاتا تھا۔ اور بات اس کی سمجھ میں آگئی کہ مجرم نے بھی اس طرح کی شعبدہ بازی دکھائی ہوگی کہ اپنے ہاتھوں کو مروڑ اور سکیڑ کر ہتھکڑی کے کلپوں سے نکال لیا ہوگا۔

یہ سوچتے سوچتے اچانک اسے خیال آیا۔ اس نے میز کی ایک دراز کھولی اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا اور تیزی سے اس کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد جب اس نے اس کا بٹن آن کیا تو دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر پر لگا ہوا ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو میجر ہیرس ! ——— کرنل ہیرنخ سپیکنگ ——— ہیلو اوور" ——— کرنل ہیرنخ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی بلب سبز رنگ میں جلنے لگا۔

"یس کرنل ! ——— میجر ہیرس سپیکنگ اوور" ——— دوسری طرف سے میجر ہیرس کی آواز سنائی دی۔

"میجر ! ——— میرا خیال ہے کہ ریڈ آرمی کو لیبارٹری سے واپس بلوا لیا جائے ——— مجرم سنجانے کب لیبارٹری پر حملہ کریں ——— اور ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ مشن ہی نہ ہو ——— ہمیں مجرموں کو شہر میں ہی تلاش کر کے ٹھکانے لگانا چاہیئے۔ اوور" ——— کرنل ہیرنخ نے کہا۔

"آپ کی تجویز مناسب ہے جناب ——— ویسے بھی ہم لوگ یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں جبکہ مجرم شہر میں آزاد پھر رہے ہیں اوور" ——— میجر ہیرس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— لیبارٹری کی حفاظت جی۔پی فائیو بخوبی کرے گی۔

باقی ممبروں کو میرا حکم سنا دو اور پھر واپس آجاؤ ——— ہم یہاں اکٹھے بیٹھ کر مجرموں کی تلاش کا کوئی لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ اوور" ——— کرنل ہیرنخ نے کہا۔

"بہتر باس ! ——— ہم ایک گھنٹے بعد ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیں گے اوور" ——— میجر ہیرس نے جواب دیا۔

"میں انتظار کر رہا ہوں ——— اوور اینڈ آل" ——— کرنل ہیرنخ نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر واپس دراز میں رکھ کر وہ مجرموں کی تلاش کے لئے لائحہ عمل سوچنے لگا۔

ابھی وہ اس سوچ بچار میں مصروف تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بج اٹھی۔

کرنل ہیرنخ نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

"یس ——— کرنل ہیرنخ سپیکنگ" ——— کرنل ہیرنخ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کرنل ڈیوڈ فرام دس اینڈ" ——— دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

"اوہ ! ——— کرنل کیا رپورٹ ہے ——— ؟ کوئی کلیو ملا" ——— کرنل ہیرنخ نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یس کرنل ! ——— کار ہمیں ایک گلی میں کھڑی مل گئی ہے ——— مجرم تو سب توقع غائب ہیں البتہ کار کی رجسٹریشن سے معلوم ہوا ہے کہ یہ کار البرٹو امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کی ملکیت ہے ——— اور وہاں تمہارے

چھ آدمیوں کی لاشیں کوٹھی سے ملی ہیں انہیں پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دیا
گیا ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا

"گولی مارو ان آدمیوں کو ـــ وہ تو مرتے ہی رہتے ہیں ـــ یہ
بتاؤ کہ یہ ابونافہ کون ہے" ـــ کرنل ہیرنخ نے جھلاتے ہوئے لہجے
میں کہا۔

"ابونافہ ایک عرب ہے ـــ مگر اس نے ایک یہودی لڑکی سے شادی
کر لی تھی اس لئے اُسے اسرائیل کا ایک شہری تسلیم کر لیا گیا تھا ـــ ارکم
روڈ پر اس کی کمپنی کا دفتر ہے ـــ خاصا امیر اور سوشل آدمی ہے۔
بہرحال اس کی کار سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا لازمی مجرموں سے تعلق ہے۔
میں نے اپنے ایجنٹوں کو اُسے گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لے آنے کا حکم دے
دیا ہے ـــ جب وہ یہاں آئے گا تو پھر باقی معلومات ہم اس سے حاصل
کر ہی لیں گے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا

"ٹھیک ہے مجھے یقین ہے کہ اس سے ہمیں مجرموں کا پتہ چل جائے گا اور
پھر ہم انہیں بے بس چوہوں کی طرح گھیر لیں گے ـــ جیسے ہی
ابونافہ تمہارے پاس پہنچے مجھے فوراً اطلاع کر دینا ـــ میں خود تمہارے
پاس آؤں گا" ـــ کرنل ہیرنخ نے اشتیاق آمیز جوشیلے لہجے میں
جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے ـــ میں تمہیں ٹیلیفون کر دوں گا" ـــ کرنل ڈیوڈ نے
کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

کرنل ہیرنخ نے بھی رسیور رکھ دیا۔

اور پھر اس نے الماری میں سے ایک ضخیم فائل نکالی اور اس کا مطالعہ

شروع کر دیا۔ اُسے میجر ہیرس اور اس کے ساتھیوں کی آمد کا انتظار تھا اس
کا خیال تھا کہ ان کے آنے کے بعد وہ ان سب کو ساتھ لیکر جی۔ پی
فائیو ہیڈ کوارٹر پہنچ جائے گا تاکہ ابونافہ سے معلومات ملتے ہی وہ
فوری طور پر ایکشن میں آسکیں۔ یہ فیصلہ اس نے اس لئے بھی کیا تھا
کہ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں کرنل ڈیوڈ تمام کریڈٹ خود لینے کے لئے اُسے
اطلاع دیتے بغیر ہی ابونافہ سے ملنے والے کلیو پر تمام کام شروع کر دے
اور اس طرح حکومت کی نظروں میں اپنے محکمہ کی کارکردگی بڑھا لے۔

اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی اُسے انٹرکام پر میجر ہیرس اور اس
کے ساتھیوں کے آنے کی اطلاع ملی۔ کرنل ہیرنخ نے انہیں میٹنگ روم
میں بھیجنے کا حکم دیا۔

چند لمحوں بعد وہ خود بھی اٹھ کر میٹنگ روم میں پہنچ گیا۔ میٹنگ روم
میں موجود کرسیوں پر ریڈ آرمی کے دسوں ممبر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دس ممبر
جن کی ذہانت۔ کارکردگی۔ بے خوفی اور جرات کی مثالیں دی جاتی تھیں
کرنل ہیرنخ کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سب احتراماً اٹھ کھڑے ہوتے۔
کرنل ہیرنخ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر ابونافہ کے متعلق
تمام تفصیل ان کے سامنے رکھ دی۔

"ہمیں فوراً جی۔ پی فائیو ہیڈ کوارٹر پہنچنا چاہیئے۔ مجرموں کو ایک لمحہ
کی بھی مہلت نہ ملنی چاہیئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کرنل ڈیوڈ ابونافہ کی
زبان نہ کھلوا سکے ـــ اس لئے ہمارا وہاں موجود ہونا ضروری ہے۔
ناکامی کی صورت میں ہم خود ابونافہ سے معلومات حاصل کریں گے"
میجر ہیرس نے فوراً کہا۔

"ہاں! ــــ میں بھی اسی فیصلے پر پہنچا ہوں ــــ ابھی تک کرنل ڈیوڈ نے البونافہ کی گرفتاری کی خبر نہیں دی ــــ جہاں تک میرا خیال ہے کہ کرنل ڈیوڈ ہمیں ایک طرف رکھ کر خود ہی بازی جیتنے کے خیال میں ہے ــــ اس لئے ہمارا وہاں پہنچنا بے حد ضروری ہے ــــ اور دوسری بات یہ کہ ہمیں انتہائی خطرناک مجرموں کے مقابلے کے لئے یہاں سے تیار ہو کر چلنا چاہیئے ــــ تاکہ ہم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر حرکت میں آسکیں" کرنل ہیمرخ نے کہا۔

آپ کا خیال درست ہے جناب" ــــ ایک اور ممبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ تم لوگ اسلحہ خانے سے ضروری اسلحہ حاصل کرو، دستی بم ــــ سٹلین گنیں اور ان کا فالتو ایمونیشن ــــ بیہوش کرنے والی گیس کے بم اور اسی قسم کا تمام اسلحہ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا" کرنل ہیمرخ نے کہا اور وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

" اسلحہ لے کر گیراج میں آجاؤ ــــ میں وہاں ہوں گا ــــ ہم فوراً چل پڑیں گے" ــــ کرنل ہیمرخ نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ گیراج میں پہنچا تو وہاں تین مضبوط کاریں تیار تھیں۔ کرنل ہیمرخ، میجر ہیرسن والی کار میں بیٹھ گیا اور یہ خوفناک گروپ کاروں میں سوار تیزی سے جی۔پی فائیو کے ہیڈکوارٹر کی طرف چل پڑا۔

دس منٹ سے بھی کم عرصہ میں البونافہ امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے متعلق تفصیلی فائل کرنل ڈیوڈ کی میز پر پہنچ گئی۔ اور کرنل ڈیوڈ اس کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا

فائل خاصی ضخیم تھی اور اس میں کارپوریشن میں کام کرنے والے ہر فرد اور جس قسم کا کام کارپوریشن کرتی تھی۔ ان سب کی مکمل تفصیل دی گئی تھی حتیٰ کہ کارپوریشن میں کام کرنے والے افراد کے رہائشی پتے اور ان کی تصویریں تک فائل میں موجود تھیں۔

جی۔ پی۔ فائیو نے خفیہ طور پر اسرائیل کے ہر شہری اور ہر کاروباری ادارے کی تفصیلی فائلیں مرتب کی ہوئی تھیں۔ اسی وجہ سے اس کی گرفت پورے ملک پر انتہائی سخت تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک کرنل ڈیوڈ فائل کے مطالعے میں مصروف رہا فائل کے مطابق البونافہ کا کردار بے داغ اور اس کی حب الوطنی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ مگر موجودہ حالات سے صاف ظاہر ہوتا

تھا کہ مجرموں کی پشت پناہی البونافہ کر رہا ہے۔

چنانچہ اس نے فائل بند کی اور پھر ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ کرنل ہمبرخ کو البونافہ کی گرفتاری کے متعلق بتانا چاہتا تھا۔ مگر اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ وہ خود البونافہ سے معلومات حاصل کر کے مجرموں کو گرفتار کیوں نہ کرے ——— ؟ آخر اس کا کریڈٹ ریڈ آرمی کو کیوں دے ——— ؟ یہی سوچ کر اس نے رسیور سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک آگئی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بلیو روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیو روم راہداری کے آخری سرے پر واقع تھا اور یہاں تشدد کے انتہائی قدیم اور خوفناک آلات سے لیکر جدید ترین مشینیں موجود تھیں اور آج تک کوئی شخص یہاں آکر اپنے آپ کو سچ بولنے سے نہ روک سکا تھا۔

بلیو روم کے دروازے پر ایک مسلح گارڈ موجود تھا۔ کرنل ڈیوڈ کو دیکھتے ہی اس نے سیلوٹ مارا پھر ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔ اور کرنل ڈیوڈ بلیو روم میں داخل ہو گیا۔

یہ ایک کافی بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کی ایک سائیڈ پر جدید قسم کی مشینیں نصب تھیں جبکہ دوسری سائیڈ پر پرانے زمانے کے خوفناک ہتھیار موجود تھے کمرے کے درمیان میں ایک کرسی پر البونافہ بیٹھا تھا۔ اس کے پیچھے دو مسلح آدمی بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ جب کہ ایک قوی ہیکل جلاد نما شخص صرف پتلون پہنے البونافہ کے قریب دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے یوں کھڑا تھا جیسے حکم ملتے ہی وہ کشتی لڑنے کے لئے اکھاڑے میں اتر آئے گا البونافہ کی قمیض اتار دی گئی تھی اور اس کا اوپر کا جسم ننگا تھا۔

البونافہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ آنکھوں کی چمک مدھم پڑ گئی تھی اس کی نظریں بار بار تشدد کے خوفناک آلات پر پڑتیں اور وہ جلد ہی نظریں ہٹا لیتا۔

"ہاں تو البونافہ! ——— بہتر یہ ہے کہ تم سچ سچ بتا دو کہ مجرم اس وقت کہاں موجود ہے ——— ورنہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہاں آکر پتھر بھی بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے سپاٹ لہجے میں البونافہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے کسی مجرم کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے ——— میں ایک کاروباری آدمی ہوں ——— میرا مجرموں سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا" ——— البونافہ نے دانت بھینچتے ہوئے جواب دیا

"ٹھیک ہے ——— تمہاری مرضی ——— ابھی تم سب کچھ بتا دو گے۔ اس پر ترکیب نمبر ایک آزماؤ" ——— کرنل ڈیوڈ نے جلاد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

جلاد سر ہلاتا ہوا ایک دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے دیوار کے قریب رکھا ہوا ایک بڑا سا موچنا اٹھا لیا اور پھر وہ واپس البونافہ کی طرف بڑھ آیا۔

"اس سے ایک ایک کر کے تمہارے تمام ناخن نوچ لئے جائیں گے۔ یہ سب سے معمولی تشدد ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے کمنٹری کرتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں" ——— البونافہ نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— کوفی! ——— آپریشن شروع کرو" ——— کرنل ڈیوڈ

نے اس کی پوری بات سُننے بغیر اس جلاد سے مخاطب ہو کر کہا اور جلاد نے
سر ہلا دیا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ ابوناقہ کی کرسی کے قریب پہنچتا۔ اچانک باہر
خوفناک دھماکے سنائی دیئے اور اس کے بعد بے تحاشہ فائرنگ کی آوازیں
سنائی دیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ہیڈ کوارٹر پر کسی فوج نے حملہ کر دیا ہو۔
راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور دوسرے
لمحے دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دو مسلح گارڈ بوکھلائے ہوئے انداز
میں داخل ہوئے۔

"بب ـــــ باس! ـــــ ہیڈ کوارٹر پر مجرموں نے حملہ کر دیا ہے"۔
ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوہ!" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ بھاگتا ہوا دروازے سے
باہر نکل گیا۔

اب باہر فائرنگ اور دھماکوں کی آوازوں کے ساتھ ساتھ انسانی چیخوں
کی آوازیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔

جی پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر سے سو گز دور عمران نے کاریں رکوا دیں
اور وہ سب نیچے اتر آئے۔

"کیپٹن شکیل! ـــــ تم دائیں طرف والی گلی سے ہوتے ہوئے عقبی
[illegible]رے سے گھسو ـــ صفدر اور جولیا! ـــــ تم بائیں طرف سے حملہ
[illegible] ـــ اور جوزف! ـــ تم شمال کی طرف سے آگے بڑھو ـــ میں
[illegible]دروازہ سے گھسوں گا۔ اور سنو! ـــــ بے تحاشہ فائرنگ اور تباہی
[illegible]لانا ہے ـــــ اس قدر تباہی کہ ہیڈ کوارٹر کی اینٹ سے اینٹ بج
[illegible] ـــ اور فائرنگ میری فائرنگ کے ساتھ ہی شروع ہو گی
[illegible]گے، اور واپسی کا اشارہ ٹرپیج فائر سے ہو گا ـــــ ایسی صورت
[illegible]جس قدر بھی ممکن ہو سکے کاروں تک پہنچنا ہے اور اگر کاریں
[illegible]نہ ملیں تو انفرادی طور پر بھاگ جانا" ـــــ عمران نے سب ساتھیوں
[illegible]کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
اور وہ سب سر ہلاتے ہوئے تیزی سے اپنے اپنے ٹارگٹس کی طرف

بڑھتے چلے گئے۔

عمران بڑی تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ صدر دروازے
پر ایک آدمی پہرداروں کے انچارج کی وردی پہنے بڑے بے چین
انداز میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سٹین گن تھی اور اس نے اپنی
ٹوپی اتار کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اور یہ وہ مخصوص اشارہ تھا جس
عمران نے اُسے پہچانا تھا۔

عمران تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اس کی نظریں
عمران پر جم گئیں۔

"عقاب"۔۔۔ عمران نے اس کے قریب پہنچتے ہی کہا۔

"اوہ ب۔۔۔ میرے پیچھے چلے آؤ"۔۔۔ اس نے چونک کر کہا اور
پھر اس نے پھرتی سے ٹوپی سر پر رکھی اور واپس مڑ گیا۔ عمران تیزی سے
اس کے پیچھے چلا گیا۔

صدر دروازے پر موجود پہرے داروں نے انچارج کی وجہ سے
کے اندر جانے کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے
ایک کمرے میں پہنچ گئے۔

اس کمرے میں میز کے پیچھے کرسی پر ایک باوردی نوجوان بیٹھا ہوا تھا
اندرونی کمروں کا راستہ اس کمرے سے ہو کر جاتا تھا اور وہاں سے اجازت
لئے بغیر کوئی اندر نہ جا سکتا تھا۔

"کون ہے یہ"۔۔۔ کرسی پر بیٹھے نوجوان نے کرخت لہجے میں عمران
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انچارج سے کہا۔ مگر دوسرا لمحہ اس پر بہت
بھاری پڑا۔ کیونکہ عمران نے انتہائی پھرتی سے کوٹ کے اندر سے مشین گن

ہ کرسی پر بیٹھے ہوئے نوجوان کے جسم پر گولیوں کی بارش سی

اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے گولیوں اور بموں کے دھماکے سنائی
لگے۔

کھولو"۔۔۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا اور خود وہ دروازے سے

انچارج نے انتہائی پھرتی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا اور
دیوار درمیان سے ہٹتی چلی گئی۔

دروازے سے کسی کو نہ آنے دینا"۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا اور
بننے والی خلا میں چھلانگ لگا دی۔ سامنے ایک راہداری تھی۔
راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

راہداری کے موڑ پر پہرے دار موجود تھے۔ مگر عمران کی سٹین گن
ل رہی تھی۔ کچھ سپاہیوں نے اس پر فائرنگ کی کوشش کی مگر
بنا ہوا تھا۔

عمران راستے میں پڑنے والے ہر سپاہی کو اڑاتا ہوا تیزی سے دوڑتا
گے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخر میں ایک لوہے کا دروازہ تھا جو
بند تھا۔

عمران نے بڑی پھرتی سے جیب سے ایک دستی بم نکالا اور اس کی پن
اسے پوری قوت سے دروازے پر مار دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا
دروازہ اڑ کر دور جا گرا۔ اندر سے چیخوں کی آوازیں سنائی دیں
دروازہ اڑتے ہی سٹین گن کا فائر کھول دیا۔ اور پھر وہ اچھل کر

اندر داخل ہوگیا۔

یہ ایک اور راہداری تھی۔ عمران تیزی سے راہداری میں دوڑتا ہوا اور پھر جیسے ہی وہ موڑ مڑا۔ اچانک اسس ریلیٹن گن کی فائرنگ ہوئی عمران تیسزی سے ایک ستون کی آڑ میں ہوگیا اور اس نے بجلی کی تیزی سے ایک اور دستی بم کی پن کھینچ کر موڑ سے آگے پھینک دیا۔ خوفناک دھماکہ ہوا اور ساتھ ہی راہداری چیخوں سے گونج اٹھی اور عمران دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

سامنے ہی ایک کمرے کا دروازہ تھا جس پر بلیو روم کے الفاظ رہے تھے۔ دروازہ بند تھا اور اس کے باہر کوئی پہرے دار نہ تھا نے اس دروازے کا بھی پہلے دروازے جیسا حشر کیا۔ دروازہ اڑ ہی وہ بھی اڑتا ہوا اندر جا گرا۔ اور پھر اس کی تیسز نظروں نے دو گارڈوں اور ایک جلاد نما شخص کو دیکھ لیا۔ وہ سب حیرت بھرے میں کھڑے تھے کہ عمران کی سٹین گن چیخ پڑی۔ اور پھر ایک ہی بار تینوں کا صفایا ہوتا چلا گیا۔

" ابونافہ میرے پیچھے آؤ — ایک سٹین گن اٹھا لو" — عمران چیخ کر ابونافہ سے کہا اور اس نے دروازے کے باہر چھلانگ لگا دی۔

اسی لمحے دائیں طرف سے اس پر فائرنگ ہوئی۔ مگر عمران تیـ سے زمین پر لیٹتا چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے کے بم نکال کر اس طرف پھینک دیئے۔

ابونافہ بھی باہر آگیا تھا۔

دھوئیں کے بم پھینکتے ہی عمران تیزی سے واپسی کے راستے پر دوڑ

گیا۔ ابونافہ بھی اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ البتہ وہ ہر ایک لمحے بعد پیچھے مڑ کر فائر کھول دیتا۔

جلد ہی وہ دونوں اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں پہرے داروں کا انچارج موجود تھا۔

" کیا پوزیشن ہے" — ؟ عمران نے چیخ کر کہا۔

" صدر دروازے پر تو مسلح گارڈ پہنچ گئی ہے — ہر طرف گولیاں چل رہی ہیں اور دھماکے ہو رہے ہیں" — انچارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ بتاؤ — صدر دروازے سے تو ہم باہر نہیں نکل سکتے" — ابونافہ نے چیخ کر کہا۔

" میرے پیچھے آؤ" — انچارج نے کہا اور پھر وہ راہداری میں نکل کر تیزی سے ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔

راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔ اوپر سے ہیڈ کوارٹر میں دھماکوں سے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ انچارج ان دونوں کو لے کر ایک کمرے میں پہنچا اور پھر اس نے ایک خفیہ بٹن دبا دیا تو ایک طرف نیچے جانے والی سیڑھیاں نمودار ہوگئیں۔ وہ تینوں نیچے اترتے چلے گئے۔ یہ ایک طویل سرنگ تھی سرنگ کے خاتمہ پر ایک دروازہ تھا جو سٹیل کا بنا ہوا تھا۔

" اسے اڑانا پڑے گا — یہ اوپر سے کنٹرول ہوتا ہے" — انچارج نے کہا۔

عمران نے دو دستی بم بیک وقت دروازے پر کھینچ مارے اور دروازے کے پرخچے اڑ گئے اور وہ تینوں تیزی سے باہر نکل آئے۔ یہ ایک سرنگ کی

گئی تھی۔

عمران نے گلی میں آتے ہی جیب سے ایک لمبی نال والا پستول نکالا اور اس کا رُخ آسمان کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ شوں کی آواز سے گولی آسمان کی طرف بڑھی اور پھر آسمان پر ایک تیز شعلہ سا نکل کر بجھ گیا۔

"آؤ" —— عمران نے کہا اور وہ تیزی سے گلی کے کنارے کی طرف بھاگنے لگے۔

مگر ابھی وہ تھوڑی ہی دُور گئے ہوں گے کہ گلی کے سرے سے ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ مگر عمران نے بموں والا نسخہ آزمایا اور چیخوں کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ گلی کراس کر کے سڑک پر آ گئے۔

اسی لمحے ایک کار تیزی سے ان کے قریب پہنچی اور وہ تینوں دروازہ کھول کر اس میں سوار ہو گئے۔ کار تیزی سے آگے بڑھی۔ کار میں جولیا پہلے سے موجود تھی۔

ابھی کار آگے بڑھی ہی تھی کہ سامنے سے آنے والی کار سے اس پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ ڈرائیور نے انتہائی پھرتی سے کار کو لہرایا اور پھر اس نے ساتھ والی گلی میں اُسے موڑ دیا۔

موڑ مڑتے ہی عمران نے کھڑکی سے فائرنگ کی اور سامنے سے آنے والی کار کی ونڈ سکرین کے پُرزے بکھر گئے۔ ڈرائیور نے انتہائی مہارت سے کار اس گلی سے نکالی اور دوسری گلی میں ڈال دی۔ مگر اس بار ایک اور کار نے اس کا راستہ روک لیا۔ اب عمران کی کار کے نکلنے کا راستہ نہ تھا مگر ڈرائیور نے کار روکنے کی بجائے فل ایکسیلیٹر دبا دیا اور کار آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتی ہوئی ایک خوفناک دھماکے سے سامنے والی کار سے ٹکرائی

اور سامنے والی کار لٹو کی طرح گھوم گئی اور عمران کی کار تیز رفتاری سے گزرتی ہوئی سڑک پر پہنچ گئی۔

سڑک پر ہر طرف پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کی بے شمار گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

"نکل چلو" —— عمران نے چیخ کر کہا اور پھر اس نے ایک طرف کی کھڑکی سنبھال لی جب کہ ابونافذ نے دوسری طرف کی کھڑکی اور جولیا نے ڈرائیور سے ساتھ والی —— اور پھر انہوں نے سٹین گن کے ٹریگر مسلسل طور پر دبا دیئے۔ کار موت بکھیرتی ہوئی انتہائی خوفناک رفتار سے سڑک پر بھاگتی چلی گئی۔ کئی کاروں نے اس کا پیچھا کرنا چاہا مگر عمران کے پھینکے ہوئے دستی بموں نے انہیں سڑک پر ہی بکھیر دیا اور کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی ایک گلی میں گھستی چلی گئی۔

گلی کے آخر میں ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے کار روک دی اور وہ سب بجلی کی سی تیزی سے نیچے اترے گلی میں دوڑتے ہوئے ایک مکان کے دروازے میں گھستے چلے گئے۔

مکان میں سے ہوتے ہوئے ایک اور مکان میں گھسے اور پھر گٹر کے ذریعے زمین کے نیچے دوڑتے ہوئے وہ جلد ہی کافی دور نکل کر ہیڈ کوارٹر بالکل بخیر و عافیت پہنچ گئے۔

پھر تھوڑی دیر بعد صفدر، کیپٹن شکیل اور جوزف بھی ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

جوزف کے ایک بازو میں گولی لگی تھی مگر جوزف نے اس پر اتنی مضبوطی سے ہاتھ رکھا ہوا تھا کہ خون کا ایک قطرہ بھی باہر نہ نکل سکا۔

عمران جوزف کو تیزی سے ایک طرف لے گیا اور چند لمحوں بعد عمران نے گولی نکال کر اس کے بازو پر بینڈیج کر دی۔

"انتہائی خوفناک معرکہ تھا" ——— ابونافہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— اندھا اقدام تھا ——— بہرحال ہمارا مشن کامیاب رہا۔ اب یہ عرصہ تک اپنے زخم چاٹتے رہیں گے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"عمران صاحب! ——— جب ہم واپس بھاگے تو تین کاروں میں کچھ لوگ وہاں آ گئے اور انہوں نے بے تحاشہ فائرنگ اور بموں کے دھماکے کئے ——— وہ ہماری کار اڑانا چاہتے تھے ——— ہم تو بچ نکلے البتہ ان کی وجہ سے پولیس کی کئی کاریں تباہ ہو گئیں" ——— صفدر نے کہا۔

"خاصہ خون خرابہ ہوا ہے ——— ابونافہ! اب فوری طور پر تل ابیب کا کوئی اہم ٹارگٹ بتاؤ ——— میرا خیال ہے کہ ہم اس ٹارگٹ کو فوری طور پر اڑا دیں تو ان سب کی توجہ لیبارٹری سے ہٹ جائے گی" ——— عمران نے کہا۔

"میرے خیال میں سب سے بڑا ٹارگٹ یہاں کا بجلی گھر ہے ——— یہ ایٹمی بجلی گھر ہے ——— اگر اسے اڑا دیا جائے تو اسرائیل میں صف ماتم بچھ جائے گی ——— مگر یہ بجلی گھر بہت وسیع و عریض ہے اس کی حفاظت کے بھی بڑے انتظام ہیں" ——— ابونافہ نے جواب دیا۔

"تم بس اس کا محل وقوع اور نقشہ تفصیل سے سمجھا دو ——— باقی کام ہم پر چھوڑ دو" ——— عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا جیسے اتنے بڑے بجلی گھر کو اڑانا اس کی نظر میں بالکل معمولی سی بات ہو۔

اور پھر ابونافہ نے کاغذ اٹھا کر ایٹمی بجلی گھر کا نقشہ بنانا شروع کر دیا۔

کرنل ہیمرخ اور اس کے ساتھی ابھی جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈکوارٹر سے کافی دُور تھے کہ انہیں دُور سے بے تحاشہ فائرنگ اور بموں کے دھماکے سنائی دیئے اور انہوں نے سڑکوں پر پھیلنے والی افراتفری بھی دیکھی۔ لوگ سر پر پیر رکھے اِدھر اُدھر دوڑتے چلے جا رہے تھے۔

"اوہ! ——— میرا خیال ہے کہ مجرموں نے جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈکوارٹر پر حملہ کر دیا ہے" ——— میجر پیرس نے کہا۔

"ہاں! ——— معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے" ——— کرنل ہیمرخ نے کہا۔

میجر پیرس نے کار کی رفتار بڑھا دی اور پھر وہ انتہائی تیزی سے ہیڈکوارٹر کے قریب ہوتے چلے گئے

پھر جیسے ہی میجر پیرس نے کار ایک گلی میں موڑی۔ سامنے سے آنیوالی کار ایک دھماکے سے ——— ٹکرائی اور میجر پیرس کی کار لٹو کی طرح گھومتی چلی گئی اور ٹکرانے والی کار ——— نکل کر سڑک پر پہنچ گئی۔

جب تک میجر پیرس کار کو سنبھالتا۔ ٹکرانے والی کار کافی دُور نکل گئی اور پولیس کاریں اس کے تعاقب میں تھیں۔ پیچھے آنے والی ریڈ آرمی کی کاریں تیزی سے ہیڈکوارٹر کے گرد پھیلتی چلی گئیں اور پھر وہ سب پھرتی سے نیچے اترے۔

اسی لمحے ان پر ایک طرف سے فائرنگ ہوئی اور انہوں نے ایک آدمی کو دوڑ کر ایک کار کی طرف بڑھتے دیکھا۔ انہوں نے اس پر فائر کھول دیا وہ قوی ہیکل آدمی ایک جھٹکا کھا کر فرش پر گرا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے چھلانگ لگائی پھر اس سے پہلے کہ اس پر فائرنگ ہوتی، وہ کار میں پہنچ گیا اور کار تیزی سے آگے دوڑتی چلی گئی۔

انہوں نے کار پر بم پھینکے مگر کار ڈرائیور انتہائی ہوشیار تھا۔ وہ ہر بار کار بچا کر نکل گیا۔ البتہ بموں کی زد میں اس کے اردگرد پھیلی ہوئی پولیس کاریں آگئیں اور ہر طرف کاروں کے پُرزے بکھرتے چلے گئے۔

ریڈ آرمی نے کاریں اس کے پیچھے ڈال دیں۔ مگر پولیس کاروں اور اس کاریں سے ہونے والی بے تحاشہ فائرنگ نے انہیں قریب نہ پہنچنے دیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ کار ایک تنگ گلی میں مڑتی چلی گئی۔ ریڈ آرمی کی کاریں جب گلی میں پہنچیں تو وہ کار گلی کے کنارے پر موجود تھی البتہ مجرم غائب تھے۔

"واپس ہیڈکوارٹر چلو ——— ان کی تلاش جی۔ پی۔ فائیو کرے گی ——— ابھی شاید کچھ مجرم ہیڈکوارٹر میں موجود ہیں" ——— ایک نے چیخ کر کہا اور پھر انہوں نے کاریں تیزی سے ہیڈکوارٹر کی طرف دوڑا دیں۔

مگر جب وہ ہیڈکوارٹر میں پہنچے تو فائرنگ رک چکی تھی اور ہر طرف موت کا سا سکوت طاری تھا۔ کاریں روک کر وہ تیزی سے ہیڈکوارٹر میں داخل ہوئے

کرنل ہیرخ اور میجر ہیرس پہلے سے وہاں موجود تھے۔ ہیڈکوارٹر میں ہر طرف پہرے داروں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ مجرموں نے بم پھینک پھینک کر پوری عمارت کا ستیاناس کر دیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے عمارت پر باقاعدہ کسی فوج نے حملہ کیا ہو۔

"کرنل ڈیوڈ کہاں ہے" ——— کرنل ہیرخ نے چیخ کر ایک حواس باختہ سپاہی سے پوچھا۔

"وہ ڈارک روم میں ہیں" ——— سپاہی نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس سے ڈارک روم کا پتہ پوچھتے، کرنل ڈیوڈ باہر آ گیا۔ اس کی آنکھیں دہشت اور خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ چاروں طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے اس خوفناک تباہی پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"یہ سب کیسے ہوا ——— ؟ الوبانہ کہاں ہے" ——— ؟ کرنل ہیرخ نے چیخ کر کہا۔

"اوہ! ——— الوبانہ بلیو روم میں ہے ——— اور یہ تباہی" ——— کرنل ڈیوڈ نے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"چلو جلدی کرو ——— ہمیں الوبانہ کا پتہ کرنا چاہیئے ——— تم نے اسے وہاں کیوں چھوڑ دیا جب کہ مجرم اسے پکڑنے کے لیے آئے تھے" کرنل ہیرخ نے سخت لہجے میں کہا۔

"وہ ——— وہ ——— میں" ——— کرنل ڈیوڈ کچھ بھی نہ کہہ سکا اور پھر تیزی سے بلیو روم کی طرف دوڑنے لگا۔

مگر راستے میں ٹوٹے ہوئے دروازے اور سپاہیوں کی لاشوں نے

انہیں پہلے ہی بتا دیا کہ مجرم اپنا وار کر چکے ہیں اور پھر بلیو روم میں بکھرے ہوئے مشینوں کے پرزے ——— گارڈوں اور جلاد نما شخص کی لاشوں نے صورت حال بالکل واضح کر دی۔

الوبانہ غائب تھا۔

اسی لمحے ایک سپاہی نے آ کر بتایا کہ خفیہ سرنگ کا دروازہ ٹوٹا ہوا ہے۔ مجرم ادھر سے نکل گئے ہیں۔

"اوہ! ——— ایسا نہیں ہو سکتا ——— ضرور مجرموں کا ساتھ کوئی اندر کا آدمی دے رہا تھا ——— ورنہ اجنبی مجرموں کا بلیو روم تک پہنچنا ——— اور پھر اس خفیہ ترین راستے سے نکلنا ناممکن ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ اب وہ فوری صدمے سے سنبھل چکا تھا۔

"مجرم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے کرنل! ——— ہم ایک اہم ترین سراغ کھو بیٹھے ہیں" ——— کرنل ہیرخ نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— واقعی ہم سراغ کھو بیٹھے ——— توبہ! اس قدر زہرہ دلیری کہ دن دہاڑے ہیڈکوارٹر کو تباہ کر دیا ——— یہ مجرم ناقابل تسخیر ہیں ——— کرنل ہیرخ! ہم ان مجرموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خدا کی پناہ ——— اس قدر جرأت اور دلیری" ——— کرنل ڈیوڈ نے ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"واقعی بے حد خوفناک مجرم ہیں ——— اور اب ان کی گرفتاری اور بھی زیادہ ضروری ہو گئی ہے ——— بھلا حکام کیا کہیں گے کہ چند مجرم

ہمیں شکست پر شکست دیتے چلے جا رہے ہیں ـــ اور ہم اتنے بے پناہ وسائل کے باوجود ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے ـــ ہمیں کچھ اور سوچنا ہوگا ـــ کچھ اور ـــ کوئی واضح پلاننگ ـــ کوئی خصوصی لائحہ عمل" ـــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

اور پھر وہ باہر کی طرف چل پڑے۔ ڈھیلے اور شکست خوردہ قدموں سے۔

ایٹمی بجلی گھر تل ابیب سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور پورے تل ابیب میں بجلی کی سپلائی کا واحد ذریعہ ہے" ـــ الونافہ نے نقشہ اور دیگر تفصیلات بتانے کے بعد کہا۔

"اوہ! ـــ تو اس کا مطلب ہے کہ ایٹمک ریسرچ لیبارٹری کو بھی بجلی یہیں سے سپلائی ہوتی ہوگی" ـــ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بالکل! ـــ اور کوئی ذریعہ بھی نہیں ـــ ویسے اس لیبارٹری میں ایک علیحدہ جنریٹر بھی لگا ہوا ہے" ـــ الونافہ نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ـــ جنریٹر کتنی دیر چل سکے گا ـــ وہ تو صرف وقتی طور پر سپلائی کے لئے ہوگا ـــ ٹھیک ہے۔ ہمیں اب پروگرام بنا لینا چاہیئے ـــ جیسے ہی ایٹمی بجلی گھر تباہ ہو، ہمیں ایٹمک ریسرچ لیبارٹری پر حملہ کر دینا ہے ـــ یقیناً یہ ایسا وقت ہوگا جب وہ لوگ بری طرح الجھے چکے ہوں گے" ـــ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ بجلی گھر کی تباہی عقابوں پر ڈال دیجیئے اور آپ لوگ لیبارٹری سنبھالیں" ـــ الونافہ نے کہا۔

"نہیں! ـــ تم لوگوں سے یہ تباہ نہیں ہوگا ـــ یہ کام مجھے کرنا ہوگا ـــ اکیلے" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"اکیلے ـــ اور ایٹمی بجلی گھر کی تباہی ـــ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ الونافہ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تو تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے ـــ؟ میں پھونک مار کر بجلی گھر کو اڑا سکتا ہوں ـــ میں نے کئی بار پھونک مار کر موم بتیاں بجھا دی ہیں ـــ یہ بجلی گھر بھلا کیا چیز ہے" ـــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب! ـــ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم گروپنگ کر لیں اور بیک وقت دونوں ٹارگٹس پر حملہ کر دیں" ـــ کیپٹن شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں! ـــ دونوں جگہوں پر حملہ ہونا ضروری ہے اس لئے درمیان میں کچھ وقفہ ہوگا ـــ دوسرے لفظوں میں وقفہ بہت ضروری ہے" ـــ عمران نے کہا۔

"تم اپنے آپ کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہو ——— ؟ کیا ہم ناکارہ لوگ ہیں" ——— جولیا نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو ——— ٹھیک ہے ——— میں یہیں سوتا ہوں ——— تم دونوں مارگٹس تباہ کر دو ——— پھر مجھے اٹھا لینا اور ہم ہنستے گاتے واپس چلے جائیں گے" ——— عمران نے فوراً ہی ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ" ——— جولیا سے اور تو کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ ہنکارہ بھر کر رہ گئی۔

"الوناف ! ——— اب تم ظاہر تو نہیں ہو سکتے ——— اس لئے تم ایسا کرو کہ اپنے عقابوں کو لے کر پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر دو۔ جس وقت ایٹمی بجلی گھر تباہ ہو ——— ساتھ ہی پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ ہو جائے اس طرح سب لوگ یقیناً بُری طرح الجھ جائیں گے ——— اور اس وقت لیبارٹری اڑانا آسان ہو جائے گا" ——— عمران نے الوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں تیار ہوں" ——— الوناف نے جوشیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے ——— پلاننگ کر لیں تاکہ سب کام صحیح طریقے سے سرانجام پا سکے" ——— عمران نے کہا اور پھر اس نے کاغذ اٹھا کر پلاننگ شروع کر دی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے اور ایٹمی لیبارٹری اور ایٹمی بجلی گھر پر حملے کے متعلق تفصیلی پلاننگ تیار کر لی۔

"الوناف ——— تمہاری تفصیلات کے مطابق ایٹمک ریسرچ لیبارٹری

پر روزانہ ایک ہیلی کاپٹر غذا کے پیکٹ پھینکنے جاتا ہے" ——— عمران نے الوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں ! ——— روزانہ شام کو ایک ہیلی کاپٹر یہ ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے" ——— الوناف نے جواب دیا۔

"تم ایسا کرو کہ میک اپ کر کے باہر جاؤ اور اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کا پتہ نکالو ——— صفدر ——— یا ——— کیپٹن شکیل ان میں سے جس کی جسامت بھی اس پائلٹ سے ملتی ہو ——— اس کا روپ دھارے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا پتہ چلاؤ کہ غذا کے پیکٹ کہاں بند ہوتے ہیں اور کتنے بڑے ہوتے ہیں ——— میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم سب غذا کے پیکٹوں میں بند ہو کر لیبارٹری کے اندر داخل ہوں مجھے یقین ہے کہ چونکہ نرسری اور لیبارٹری میں کئی سو افراد کام کرتے ہیں اس لئے غذا کی یہ پیٹیاں بہت بڑی بڑی ہوں گی" ——— عمران نے کہا۔

"اوہ گڈ آئیڈیا ——— مجھے معلوم ہے۔ یہ پانچ پیٹیاں ہوتی ہیں اور قد آدم سے بھی بڑی ہوتی ہیں ——— ہم آسانی سے اسلحہ سمیت ان پیٹیوں میں چھپ سکتے ہیں" ——— الوناف نے خوشی سے چہکتے ہوئے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے ——— تم آج یہ معلومات حاصل کرو ——— کل میں ایٹمی بجلی گھر کی خبر لیتا ہوں اور کل رات ہی ہم ایٹمی لیبارٹری پر دھاوا بول دیں گے ——— جس وقت ہم ایٹمی لیبارٹری پر دھاوا بولیں اسی وقت عقاب پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر دیں" ——— عمران نے تفصیل

بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— مگر بجلی گھر" ——— ؟ الوناذ نے کچھ کہنا چاہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو ——— وہ میرا کام ہے" ——— عمران نے کہا۔

"اگر آپ پُر اعتماد ہیں تو پھر ٹھیک ہے" ——— الوناذ نے سر جھکائے ہوئے کہا۔

"تم ہمیں آج یہ سامان مہیا کر دو" ——— عمران نے کاغذ پر سامان کی لسٹ بناتے ہوئے کہا۔

"بہتر ——— سامان مل جائے گا ——— میرے ذمہ اور کوئی کام" ——— ؟ الوناذ نے کہا۔

"ایٹمی بجلی گھر کے سوڈزائم شعبے کا انچارج کون ہے ——— کہاں رہتا ہے ——— ؟ اور اس کے متعلق تمام تفصیلات مجھے ایک گھنٹے میں چاہئیں" ——— عمران نے کہا۔

"مل جائیں گی ——— میں ابھی عقاب نمبر چار کے ذمہ لگا دیتا ہوں۔ وہ معلوم کرے گا" ——— الوناذ نے کہا۔

"تم یہ معلومات حاصل کرو ——— جب تک میں سامان کی لسٹ بنا لوں" عمران نے کہا اور الوناذ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ دونوں پریذیڈنٹ ہاؤس کے خاص کمرے میں کرسیوں پر منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔ صدر مملکت نے فوری طور پر انہیں بلایا تھا اور وہ دونوں جانتے تھے کہ صدر کی ڈانٹ پھٹکار سننی پڑے گی مگر وہ مجبور تھے۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور صدر مملکت کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ دونوں ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔

"تشریف رکھیئے" ——— صدر مملکت نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور سامنے رکھی ہوئی اونچی پشت والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ دونوں بھی بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھ گئے۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے مجرموں کو پناہ دینے والے کسی مقامی آدمی کو پکڑ لیا تھا ——— مگر مجرموں نے جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈکوارٹر پر دھاوا بول کر اسے چھڑا لیا ——— اور نہ صرف اسے چھڑا لیا بلکہ

جی۔ پی۔ نائیو کے ستر آدمی ہلاک اور بے شمار زخمی کر دیتے ___ اور مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ جب مجرم واپس جا رہے تھے تو ان کا ٹکراؤ ریڈ آرمی سے ہوا ___ مگر وہ نکل جانے میں کامیاب رہے"___ صدر مملکت نے چبا چبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔ ان کی تیز نظریں ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔

"آپ کی اطلاع بالکل درست ہے جناب"___ کرنل ڈیوڈ نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ایسا کیوں ہو رہا ہے ___؟ کیا آپ سب نااہل اور نکمے ہیں ___ آپ کی صلاحیتوں اور کارکردگی کی پوری دنیا میں دھوم تھی مگر ان چار پانچ غیر ملکی مجرموں کے سامنے آپ حقیر چوہوں کی طرح بے بس نظر آتے ہیں ___ وہ جب چاہتے ہیں ___ جہاں چاہتے ہیں وار کر دیتے ہیں اور ہم صرف ناکامی پر زخم چاٹتے رہ جاتے ہیں ___ آخر یہ مجرم کیوں ناقابل تسخیر بن گئے ___" صدر مملکت نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جناب! ___ یہ مجرم عام مجرموں کی طرح نہیں ہیں ___ یہ مجرم بے حد ذہین ___ چالاک ___ عیار ___ دلیر ___ اور بے باک ہیں۔ یہ اس پہلو پر وار کرتے ہیں جو ہمارا کمزور پہلو ہوتا ہے"___ کرنل ہیرلڈ نے کہا۔

"سنو کرنل! ___ میں نے تمہیں اس لئے ریڈ آرمی کا سربراہ نہیں بنایا کہ تمہارے منہ سے مجرموں کے قصیدے سنتا رہوں ___ اگر تمام خوبیاں مجرموں میں ہی موجود ہیں تو پھر ہم تمہاری جگہ انہیں کیوں نہ یہ عہدے دے دیں ___ اگر تم اس کام کے اہل نہیں ہو تو اپنے استعفے پیش کر دیں ___ میں ان مجرموں کی مسخ شدہ لاشیں چاہتا ہوں۔ ان کے کٹے ہوئے سر چاہتا ہوں ___ ان کے بندھے ہوئے ہاتھ چاہتا ہوں ___ میں مجرموں کی لاشوں میں ہزاروں کی تعداد میں گولیوں کے سوراخ چاہتا ہوں ___ سمجھے تم"___ صدر مملکت نے چیختے ہوئے کہا۔

"ہم کوشش کر رہے ہیں جناب"___ ان دونوں نے بڑے مردہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر تم لوگ بے بس ہو گئے ہو تو پیچھے ہٹ جاؤ ___ تمہاری جگہ میں دوسرے لوگوں کو لے آتا ہوں ___ ہم نے پوری دنیا سے ٹکر لے رکھی ہے اور آج تک پوری دنیا پر ہماری دلیری جرأت اور بہادری کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے ___ مگر آج یہ حال ہے کہ چار پانچ آدمی ہمارے ملک میں ہی ہمیں تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں اور ہم بے بسی سے ان کا تماشہ دیکھ رہے ہیں ___ اور نہ صرف تماشہ دیکھ رہے ہیں بلکہ الٹا ان کے قصیدے گا رہے ہیں"___ صدر مملکت نے چیختے ہوئے کہا:

"جناب! ___ آپ ہمیں کچھ مہلت دیں ___ ہم مجرموں کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کریں گے ___ اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو پھر ہم اپنے استعفے پیش کر دیں گے"___ کرنل ڈیوڈ نے بجھے بجھے سے لہجے میں جواب دیا۔

"استعفے! ___ تمہارا مطلب ہے کہ مجرم جب پورے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چل دیں تو تم استعفے لیکر آ جاؤ ___ میں تمہارے

استعفوں کو چاٹوں گا —— مجھے مجرموں کی لاشیں چاہئیں۔ استعفے
نہیں چاہئیں —— میں تمہیں صرف ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں اگر
ایک ہفتے کے اندر تم نے مجرموں کو زندہ —— یا —— مُردہ گرفتار نہ
کیا تو پھر مجمع عام کے سامنے تم دونوں کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا
سمجھے —— ایک ہفتہ کی مہلت ہے —— یا مجرموں کو مار ڈالو۔ یا
خود مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ —— اور اب تم جا سکتے ہو ——
گٹ آؤٹ "—— صدر مملکت کے منہ سے غصے کی شدت سے
جھاگ نکلنے لگے۔

اور وہ دونوں تیزی سے اٹھ کر مڑے اور پھر کمرے سے باہر
نکل گئے۔ شدید ترین بے عزتی سے ان دونوں کا رواں رواں لرز رہا
تھا۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آج ہی مر چکے ہوں۔

"کرنل ڈیوڈ! —— تمہارے ذہن میں مجرموں کی گرفتاری کا کوئی لائحہ
عمل ہے" —— کار میں بیٹھتے ہوئے کرنل ہیمرخ نے پوچھا۔

"میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا —— آخر اتنی بڑی آبادی میں
مجرموں کو کہاں سے ڈھونڈیں —— اب ہم ایک ایک مکان کی تلاشی
لینے سے تو رہے —— اور اگر ہم ایسا کریں بھی تو پورے تل ابیب کی
تلاشی میں سالوں لگ جائیں گے —— جب کہ مہلت صرف ایک ہفتہ
کی ہے" —— کرنل ڈیوڈ نے بجھے سے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ کم بخت اپنا کوئی سراغ بھی نہیں چھوڑتے —— خدا خدا کر کے
ایک سراغ ہاتھ لگا تھا —— وہ بھی غائب ہو گیا" —— کرنل ہیمرخ
نے کہا۔

"ارے مجھے تو خیال ہی نہیں رہا —— ہاں! ایک سراغ اب بھی ہے"
اچانک کرنل ڈیوڈ کے چہرے پر سرخی آ گئی۔

"وہ کیا" —— ؟ کرنل ہیمرخ نے چونک کر پوچھا۔

"الونافہ کو بلیو روم میں لے جا کر جب کرسی پر بٹھایا گیا تھا تو تشدد
کے لئے اس کی قمیض اتار لی گئی تھی —— وہ قمیض اب بھی شاید
بلیو روم میں موجود ہو —— اگر وہ قمیض مل جائے تو ہم سراغرساں کتوں
کی مدد سے الونافہ کا سراغ لگا لیں گے" —— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"اوہ ویری گڈ! —— ویری گڈ! —— اگر قمیض مل جائے تو الونافہ
کی گرفتاری یقینی ہو جائے گی —— اور الونافہ کی گرفتاری کے بعد مجرموں
کا ہاتھ آنا بھی یقینی ہو جائے گا" —— کرنل ہیمرخ بھی خوشی سے
اچھل پڑا۔

"ہاں یقیناً" —— کرنل ڈیوڈ نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔ اب
ان دونوں کے چہروں پر سرخی آ گئی تھی اور آنکھیں چمک اٹھی تھیں
ان کی کار انتہائی تیز رفتاری سے جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر کی طرف
اڑی چلی جا رہی تھی۔

ابھی رات کا اندھیرا باقی تھا اور پَو پھٹنے میں کچھ دیر رہتی تھی کہ عمران پشت پر ایک بیگ باندھے یعقوب کالونی کی ایک کوٹھی کی عقبی دیوار کے ساتھ سمٹا ہوا کھڑا تھا۔ یہ ایٹمی بجلی گھر کے سوڈزائم شعبے کے سربراہ مارک نوکم کی کوٹھی تھی۔ البوناقہ عمران کو یہاں چھوڑ گیا تھا۔

عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر کوٹھی کی عقبی دیوار پر چھلانگ لگا دی۔ پہلے ہی جمپ میں اس کے ہاتھ دیوار کے سرے پر ٹک گئے اور دوسرے لمحے عمران ہاتھوں کے بل اٹھتا ہوا دیوار پر پہنچ گیا۔

کوٹھی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عمران دیوار پر لیٹا ہوا اندر کی آہٹ لیتا رہا۔ اور جلد ہی اُسے اطمینان ہو گیا کہ اندر پہرے دار کتے موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ اس نے اندر چھلانگ لگا دی۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور عمران تیزی سے قدآدم باڑ کے پیچھے دبک گیا۔ چند لمحوں تک وہ کسی کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر شاید کوٹھی میں کوئی چوکیدار بھی نہیں تھا۔ اس لئے

کوئی نہ آیا تو عمران اٹھا اور پھر دبے قدموں چلتا ہوا تیزی سے کوٹھی کی اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

جلد ہی وہ عمارت کی سائیڈ سے ہوتا ہوا سامنے کے رُخ پر پہنچ گیا۔ اس نے کوٹھی کے پھاٹک کے قریب چوکیدار کی کوٹھڑی دیکھی جس کی بتی جل رہی تھی۔ چوکیدار شاید اندر سو رہا تھا۔

عمران دبے قدموں برآمدے سے ہوتا ہوا سامنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اندر سے بند نہ تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مختلف کمرے دیکھنے کے بعد وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جس میں نیلا بلب جل رہا تھا۔

عمران نے دروازے کو ہلکا سا دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور پھر جب عمران نے اندر جھانک کر دیکھا تو اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار چھا گئے۔ کیونکہ سامنے ہی بیڈ پر مارک نوکم اطمینان بھری نیند سویا ہوا تھا البوناقہ نے مارک نوکم کی ایک تصویر بھی مہیا کر دی تھی۔ یہ تصویر ایٹمی بجلی گھر کے افتتاح کے موقع پر کھینچی گئی تھی۔ البوناقہ پبلک لائبریری سے وہ اخبار اڑا لایا تھا اس لئے عمران کو اسے پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اخبار میں چھپی ہوئی تصویر سے ہی عمران نے اندازہ لگایا تھا کہ مارک نوکم کا قد و قامت عمران جیسا ہے اس لئے عمران اور بھی زیادہ مطمئن تھا اور جب البوناقہ نے اسے بتایا تھا کہ مارک نوکم نے شادی نہیں کی اور وہ کوٹھی میں صرف ملازموں کے ساتھ رہتا ہے تو عمران کو اپنی خوش بختی پر ناز سا ہونے لگا۔ قدرت خود بخود آسانیاں فراہم کر رہی تھی۔

عمران نے اندر داخل ہو کر آہستہ سے دروازہ بند کیا اور پھر جیب سے

ایک چھوٹا سا ریوالور نکالا اور اس کی نال کا رخ سوتے ہوئے مارک فوکم کی طرف کرکے اس نے ٹریگر دبا دیا۔

ریوالور کی نال سے دھوئیں کی پتلی سی لکیر نکلی اور سیدھی مارک فوکم کے چہرے سے ٹکرائی۔ مارک فوکم نے ایک لمحے کے لیے چہرے کو ادھر ادھر کیا مگر دوسرے لمحے وہ ساکت ہو گیا۔ بیہوش کر دینے والی زوداثر گیس نے ایک لمحے میں اپنا کام کر لیا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے پشت پر موجود کھڑکی کھول دی تاکہ گیس کا اثر کمرے میں باقی نہ رہے۔

چند لمحوں بعد عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بڑی پھرتی سے بیہوش پڑے ہوئے مارک فوکم کے جسم سے لباس اتارنا شروع کر دیا۔ اپنا لباس اتار کر اس نے ایک الماری میں رکھا اور مارک فوکم کا اترا ہوا شب خوابی کا لباس خود پہن لیا۔ پھر اس نے خوابگاہ کی کارنس پر پڑی ہوئی مارک فوکم کی فریم شدہ تصویر اٹھائی اور غسل خانے میں گھس گیا۔ اس نے اپنا بیگ کھولا اور پھر تصویر کو سامنے رکھ کر اس نے بڑی پھرتی سے اپنے چہرے پر مارک فوکم کا میک اپ شروع کر دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد جب اس نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو اس کی آنکھوں میں اطمینان کے تاثرات جھلک اٹھے۔ اب انتہائی نزدیک سے بھی کوئی اس کے میک اپ کو چیک نہ کر سکتا تھا

میک اپ سے فارغ ہو کر اس نے بیگ کھول کر اس میں سے ایک سرنج اور ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور سرنج میں دوا بھر کر وہ غسل خانے سے باہر آ گیا۔ بستر پر بیہوش پڑے ہوئے مارک فوکم کے عریاں

بازو میں اس نے بڑی پھرتی سے انجکشن لگایا اور پھر سرنج کو سائڈ والی میز پر رکھ کر اس نے مارک فوکم کو اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر واپس غسل خانے میں لے آیا۔ غسل خانے کی دیوار کے ساتھ اسے بٹھا کر اس نے مارک فوکم کی ناک سے ایک شیشی لگا دی۔ یہ شیشی بھی اس کے بیگ میں موجود تھی۔

شیشی میں موجود گیس جیسے ہی مارک فوکم کی ناک میں گھسی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ عمران دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

مارک فوکم نے آنکھیں کھول دیں مگر اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک مفقود تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ لاشعوری کیفیت میں ہو۔ یہ اس انجکشن کا اثر تھا جو عمران نے مارک فوکم کو لگایا تھا۔

"مارک فوکم! ـــ میری آنکھوں میں دیکھو" ـــ عمران نے دبے مگر انتہائی سرد لہجے میں کہا اور مارک فوکم نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"تم میرے سوالوں کے جواب بالکل درست دو گے" ـــ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ـــ میں تمہارے سوالوں کے درست جواب دوں گا" ـــ مارک فوکم نے ایسے لہجے میں جواب دیا جیسے وہ کسی کنوئیں کی تہہ میں بیٹھا بول رہا ہو۔

"تمہارا نام کیا ہے" ـــ ؟ عمران نے پوچھا۔

"مارک فوکم" ـــ مارک فوکم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارا عہدہ کیا ہے" ـــ ؟ عمران نے پوچھا۔

"میں ایٹمک بجلی گھر یو، سوڈزائم شعبے کا انچارج ہوں" ـــ مارک فوکم

نے جواب دیا۔

پھر عمران مسلسل سوال کرتا چلا گیا۔ اور مارک نوکم جواب دیتا گیا۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں عمران نے مارک نوکم سے ہر وہ تفصیل پوچھ لی جس کی مارک نوکم کے روپ دھارنے پر اُسے ضرورت پڑ سکتی تھی۔ خاص طور پر رائیک بجلی گھر میں اس کی مصروفیات ۔۔۔ اس کی عادات ۔۔۔ انداز گفتگو ۔۔۔ اپنے ماتحتوں اور افسروں سے اس کا رویہ ۔۔۔ اور اسی قسم کی دیگر تفصیلات ۔۔۔ اور رائیک بجلی گھر میں داخل ہوتے وقت سیکورٹی چیکنگ کی تفصیلات۔

"ٹھیک ہے مارک نوکم! ۔۔۔ اب تم شام کے آٹھ بجے تک ہوش میں نہیں آؤ گے ۔۔۔ شام کے آٹھ بجتے ہی تم خودبخود ہوش میں آ جاؤ گے اور اس کے ساتھ ہی تمہیں اس دوران کی کوئی تفصیل یاد نہیں رہے گی"۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور مارک نوکم نے سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں۔ وہ ہپناٹزم کے قوی سجیشن کے تحت دوبارہ بیہوش ہو چکا تھا اور عمران جانتا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت شام آٹھ بجے سے پہلے اسے ہوش میں نہیں لا سکتی۔

عمران نے مارک نوکم کے بیہوش ہوتے ہی اسے دوبارہ اٹھایا اور اُسے غسل خانے سے باہر نکال کر کپڑوں کی الماری میں لٹا دیا۔ الماری کی چوڑائی لمبائی اتنی تھی کہ مارک نوکم اس میں اطمینان سے سیٹ ہو گیا۔ اب سامنے لٹکے ہوئے کپڑوں کو ہٹائے بغیر اُسے چیک نہ کیا جا سکتا تھا۔

الماری بند کر کے عمران نے غسل خانے سے اپنا بیگ اٹھایا اور اُسے بھی

الماری میں ایک طرف رکھ دیا۔

ساتھ ہی میز پر پڑی ہوئی سرنج بھی اس نے بیگ میں ڈال دی تھی۔ پھر اس نے تنقیدی نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور ہر طرف سے مطمئن ہو کر وہ مارک نوکم کی جگہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ اس نے ہاتھ پر بندھی ہوئی مارک نوکم کی گھڑی پر نظر ڈالی اور اس نے بیڈ کے کونے میں لگے ہوئے کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد ایک ملازم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔ اس نے بڑے مودبانہ انداز میں عمران کو سلام کیا اور پھر ساتھ والی میز پر چائے رکھ دی اور خود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کی تیز نظریں ملازم پر جمی ہوئی تھیں۔ مگر ملازم نے الماری کھولنے کی بجائے اس کے نیچے سے بوٹ نکالے اور انہیں لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے اطمینان کا طویل سانس لی اور چائے کا کپ اٹھا کر پینا شروع کر دیا۔ پھر جب اس نے آخری گھونٹ لیا تو ملازم اندر داخل ہوا۔ اس نے بوٹ پالش کر دیئے تھے۔

"صاحب! ۔۔۔ یونیفارم نکال دوں" ۔۔۔؟ ملازم نے پوچھا۔

"رہنے دو ۔۔۔ میں خود ہی نکال لوں گا ۔۔۔ تم ناشتے کا بندوبست کرو" ۔۔۔ عمران نے مارک نوکم کے لہجے میں ملازم سے مخاطب ہو کر کہا اور ملازم سر جھکا کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

ملازم کے جانے کے بعد عمران پھرتی سے اٹھا اور الماری کھول اس نے الماری سے لٹکی ہوئی مخصوص یونیفارم نکالی اور غسل خانے میں گھس گیا۔

الماری سے عمران نے اپنے لباس میں موجود وہ مخصوص جیکٹ بھی نکال لی جو وہ پہن کر آیا تھا۔ پھر غسل خانے میں جاکر اس نے پانی کھول دیا تاکہ اگر ملازم اندر آئے تو اسے یہی معلوم ہو کہ مارک فوکم غسل کرنے میں مصروف ہے۔ اس نے شب خوابی کا لبادہ اتار کر ایک طرف رکھا اور پھر یونیفارم کی پتلون پہن لی۔ پھر اس نے وہ مخصوص جیکٹ پہنی اور بیگ میں سے دو پتلی پتلی چپٹیاں نکال کر اس نے جیکٹ کی اندرونی جیبوں میں ڈال لیں۔

یہ جیکٹ مخصوص انداز میں تیار کی گئی تھی اور اس کے کپڑے میں ایسے ریشے استعمال کئے گئے تھے جو کہ ایکسرے وغیرہ کی ریز کو روک دیتے تھے اس طرح جیکٹ کی جیبوں میں موجود ہر شے چیکنگ سے محفوظ ہو جاتی تھی۔ یہ جیکٹ خصوصی طور پر اسمگلروں کے لئے بنائی گئی تھی اور بہت زیادہ قیمتی تھی۔ الوناذ نے عمران کے کہنے پر اسے مہیا کر دی تھی۔

جیکٹ کے اوپر عمران نے یونیفارم کی قمیض اور کوٹ پہنا اور پھر مخصوص قسم کی ٹائی لگا کر وہ اب پوری طرح مارک فوکم بن گیا تھا۔

کوٹ کی جیب میں مارک فوکم کا شناختی کارڈ اور وہ خصوصی پاس موجود تھا جس پر بجلی گھر میں داخل ہونے اور باہر آنے کے اوقات لکھے ہوئے تھے۔ اور ہر روز ایک مخصوص مشین سے اسے پنچ کیا جاتا تھا۔ اس پاس کے بغیر کوئی شخص بجلی گھر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ چاہے وہ صدر مملکت ہی کیوں نہ ہو۔

لوٹ پہننے کے بعد عمران نے بیگ میں سے ایک چھوٹا سا ریوالور نکال کر جیکٹ کی جیب میں رکھا۔ مگر دوسرے لمحے اسے ایک خیال آیا اور اس

...نیض کے بٹن کھولے اور ریوالور کو کوٹ کی جیب سے نکال کر جیکٹ ...جیب میں منتقل کر دیا۔ قمیض کے بٹن بند کر کے اس نے آخری بار ...نے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر مطمئن ہو کر وہ بیگ اور شب خوابی کا لباس ...ٹھا کر غسل خانے سے باہر آگیا۔ اس نے الماری کھول کر بیگ کو میلے ...پڑوں کے ڈھیر کے نیچے چھپا دیا۔ اور شب خوابی کا لباس بھی اس نے الماری ...میں پھینکا اور پھر الماری کا ایک پٹ ذرا سا کھلا چھوڑ دیا تاکہ اندر بیہوش ...پڑے ہوئے مارک فوکم کو تازہ ہوا میسر آتی رہے۔

پھر وہ کمرے سے باہر آگیا۔

اسی لمحے ملازم سامنے سے آتا نظر آیا۔

"ناشتہ تیار ہے جناب"۔۔۔۔ ملازم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ دیکھو!۔۔۔ کمرے کو مقفل کر کے چابی مجھے لادو۔ ...رے میں اہم دستاویزات موجود ہیں اس لئے جب تک میں نہ آجاؤں اسے ...ھولنا نہیں"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور ملازم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے جیب سے ایک چابی نکالی ...دروازے کو مقفل کر کے چابی عمران کی طرف بڑھا دی۔

عمران نے چابی جیب میں ڈالی اور پھر ملازم کے ساتھ چلتا ہوا ڈائننگ روم ...ہال آگیا۔ یہاں میز پر ناشتہ چن دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی آج کا اخبار موجود تھا ...مران نے کرسی پر بیٹھتے ہی اخبار اٹھا لیا اور ملازم نے چائے بنانی شروع ...کر دی۔

عمران نے اخبار کی سرخیوں پر نظریں دوڑانے کے ساتھ ساتھ ناشتہ کرنا ...شروع کر دیا۔ اخبار عام سی خبروں سے بھرا ہوا تھا اور کہیں بھی ایسی کوئی خبر

نہیں تھی جس سے معلوم ہوتا کہ جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ ہوا ہے۔ عمران سمجھ گیا کہ اس ملک میں اخباروں پر سخت قسم کا سنسر نافذ ہے۔

اس نے اطمینان سے ناشتہ مکمل کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ ملازم نے ایک ہینڈ بیگ لا کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور عمران ہینڈ بیگ سنبھالے باہر پورچ میں آگیا۔

یہاں باوردی ڈرائیور موجود تھا اور پورچ میں ایک نئی سیاہ رنگ کی کار بھی کھڑی تھی۔

ڈرائیور نے ہاتھ بڑھا کر بڑے مودبانہ انداز میں عمران کو سلام کیا اور پھر آگے بڑھ کر کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ عمران بیگ سمیت پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے دروازہ بند کیا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔

چند لمحوں بعد کار انتہائی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی سڑک پر نکل آئی۔ ڈرائیور نے اس کا رخ ایٹمک بجلی گھر کی طرف موڑ دیا اور عمران کار کی پشت سے ٹیک لگائے اطمینان سے بیٹھ گیا۔

اب تک تو حالات اس کے پلان کے مطابق پیش آتے تھے اور عمران کو یقین تھا کہ وہ اپنا مشن آسانی سے پورا کرے گا۔ اس کی جیکٹ کی جیبوں میں پڑی ہوئی چپٹیاں انتہائی طاقتور اور خوفناک جدید قسم کے بم تھے جنہیں اس نے سوڈزائم شعبے کی ایک مخصوص مشین میں فٹ کرنے تھے۔ یہ وائرلیس بم تھے اور عمران کا پروگرام یہ تھا کہ بم فٹ کرلے کے بعد وہ شام کو چھٹی کر کے جب واپس مارک فوکم کی کوٹھی میں آئے گا تو یہاں آکر وہ ایک بم کو اڑانے والا بٹن دبا دے گا۔ اس مخصوص مشین کا ایک حصہ دھماکے سے اڑ جائے گا۔ اس حصے سے نکلنے والی مخصوص بھاری گیس

پورے بجلی گھر میں پلک جھپکنے میں پھیل جائے گی پھر وہ دوسرا بم اڑا دیگا اور اس مخصوص تابکاری گیس کو آگ لگ جائے گی اور پورا ایٹمک بجلی گھر بھک سے اڑ جائے گا۔

یہ مخصوص گیس چونکہ صرف سوڈزائم شعبے کی اس مخصوص مشین میں ہوتی ہے اس لئے عمران نے اسی شعبے کا ہی انتخاب کیا تھا۔ صرف یہی ایک ایسا طریقہ تھا جس کے ذریعے وہ آسانی سے پورے ایٹمی بجلی گھر کو اڑا سکتا تھا۔ عمران کو جدید ترین ایٹمک ریسرچ کے متعلق بھی خاصی وسیع معلومات تھیں یہی وجہ تھی کہ وہ اس مخصوص تابکار گیس کی کارکردگی اور اہمیت سے واقف تھا اور اس نے اتنی آسانی سے اس گیس کے ذریعے پورے ایٹمی بجلی گھر کو اڑانے کا کامیاب پلان بنا لیا تھا۔ اور اس مخصوص مشین تک پہنچنے کے لئے ہی اس نے مارک فوکم کا روپ دھارا تھا۔

کار انتہائی تیز رفتاری سے ایٹمی بجلی گھر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی اور پھر شہر سے نکلنے کے بعد اسے دور سے ہی ایٹمی بجلی گھر کی وسیع و عریض تنصیبات نظر آنی شروع ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد ہی کار بجلی گھر کے ایک مخصوص دروازے کے سامنے جا کر رک گئی۔ یہ دروازہ صرف افسروں کے لئے مخصوص تھا۔

ڈرائیور نے نیچے اتر کر پھرتی سے دروازہ کھولا اور عمران ہینڈ بیگ سنبھالے باہر آگیا۔

دروازے کے سامنے دو مسلح گارڈ موجود تھے۔ ان دونوں نے عمران کو سلام کیا اور عمران نے جیب سے شناختی کارڈ نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ایک مسلح گارڈ نے کارڈ لے کر قریب ہی نصب ایک بڑی سی مشین کے خانے میں

ڈال دیا۔

مشین میں گھڑ گھڑ کی آواز سنائی دی اور پھر ایک سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے خانے سے کارڈ باہر آ گیا۔ اور سبز بلب بجھ گیا۔ مشین نے کارڈ کے اصلی ہونے کی گواہی دے دی تھی۔

گارڈ نے کارڈ عمران کی طرف بڑھایا اور مودبانہ انداز میں ایک طرف ہٹ گیا۔ سامنے سٹیل کا بنا ہوا ایک دروازہ تھا جس کے درمیان میں ایک پتلا سا خلا نظر آ رہا تھا۔ چونکہ عمران مارک فوکر سے پہلے ہی حفاظتی اقدامات کے متعلق تمام تفصیلات معلوم کر چکا تھا۔ اس لئے اس نے اطمینان سے کارڈ جیب میں ڈالا اور پھر پاس نکال کر اس نے دروازے میں بنے ہوئے خلا میں ڈال دیا۔

چند لمحوں بعد کارڈ واپس باہر آ گیا۔ اس پر آج کی تاریخ اور وقت پنچ ہو چکا تھا۔

عمران نے جیسے ہی کارڈ کھینچا، دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ عمران ہینڈ بیگ اٹھائے اندر داخل ہو گیا۔

یہ فولاد کی بنی ہوئی ایک سرنگ نما راہداری تھی جس میں جگہ جگہ مختلف رنگوں کے بلب جل رہے تھے۔ عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

راہداری کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا جس کے ساتھ ایک بڑی سی مشین نصب تھی۔ اس مشین کے اوپر ایک پلیٹ فارم سا بنا ہوا تھا۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہینڈ بیگ اس کے اوپر رکھ دیا۔

ہینڈ بیگ کا وزن مشین پر پڑتے ہی اس کی سامنے والی سطح پر لگے ہوئے

مختلف رنگوں کے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اور چند لمحوں بعد ہی مشین بند ہو گئی۔

عمران نے ہینڈ بیگ اٹھا لیا اور اس کے ساتھ ہی سامنے والا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور عمران اطمینان کی سانس لے کر دروازہ سے دوسری طرف چلا گیا۔ وہ حفاظتی انتظامات کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ سرنگ نما راہداری سے گزرتے ہوئے اس کے تمام جسم کی خود بخود چیکنگ ہو گئی تھی اگر اس نے مخصوص جیکٹ نہ پہن رکھی ہوتی تو ریوالور اور بم آشکار ہو جاتے اور سرنگ کے دروازے کسی حالت میں بھی نہ کھلتے۔

دروازے کی دوسری طرف مختلف گاڑیاں موجود تھیں۔ جیسے ہی عمران دروازے سے نکلا ایک گاڑی تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آ گئی اس گاڑی کی نمبر پلیٹ پر سوڈزائم شعبے کا مخصوص نشان موجود تھا۔ عمران نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور ہینڈ بیگ سمیت پچھلی نشست پر بیٹھ گیا کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

عمران بڑی دلچسپی سے ایٹمی بجلی گھر کی تفصیلات کو دیکھتا رہا۔ واقعی بہت عظیم الشان اور انتہائی جدید قسم کا بجلی گھر تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ اس بجلی گھر کے قیام میں حکومت ایکریمیا اور پوری دنیا کے یہودیوں کی خطیر رقم صرف ہوئی ہو گی۔

تھوڑی دیر بعد کار سوڈزائم شعبے کے گیٹ پر پہنچ گئی اور عمران کار سے اتر کر دربانوں کے سلام وصول کرتا ہوا اپنے دفتر میں پہنچ گیا۔ دفتر بے حد وسیع و عریض اور شاندار تھا۔

عمران نے مارک فرکم کی طرح پہلے اطمینان سے سیکرٹری کو بلا کر شعبے کے متعلق ڈاک کے جوابات لکھائے اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اسے اپنے شعبہ کا پہلا تفصیلی راؤنڈ لگانا تھا تاکہ وہ چیک کر سکے کہ تمام مشینیں صحیح کام کر رہی ہیں اور انہیں آپریٹ کرنے والے اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر پہنچ گئے ہیں۔

شعبے کا اسسٹنٹ عمران کے ہمراہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ جہاں انتہائی جدید مشینری کا جال سا بچھا ہوا تھا۔ تقریباً تین چوتھائی مشینیں آٹومیٹک تھیں، باقی مشینوں کو مخصوص وردیوں میں ملبوس آپریٹر آپریٹ کر رہے تھے۔

عمران ایک ایک مشین کے قریب رک کر اس کی کارکردگی چیک کرتا رہا اور پھر وہ اس مشین کے پاس پہنچ گیا جس میں وہ انتہائی خطرناک مخصوص تابکاری گیس موجود تھی۔ یہ آٹومیٹک مشین تھی اور کافی بڑی تھی۔ اس مشین کے گرد لوہے کی چادروں سے دیواریں بنا دی گئی تھیں۔ اور یہ دیواریں مشین سے نکلنے والی تابکاری گیس کی انتہائی معمولی سی مقدار کو بھی باہر پھیلنے سے روکتی تھیں۔

"مسٹر راجر! ——— چیف فورمین کو بلاؤ" ——— عمران نے قریب کھڑے اسسٹنٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا نام اسے مارک فرکم پہلے ہی بتا چکا تھا۔

"بہتر جناب" ——— راجر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی عمران نے پھرتی سے قمیض کے بٹن کھولے اور

جیکٹ کی اندرونی جیبوں سے وہ خطرناک بم نکال لیے۔ اس نے انتہائی پھرتی سے مشین کی ایک سائیڈ میں بنے ہوئے پتلے پتلے خانوں میں ایک بم اندر ڈال دیا۔ بم چونکہ ان خانوں سے بھی چھوٹا اور چپٹا تھا اس لیے وہ خانوں کے اندر چھپ گیا۔

عمران نے مشین کی دوسری طرف بنے ہوئے اسی قسم کے خانوں میں دوسرا بم چھپایا اور پھر اس نے دوبارہ تیزی سے قمیض کے بٹن بند کیے ابھی لمحے دروازہ کھلا اور راجر کے ہمراہ ایک اور شخص اندر داخل ہوا۔

"یس سر" ——— راجر کے ساتھ آنے والے نے جو یقیناً چیف فورمین تھا بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"ایچ۔ٹو۔زیرو۔تھری مائنس ایچ فور کی مقدار تو تسلی بخش ہے" ——— عمران نے چیف فورمین سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ اس مخصوص تابکاری گیس کا سائنسی نام تھا۔ اور عام طور پر یہی زیر استعمال رہتا تھا۔

"یس سر! ——— میں نے کل ہی اسے تفصیلی طور پر چیک کیا تھا۔ اس کی رپورٹ آج آپ کے پاس پہنچ جائے گی" ——— چیف فورمین نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔کے" ——— عمران نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ اسی طرح اطمینان سے تمام مشینوں کو چیک کر کے جب وہ دوبارہ اپنے دفتر میں پہنچا تو اسے یہاں آئے دو گھنٹے گزر چکے تھے عمران کا مشن مکمل ہو چکا تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے ابھی بجلی گھر سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے مشکوک قرار دیا جائے اس لیے وہ دفتری کارروائی میں مصروف ہو گیا۔

عمران مارک فوکم کے روپ میں جیسے ہی کوٹھی سے باہر نکلا۔ ملازم چند لمحے تو خاموش کھڑا کار کو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی الجھن تھی۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آج کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ مگر اس گڑبڑ کا کوئی سرا اس کے ذہن کی گرفت میں نہ آ رہا تھا۔ بظاہر تو ہر چیز معمول کے مطابق تھی مگر نجانے اس کے ذہن میں کیوں ایک ہلکی سی کھٹک موجود تھی۔ وہ مارک فوکم کے پاس گزشتہ دس سالوں سے ملازم تھا اور مارک فوکم کا کوئی راز اس سے چھپا ہوا نہ تھا۔ آج پہلا دن تھا کہ مارک فوکم کے دفتر جانے کے بعد اسے نامعلوم سا احساس ہو رہا تھا۔

وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنے سر کو جھٹکا اور باورچی خانے کی طرف چل دیا۔ اُسے دوپہر کا کھانا تیار کرنا تھا۔ کیونکہ مارک فوکم دوپہر کا کھانا گھر آ کر کھاتا تھا۔ اور رات کو ہی مارک فوکم نے اُسے آج کے دوپہر کے کھانے کے بارے میں ہدایات دے دی تھیں۔ اُسے معلوم تھا کہ مارک فوکم

کھانے کے معاملے میں انتہائی نفیس ذوق کا مالک تھا۔ اس لیئے کھانا تیار کرتے وقت وہ پوری توجہ سے کام کرتا تھا تاکہ مارک فوکم کو کسی شکایت کا موقع نہ مل سکے۔

وہ تقریباً دو گھنٹوں تک مسلسل باورچی خانے میں کام کرتا رہا۔ مگر آج اس کا ذہن کھانے کی تیاری کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو سکا۔ رہ رہ کر کوئی بات اس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔ مگر یہ بات اس کے لاشعور میں تھی اور شعور میں نہ آنے کی وجہ سے کوئی واضح صورت اختیار نہ کر رہی تھی۔

کھانے کی تیاری کے ساتھ ساتھ وہ اس بارے میں سوچ بچار کرتا رہا اور پھر اچانک ایک خیال برق کے کوندے کی طرح اس کے ذہن میں چمکا اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے گیس کے چولہے کا بٹن آف کیا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا مارک فوکم کی خواب گاہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے۔

وہ جلد ہی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے تیزی سے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا اور پھر جیسے ہی اس نے دروازے کو دھکیلا دروازہ یوں کھلتا چلا گیا جیسے اُسے کبھی مقفل ہی نہ کیا گیا ہو۔ اور یہی بات اس کے لاشعور میں کھٹک رہی تھی کہ دروازے کا تالا گذشتہ کئی دنوں سے خراب ہو گیا تھا اور مارک فوکم نے کئی بار اُسے تالا ٹھیک کرانے کے لئے کہا تھا مگر وہ مصروفیات کی وجہ سے بھول جاتا تھا۔ کل دفتر سے واپس آنے پر مارک فوکم اس بات پر اس سے ناراض بھی ہوا تھا اور اس نے اُسے حکم دیا تھا کہ صبح جب دفتر جائے تو وہ پہلی فرصت میں تالا ٹھیک کرائے

اور آج صبح مارک نوکم نے اُسے یوں دروازہ مقفل کرنے کا حکم دیا تھا جیسے اُسے تالے کی خرابی کا علم ہی نہ ہو اور لاشعوری طور پر اس نے بھی تالے میں چابی گھما کر مارک نوکم کو دے دی تھی اور مارک نوکم نے بڑے اطمینان سے چابی جیب میں ڈال لی تھی۔

یہ سب کچھ ایک میکانکی عمل کے تحت ہوا۔ اور اب اُسے یاد آیا کہ تالا خراب ہے اور مارک نوکم کبھی اُسے اس طرح خراب تالے کو مقفل کرنے کا حکم نہ دیتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ چابی لے کر جانے والا اصلی مارک نوکم نہیں ہو سکتا۔ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔

ملازم نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر تیز نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ مگر کمرے کی ہر چیز معمول کے مطابق تھی۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ کھول کر اس کا جائزہ لیا۔ وہاں بھی اُسے کوئی مشکوک بات نظر نہ آئی۔

اسی لمحے اُسے خیال آیا کہ آج مارک نوکم نے اُسے الماری سے یونیفارم نکالنے سے منع کر دیا تھا۔ ایسا کبھی کبھی ہی ہوتا تھا حالانکہ عموماً وہ یونیفارم خود نکال کر مارک نوکم کو دیتا تھا۔

وہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کا ایک پٹ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ یہ خلافِ معمول بات تھی۔ کیونکہ مارک نوکم اس قسم کی لاپرواہی کا عادی نہ تھا۔ اس نے پھرتی سے الماری کے دونوں پٹ کھولے اور تیز نظروں سے الماری کا جائزہ لیا۔

الماری کے نچلے حصے میں موجود میلے کپڑوں کا ڈھیر قدرے بے ترتیب سا تھا اس نے میلے کپڑے تیزی سے ہٹانے شروع کر دیئے اور پھر چند لمحوں بعد اس

کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں کیونکہ ڈھیر کے نیچے اسے عریاں پڑا ہوا مارک نوکم نظر آ گیا۔ اس نے تیزی سے باقی کپڑے بھی ہٹائے اور پھر اُسے ایک عجیب سا بیگ بھی ان کپڑوں کے نیچے موجود نظر آ گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مارک نوکم کے سینے پر رکھا اور اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ کیونکہ وہ زندہ تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے مارک نوکم کو باہر گھسیٹا اور اُسے بستر پر ڈال کر ہوش میں لے آنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اس کی آنکھیں نہ کھلیں تو وہ تیزی سے قریب پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف بڑھا وہ ایٹمی بجلی گھر میں مارک نوکم کی اہمیت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اور اب تو صاف ظاہر تھا کہ جو شخص مارک نوکم کا روپ دھار کر بجلی گھر گیا ہے اس کے ارادے اچھے نہیں ہو سکتے۔

اس نے بڑی پھرتی سے نمبر گھمائے۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

'یس ___ پی۔ اے ٹو سیکورٹی ڈائریکٹر سپیکنگ' ___ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

'میں سوڈزانم شعبے کے انچارج مارک نوکم کا ملازم آرتھر بول رہا ہوں۔ برائے کرم سیکورٹی ڈائریکٹر سے میری فوری بات کرائیں' ___ آرتھر نے تیز لہجے میں کہا۔

'مگر تم ان سے کیا بات کرنا چاہتے ہو ___ کہیں تم نے غلطی سے نمبر تو نہیں ملا دیا ___ تم مارک نوکم صاحب سے بات کیوں نہیں کرتے' ___ پی۔ اے نے مشکوک لہجے میں کہا۔

'مسٹر پی اے ___ ایک انتہائی اہم بات کرنی ہے جو بجلی گھر کے مفاد میں ہے ___ اس لئے دیر مت کرو ___ ایسا نہ ہو کہ بعد میں ہم سب پچھتاتے

رہ جائیں" ـــــ آرمقر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا ایک منٹ ہولڈ کرو" ـــــ پی۔ اے نے جواب دیا اور پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔

"یس ـــ کون بول رہا ہے" ـــ ؟ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"جناب ! ـــ میں مسٹر مارک فوکم کا ذاتی ملازم ان کی کوٹھی سے بول رہا ہوں ـــ میرا نام آرمقر ہے" ـــ آرمقر نے تیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر ـــــ" سیکورٹی ڈائریکٹر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"جناب ! ـــ جو مارک فوکم آج بجلی گھر میں پہنچا ہے وہ نقلی ہے۔ اصلی مارک فوکم اس وقت کوٹھی میں میرے سامنے بیہوش پڑے ہوئے ہیں" آرمقر نے تیز اور ہیجانی لہجے میں کہا۔

"کک ـــ کیا ـــ ؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو ـــ ؟ کیا تم پاگل ہو گئے ہو ـــ ؟" سیکورٹی ڈائریکٹر نے چیختی ہوئی آواز اور شدید حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب" ـــــ آرمقر نے جواب دیا۔

"اوہ ! ـــ تم ایسا کرو کہ فوراً جی۔ پی۔ فائیو ہیڈکوارٹر ٹیلیفون کرو۔ انہیں تمام تفصیلات بتا دینا ـــ میں بھی ان سے بات کرتا ہوں ـــ ان کے یہاں آنے کے بعد میں کوئی قدم اٹھاؤں گا" ـــــ سیکورٹی ڈائریکٹر نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی آرمقر نے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔

آرمقر نے کریڈل دبایا اور پھر اس نے ڈائریکٹری اٹھائی اور جی۔ پی۔ فائیو

کے ہیڈکوارٹر کا نمبر ڈھونڈا اور پھر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ہیلو ـــ جی۔ پی۔ فائیو ہیڈکوارٹر" ـــ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"میں کسی بڑے افسر سے بات کرنا چاہتا ہوں ـــ ایٹمی بجلی گھر کے متعلق ایک اہم ترین بات ہے ـــ جلدی ملاؤ" ـــــ آرمقر نے لہجے کو پراسرار بناتے ہوئے کہا۔ اسے اس وقت اپنی زبردست اہمیت کا احساس ہو رہا تھا۔

"اوہ ! ـــ آپ کون ہیں ـــ ؟ کہاں سے بول رہے ہیں" ـــ ؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میں یعقوب کالونی کی کوٹھی نمبر ۱۱۲ سے بول رہا ہوں ـــ یہ کوٹھی ایٹمی بجلی گھر کے شعبہ سوڈزانئم کے انچارج مارک فوکم کی ہے" ـــ آرمقر نے کہا۔

"اوہ ! ـــ ایک لمحہ توقف کیجئے ـــ میں آپ کی بات جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ سے کراتا ہوں" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور پھر ایک لمحے بعد کلک کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مارک فوکم ! ـــ میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں ـــ کیا بات ہے ـــ ؟" دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی شاید آپریٹر نے یہی سمجھا تھا کہ کوٹھی سے مارک فوکم بذات خود بول رہا ہے۔

"جناب ! ـــ میں مارک فوکم نہیں ـــ بلکہ ان کا ملازم آرمقر بول رہا ہوں ـــ مارک فوکم کی جگہ آج صبح کوئی نقلی آدمی ایٹمی بجلی گھر میں چلا گیا ہے۔ مارک فوکم کو اس نے بیہوش کر کے کپڑوں کی الماری میں ڈال دیا تھا۔

میں نے ابھی انہیں ڈھونڈا ہے ——— پھر میں نے ایٹمی بجلی گھر کے سیکورٹی ڈائریکٹر سے بات کی تو انہوں نے آپ کو فون کرنے کے لئے کہا اور کہا کہ آپ کے وہاں پہنچنے تک وہ نقلی مارک فوکم کو قابو میں رکھیں گے"۔ —— آرتھر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! —— اصلی مارک فوکم کہاں ہے" —— ؟ کرنل ڈیوڈ کی تیز آواز سنائی دی۔

"وہ اس وقت بیہوش پڑے ہوئے ہیں —— یہیں کوٹھی میں"۔ —— آرتھر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— ہم آرہے ہیں"۔ —— کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

آرتھر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجرم نے کتنی بھرپور نقل کی ہے کہ وہ آخر تک اسے نہ پہچان سکا۔ اگر یہ تالے والا چکر نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی بھی مجرم کا سراغ نہ لگا سکتا۔ یہی سوچتا ہوا وہ باہر پھاٹک کی طرف چل پڑا۔ تاکہ آنے والوں کے لئے گیٹ کھول سکے۔

مارک فوکم کے ساتھ وہ اکیلا ہی رہتا تھا اور اس کے تمام کام سرانجام دیتا تھا جبکہ کار ڈرائیور صرف مارک فوکم کو بجلی گھر لے جانے اور لے آنے پر تعینات تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا جاتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر مجرم نے مارک فوکم کا روپ کیوں دھارا! بہت سوچ بچار کے باوجود یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی۔ اور پھر ابھی وہ گیٹ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ کئی کاروں کی بریکیں چرچرانے کی آوازیں سنائی دیں اور آرتھر نے لپک کر پھاٹک کھول دیا۔ اور کاریں تیزی سے کوٹھی میں داخل ہو گئیں۔

یہ چار کاریں تھیں اور ان پر جی۔ پی۔ فائیو کا مخصوص نشان موجود تھا۔

عمران دفتری کاغذات میں الجھا ہوا تھا کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ یہ پہلا ٹیلیفون تھا۔ اس لئے عمران ایک لمحے کے لئے چونکا اور پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس —— مارک فوکم"۔ —— عمران نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔

"سر! —— میں سیکورٹی ڈائریکٹر کا پی۔ اے بول رہا ہوں —— مجھے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کرنا چاہئے تھا —— مگر ابھی ابھی آپ کے ملازم آرتھر نے فون کیا ہے —— میں نے اس سے پوچھنے کی کوشش کی مگر وہ بضد تھا کہ سیکورٹی ڈائریکٹر سے بات کرے گا —— چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ کو بتا دوں"۔ —— پی۔ اے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! —— وہ پاگل ہے —— اسے یوں ہی ٹیلیفون کرنے اور اہم شخصیتوں سے بات کرنے کا شوق ہے —— اور وہ من گھڑت اور سنسنی خیز

باتیں کر کے لطف حاصل کرتا ہے ——— میں اسے ڈانٹوں گا ——— اچھا شکریہ"
عمران نے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

دوسرے لمحے وہ کرسی چھوڑ چکا تھا۔ وہ ایک لمحے میں سمجھ گیا تھا کہ ملازم نے اصلی مارک نور کو ڈھونڈ نکالا ہوگا اور اب جی۔ پی۔ فائیو اور بجلی گھر کے سیکورٹی گارڈ بھوکے کتوں کی طرح اس پر جھپٹنے کے لئے پر تول رہے ہوں گے۔

وہ تیزی سے دفتر سے باہر نکلا اور پھر اس راہداری میں بڑھتا چلا گیا جس میں اسسٹنٹ راجر کا دفتر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پاس صرف چند لمحے ہیں اور وہ ایک مضبوط جال میں پھنس گیا ہے۔ ایٹمی بجلی گھر سے بغیر اجازت باہر جانا ناممکن تھا اور عمران سمجھتا تھا کہ بجلی گھر سے باہر نکلنا صرف اس کی ذہانت اور خوش قسمتی پر منحصر ہوگا۔

جلد ہی وہ راجر کے دفتر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ راجر کا دفتر ایک بڑے کمرے پر مشتمل تھا اور صبح ہی عمران دیکھ چکا تھا کہ راجر کا قد و قامت تقریباً اس سے ملتا جلتا ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو راجر جو میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے کیونکہ آج سے پہلے باس کبھی خود اس کے کمرے میں نہیں آیا تھا۔

"مسٹر راجر! ——— جلدی سے دروازہ بند کر دو ——— ایک اہم بات ہے"۔
عمران نے کہا

اور راجر چونک کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کو اندر سے لاک کیا تو اسی لمحے عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور راجر کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹ گیا۔ عمران کی جچی تلی ضرب نے ایک لمحہ میں راجر کو دنیا و مافیہا سے لاتعلق کر دیا۔ لڑکھڑا کر گرتے ہوئے راجر کو عمران نے دونوں

ہاتھوں سے سنبھالا اور پھر تیزی سے اُسے گھسیٹ کر ملحقہ غسل خانے میں لے گیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیزی سے چل رہے تھے۔

عمران نے چند ہی لمحوں میں راجر کا لباس اتار لیا اور پھر اپنا لباس سوائے جیکٹ کے اتار دیا۔ جیکٹ کی اندرونی جیبوں سے اس نے مختلف قسم کی شیشیاں نکالیں اور تیزی سے پہلا میک اَپ اتار کر راجر کا میک اَپ کرنا شروع کر دیا۔ اُسے میک اَپ کرنے میں صرف پانچ منٹ لگے۔ پانچ منٹ بعد وہ مکمل طور پر راجر کے میک اَپ میں آگیا۔ اس نے راجر کا لباس پہنا اور پھر اپنی یونیفارم راجر کو پہنا کر اس نے بڑی تیزی سے راجر کے چہرے پر مارک نور کا میک اَپ کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کام میں بھی اُسے صرف پانچ منٹ ہی لگے

میک اَپ کرنے کے بعد عمران نے بیہوش راجر کی گردن پر دونوں ہاتھ جمائے اور اس کے ہاتھ دبتے ہی چلے گئے۔

راجر چند لمحوں کے لئے کسمسایا مگر عمران کے ہاتھ کسی زنبور کی طرح راجر کی گردن دباتے ہی چلے گئے۔ اور اس نے ہاتھ اس وقت ہٹائے جب راجر کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

عمران نے راجر کے مرتے ہی اس کی لاش فرش پر رکھی اور پھر دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ عمران نے راجر کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اُسے اٹھایا اور پھر تیزی سے راہداری میں آگیا۔ اب اس کا رخ تیزی سے اپنے دفتر کی طرف تھا۔ اس سارے آپریشن میں اُسے زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ لگے تھے۔ اور اسے یقین تھا کہ بس چند لمحوں بعد ہی اس کے دفتر پر دھاوا بول دیا جائے گا اُسے

معلوم تھا کہ سیکورٹی ڈائریکٹر۔ جی۔ پی۔ فائیو کے اعلیٰ افسران کی آمد سے پہلے اس کے دفتر میں نہ آئے گا۔ کیونکہ مارک نوکم اہم ترین حیثیت رکھتا تھا اور سیکورٹی ڈائریکٹر صرف ملازم کی رپورٹ پر فوری ایکشن نہ لے گا۔

راجر کو لئے وہ تیزی سے دفتر میں داخل ہوا اور اس نے اُسے مارک کی کرسی پر بٹھایا اور تیزی سے خود دفتر سے باہر آگیا۔ اب وہ انتہائی تیزی سے راجر کے دفتر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا اور پھر جب وہ راجر کی کرسی پر بیٹھا تو اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس کی پیش بینی کام آگئی تھی کہ وہ جیکٹ کی جیبوں میں میک اپ کا سامان ساتھ لے کر آیا تھا۔ عمران کی عادت تھی کہ وہ ہر اقدام کرتے وقت آئندہ پیش آنے والے حالات کے متعلق سوچ بچار کر لیا کرتا تھا۔

ابھی اُسے راجر کی کرسی پر بیٹھے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر دو مسلح سیکورٹی گارڈ تیزی سے اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

عمران نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر گارڈوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت کے آثار اُبھر آئے۔

"کیا بات ہے" ——— ؟ عمران نے راجر کے لہجے میں پوچھا۔

"آپ باس کے کمرے میں چلیں ——— سیکورٹی ڈائریکٹر وہاں موجود ہیں" ——— گارڈوں نے کہا۔

"اوہ سیکورٹی ڈائریکٹر ——— مگر کیوں" ——— ؟ عمران نے بے ساختہ چونکنے کی خوبصورت اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"جلدی چلیں" ——— گارڈ نے کچھ بتانے کی بجائے تیز لہجے میں کہا اور

جھٹک کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

[عم]ران مس[کراتا ہوا] چند ہی لمحوں میں وہ گارڈوں کے آگے آگے چلتا ہوا مارک نوکم کے [کم]رے میں پہنچ گیا۔

کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔

عمران نے ریڈ آرمی کے کرنل ہیمرنج اور جی۔ پی۔ فائیو کے کرنل ڈیوڈ کو بھی وہاں موجود پایا۔ ان دونوں کے علاوہ چار پانچ دوسرے افراد بھی وہاں موجود تھے۔ اور عمران سمجھ گیا کہ یہ سپیشل گھر کے آفیسر ہوں گے۔ کرسی پر مارک نوکم کی لاش ابھی تک موجود تھی۔

"مسٹر راجر! ——— آج مارک نوکم کی مصروفیات کیا تھیں" ——— ؟ ایک شخص نے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مصروفیات! ——— مگر باس کو کیا ہوا" ——— ؟ عمران نے حیرت زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ مر چکا ہے ——— اس کا گلا گھونٹ کر اسے ختم کیا گیا ہے" ——— اسی شخص نے جواب دیا۔

"اوہ مگر ———" راجر نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ ——— اور سنو! ——— یہ سپیشل گھر کی لقا کا مسئلہ ہے اس لئے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے" ——— اسی شخص نے سخت لہجے میں کہا۔

"جناب! ——— مجھے بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ حسب معمول میں نے باس کے ساتھ پورے شعبے کا راؤنڈ لگایا اور پھر باس کو دفتر چھوڑ کر میں اپنے دفتر چلا گیا ——— اور اب آپ کے بلانے پر یہاں آیا ہوں"۔

۱۳۲

عمران نے جواب دیا۔

"کیا مارک فوکم نے کسی مشین کو چھیڑا تھا" ــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا ــ یہ پہلے کھلتے ہی نہیں" ــــ راجر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب! ــــ وہ بس چند لمحوں کے لئے ہر مشین کے پاس رکتے یہی تو پوائنٹ ہے ــــ مجرم اس وقت بھی بجلی گھر میں موجود ہے۔

اور کارکردگی کو نظروں ہی نظروں میں چیک کر کے آگے بڑھ جاتے تھے پھر ہم اُسے پکڑ ہی لیں گے ــــ ہم پورے بجلی گھر کی تلاشی لیں گے

انہوں نے کسی مشین کو انگلی تک نہیں لگائی" ــــ عمران نے جواب دیا ایک آدمی کا چہرہ چیک کریں گے ــــ مگر سوال یہ ہے کہ آخر مجرم

ہوئے کہا۔ فوکم کے روپ میں یہاں کیا کرنے آیا تھا ــــ؟ اور مارک فوکم کے

"کیا وہ روزانہ ایسا ہی کرتے تھے" ــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے دوسرا سوال یہاں آنے سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس شعبے میں کوئی گڑبڑ

کرتے ہوئے کہا۔ چاہتا تھا" ــــ اسی شخص نے کہا۔

"جی ہاں ــــ روزانہ" ــــ عمران نے جواب دیا۔ "جناب! ــــ میرے سامنے تو کچھ نہیں ہوا ــــ آپ شعبے میں دیکھ

"جہاں تک میرا خیال ہے ــــ مجرم اب بھی بجلی گھر میں موجود ہے اور لیں۔ ہو سکتا ہے بعد میں دوبارہ وہاں گیا ہو" ــــ عمران نے کہا۔

یہ لاش اس مجرم کی نہیں ہے" ــــ کرنل ہیرنخ نے پہلی بار زبان کھولی وہ ہم معلوم کر چکے ہیں ــــ مجرم وہاں دوبارہ نہیں گیا ــــ اسی شخص

"مجرم ــــ!" عمران نے یوں چونک کر کہا جیسے اُسے یہ بات سُن کر نے کہا۔

کر حیرانی ہوئی ہو۔ "پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں" ــــ عمران نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر راجر! ــــ تم اس شعبے کے اسسٹنٹ ہو ــــ اس لئے بہتر ہے میرا خیال ہے ــــ ہمیں پوری توجہ مجرم کو پکڑنے میں صرف کرنی چاہیئے

کہ تم پوری بات سُن لو ــــ آج مارک فوکم کی جگہ ان کے میک اپ میں اگر وہ ہاتھ آ گیا تو پھر اس سے اصل حقیقت اگلوائی جا سکتی ہے۔"

کوئی مجرم یہاں آیا ــــ اور جب ہمیں ان کے نقلی ہونے کی اطلاع ملی ڈیوڈ نے کہا۔

تو ہم یہاں آ گئے۔ مگر یہاں یہ مُردہ پائے گئے ــــ اب ظاہر ہے کہ انہوں میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس لاش کا میک اپ صاف کرنا چاہیئے

نے اپنے آپ تو اپنا گلا نہیں دبایا" ــــ اُسی شخص نے جس نے پہلے میرا خیال ہے کہ اس کا اصل چہرہ سامنے آتے ہی ہم مجرم کو پکڑ لیں گے کیونکہ

راجر سے سوال کیا تھا تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے مجرم نے اس کے اصل چہرے پر مارک فوکم کا میک اپ کر کے خود

"ہاں! ــــ یہ بات تو درست ہے ــــ مگر مجرم کہاں گیا۔ بجلی گھر مارک فوکم کا روپ دھارا ہو گا" ــــ کرنل ہیرنخ نے کہا اور سب اُسے تحسین آمیز

سے باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ باہر جانے والے دروازے نظروں سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ یہ واقعی نادر پوائنٹ تھا۔

اور پھر سیکورٹی ڈائریکٹر نے گارڈ کو ایمونیا لے آنے کے لئے کہا اور

عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کیونکہ اُسے علم تھا کہ جو سپیشل میک اپ
اس نے اپنے اور راجر کے چہرے پر کیا ہے اس کا توڑ ان میں سے کسی کے
بس کا بھی نہیں۔
عمران نے یہ سب کچھ سوچ کر ہی قدم اٹھایا تھا۔ اگر میک اپ آنی سے
سے اتر جاتا تو یقیناً اس سے بڑا احمق کوئی نہ ہوتا۔ کیونکہ میک اپ صاف
ہوتے ہی راجر کا چہرہ سامنے آ جاتا اور پھر اس کی گرفتاری تو ظاہر ہی تھی۔
چنانچہ وہی ہوا۔ سیکورٹی ڈائریکٹر کی زبردست کوششوں کے باوجود
راجر کے چہرے سے مارک فوکم کا میک اپ صاف نہ ہوا۔
"کمال ہے ــــ یہ کس قسم کا میک اپ ہے" ــــ ؟ کرنل ہیمرخ
نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے کہ ہم اسے ہیڈکوارٹر لے جائیں ــــ وہاں کے ماہرین
ہی اس خاص قسم کے میک اپ کو دور کر سکیں گے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے
جواب دیا۔
"مگر جناب! ــــ چھٹی ہونے کا وقت قریب ہے ــــ اور ہم
پورے بجلی گھر کے ملازمین کو زیادہ دیر تک نہیں روک سکتے" ــــ سیکورٹی
ڈائریکٹر نے کہا۔
"کتنا وقت رہتا ہے" ــــ ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔
"صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے ــــ اس کے بعد دوسری شفٹ کام
کرنے آ جائے گی" ــــ سیکورٹی ڈائریکٹر نے جواب دیا۔
"میرا خیال ہے کرنل ڈیوڈ! ــــ آپ اس لاش کو لے جائیں۔ میں
گیٹوں پر میک اپ صاف کرنے کا فرض ادا کرتا ہوں" ــــ کرنل ہیمرخ
نے کہا۔
"مگر کرنل ہیمرخ! ــــ جب اس لاش کا میک اپ صاف نہیں ہو
رہا تو پھر آخر مجرم کا میک اپ کیسے یہاں صاف ہو سکے گا" ــــ ؟
کرنل ڈیوڈ نے کہا۔
"ہاں! ــــ یہ بات تو ہے" ــــ کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔
"میرا خیال ہے کہ مجرم اتنی جلدی اس شعبے سے باہر نہیں جا سکے گا۔
اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس شعبے کے ہر فرد کو روک لیا جائے" ــــ کرنل
ڈیوڈ نے کہا۔
"سارے شعبے کو روکنے کی بجائے کیوں نہ ہم صرف ان افراد کو روک لیں
جن کا قد و قامت مارک فوکم سے ملتا جلتا ہو" ــــ سیکورٹی ڈائریکٹر نے
تجویز پیش کی۔
"اوہ! ــــ ویری گڈ ــــ یہ ٹھیک رہے گا ــــ اس طرح کام آسان
ہو جائے گا" ــــ کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے ــــ مسٹر راجر! ــــ تم ایسا کرو کہ مارک فوکم کے قد و قامت
سے ملتے جلتے سب لوگوں کو کرشن ہال میں جمع ہونے کا حکم دے دو۔
اور دیکھو ــــ کوئی ایسا شخص نہ رہ جائے جو اس سے ملتا جلتا ہو"
سیکورٹی ڈائریکٹر نے راجر سے مخاطب ہو کر کہا۔
"بہتر جناب! ــــ اور اگر آپ کہیں تو میں خصوصی طور پر شعبے کی تمام
مشینوں کو چیک کر لوں تاکہ اگر مجرم نے کوئی گڑبڑ کی ہو تو پتہ چل
جائے" ــــ عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔
"ہاں! ــــ یہ ٹھیک ہے ــــ مگر تمام کام انتہائی ہوشیاری سے

ہونا چاہیئے "۔۔۔۔۔۔ سیکورٹی ڈائریکٹر نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس نے بڑی فرض شناسی کا مظاہرہ کیا اور چیف فورمین کے ساتھ مل کر تمام مشینوں کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ مگر ظاہر ہے مشینوں کو باہر سے دیکھ کر کوئی گڑبڑ چیک نہ کی جاسکتی تھی اور اتنی پیچیدہ مشینری کا کھولنا ناممکن تھا اس لیے تھوڑی دیر بعد اس نے او کے رپورٹ سیکورٹی ڈائریکٹر کو پہنچا دی اور پھر پورے شعبے میں سے دس افراد کو اس نے کرش ہال میں اکٹھا کیا۔ اُسے انسانی فطرت کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ سامنے کی چیز کو انسان ہمیشہ نظر انداز کر دیتا ہے۔ ۔۔۔۔۔۔ اُسے یقین تھا کہ سیکورٹی ڈائریکٹر اس کی ذات کو نظر انداز کر دے گا۔ اور باقی لوگوں کو چیک کریگا اُسے یہ خیال ہرگز نہ آئے گا کہ خود راجر کا قد و قامت بھی مارک نوکم سے ملتا جلتا ہے۔

چنانچہ وہی ہوا۔ ان دس افراد کو تفصیلی طور پر چیک کیا گیا مگر نتیجہ صفر تھا۔

کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرج راجر کی لاش لے کر جا چکے تھے اور پھر آدھے گھنٹے بعد وہاں سے مایوس کن رپورٹ مل گئی۔ جی۔ پی۔ فائیو کے ماہرین بھی اس میک اپ کو صاف نہ کر سکے تھے۔ اور وہ کر بھی نہ سکتے تھے کیونکہ یہ عمران کا اپنا تیار کردہ میک اپ تھا اور عمران نے اس میک اپ کے فارمولے کو بھی انسانی نفسیات کو سامنے رکھ کر ہی بنایا تھا۔

یہ میک اپ صرف سادہ پانی سے صاف کیا جاسکتا تھا جبکہ اُسے معلوم تھا کہ ماہرین دنیا بھر کے کیمیکلز تو اسے صاف کرنے کے لئے آزمائیں

سادہ پانی سے صاف کرنے کا کسی کو خیال تک نہ آئے گا۔

رنل ڈیوڈ کے حکم پر پوری شفٹ میں سے مارک نوکم کے قد و قامت سے لتے افراد کو روک کر مختلف گاڑیوں میں جی۔ پی۔ فائیو ہیڈ کوارٹر بھجوا دیا ان کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ تھی اور وہ اس قسم کے اقدامات پر ت حیران تھے مگر چونکہ حکم جی۔ پی۔ فائیو کا تھا اس لیئے وہ سب رش تھے۔

ان افراد کے جانے کے بعد باقی شفٹ کو جانے کی اجازت دے گئی اور اس طرح عمران کو بھی چھٹی مل گئی اور وہ راجر کے میک اپ میں ے اطمینان سے بجلی گھر سے باہر آگیا۔ جہاں اس کی مخصوص کار اور ڈرائیور کا منتظر تھا۔ گو عمران اُسے نہ پہچانتا تھا مگر کار کی نمبر پلیٹ پر اس کا برہ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے کار میں بیٹھ گیا۔ اور ڈرائیور نے ی آگے بڑھا دی۔

"مین مارکیٹ میں مجھے چھوڑ کر تم کوٹھی چلے جانا ۔۔۔۔۔ میں نے ایک ٹس سے ملنا ہے" ۔۔۔۔۔۔ عمران نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے رہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران مین مارکیٹ میں کار سے اترا اور جب ڈرائیور گاڑی کر چلا گیا تو وہ ایک ریسٹورنٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ریسٹورنٹ کے برآمدے میں بنا ہوئے ٹوائلٹ میں گھس کر اس نے بڑے اطمینان سے پانی سے چہرے بالوں کا رنگ صاف کیا اور پھر تولیئے سے منہ پونچھ کر وہ باہر نکلا اور پھر ایک ریڈی میڈ ملبوسات کے سٹور میں گھس گیا۔ وہاں اس نے ایک عام سا سوٹ خریدا۔ اور پھر وہ اس سٹور کے ٹرائی روم میں داخل ہو گیا۔ راجر کے کوٹ

میں موجود رقم اس کے کام آرہی تھی۔

ڈرائی روم میں یونیفارم بدل کر اس نے وہ سوٹ پہنا اور پھر اس یونیفارم کو لفافے میں ڈال کر وہ سٹور سے باہر آگیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے لفافہ ایک بہت بڑے کوڑے کے ڈرم میں اچھال دیا۔

چند لمحوں بعد وہ اطمینان سے ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر اپنے اڈے کی طرف جا رہا تھا۔

عمران کو معلوم تھا کہ اب ایٹمی بجلی گھر کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اڈے میں وائرلیس آپریشن مشین موجود تھی جہاں سے وہ بڑے اطمینان سے بجلی گھر کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک سکتا ہے۔

الوناقہ عمران کو یعقوب کالونی نمبر مارک نوکر کی کوٹھی کے قریب چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اس وقت وہ میک اپ میں تھا اور جس کار میں سوار تھا وہ کسی پروفیسر لیکی کے نام سے رجسٹر تھی۔ الوناقہ چونکہ گوریلا گروپ کا انچارج تھا اس لیے حفظ ماتقدم کے طور پر اس نے کئی اڈے بنا رکھے تھے اور پروفیسر لیکی بھی اس کی اپنی ذات ہی کا دوسرا نام تھا۔ پروفیسر لیکی کی کوٹھی میں اس کے ملازم موجود تھے۔ الوناقہ کبھی کبھی اس میک اپ میں چند دن گزارتا۔ ملازموں کو یہی معلوم تھا کہ پروفیسر لیکی جڑی بوٹیوں کا ماہر ہے اور نادر و نایاب جڑی بوٹیوں کی تلاش میں اکثر گھر سے باہر رہتا ہے۔ کار بھی پروفیسر لیکی کے نام رجسٹر تھی اس لیے وہ پروفیسر لیکی کی شخصیت دھار کر مطمئن ہو چکا تھا۔ وہ اس جگہ کا پتہ چلا چکا تھا جہاں ایٹمی لیبارٹری کے لیے غذا کی پیٹیاں تیار کی جاتی تھیں اور پائلٹ کا پتہ بھی اس نے نکال لیا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کیپٹن شکیل پائلٹ کے قدوقامت پر بالکل فٹ بیٹھتا تھا اس لیے اس نے کیپٹن شکیل کو اپنی کوٹھی پر بلا لیا تھا تاکہ عمران کو چھوڑنے کے بعد وہ کیپٹن شکیل کے ساتھ اس پائلٹ کے فلیٹ میں پہنچ جائے پائلٹ کنوارا تھا اور اکیلا فلیٹ میں رہتا تھا۔

کوٹھی میں پہنچ کر جب وہ کار سے اترا تو ملازم نے اسے کیپٹن شکیل کی آمد کے متعلق بتایا۔ ابوناف سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔ جہاں کیپٹن شکیل ایک صوفے پر بیٹھا ایک رسالے کے مطالعے میں مصروف تھا۔

" آؤ کیپٹن چلیں ——— کیا تم پوری طرح تیار ہو کر آئے ہو" ابوناف نے کہا۔

" ہاں " ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ صوفے کے ساتھ پڑا ہوا ہینڈ بیگ اس نے اٹھا لیا۔ اور پھر ابوناف کے پیچھے چلتا ہوا وہ کار میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار پائمٹ کی رہائش گاہ کی طرف اڑی چلی جارہی تھی۔ ابوناف کی معلومات کے مطابق اس وقت پائمٹ اپنے فلیٹ میں بیٹھا ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد ابوناف نے کار ایک ہوٹل کی پارکنگ میں روکی اور پھر دونوں اس میں سے اتر کر تیزی سے اس عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جس کی دوسری منزل پر پائمٹ کا فلیٹ تھا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ فلیٹ کے دروازے پر پہنچے تو راہداری خالی پڑی تھی۔

ابوناف نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ابوناف اور کیپٹن شکیل پائمٹ کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے

"کک ——— کیا" ——— پائمٹ نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی۔پی۔فائیو" ——— ابوناف نے سخت لہجے میں کہا اور پائمٹ خاموش ہوگیا۔ کیونکہ جی۔پی۔فائیو کا نام ہی سب کے لئے ہوّا تھا۔

"ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس کون آنے والا ہے" ——— ابوناف نے سخت لہجے میں پوچھا۔

" میرے پاس ——— میرے پاس تو کسی نے نہیں آنا ——— میں یہاں اکیلا رہتا ہوں ——— حال ہی میں مجھے سپیشل ڈیوٹی پر بلوایا گیا ہے" پائمٹ نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" سنو مسٹر کیگن ——— ہمیں معلوم ہے کہ تم ہیلی کاپٹر پر غذا کی پیٹیاں کرکری زسری پر پھینکتے ہو ——— یہی تمہاری سپیشل ڈیوٹی ہے۔ ٹھیک ہے" ابوناف نے کہا۔

" ہاں ٹھیک ہے ——— مگر "..... پائمٹ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

" ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارا تعلق کسی گوریلا گروپ سے ہے ——— ہم یہی بات چیک کرنے کے لئے آئے ہیں ——— اور تم جانتے ہو کہ اس وقت تمہاری زندگی اور موت کا انحصار ہماری رپورٹ پر ہے" ——— ابوناف نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

" بالکل غلط ہے ——— میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے ——— میرا ریکارڈ بالکل صاف ہے" ——— پائمٹ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" تم اپنے تمام معمولات تفصیل سے بتاؤ ——— ہم یہ اندازہ کریں گے کہ تمہارا اگر کسی سے رابطہ ہے تو وہ کہاں تم سے ملتا ہے ——— ظاہر ہے اس فلیٹ میں وہ نہیں آتا ——— کیونکہ اس فلیٹ کی باقاعدہ نگرانی ہوتی ہے اور تمہارا ٹیلیفون بھی ٹیپ کیا جاتا ہے" ——— ابوناف نے کہا۔

" اوہ ——— مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایسا ہوتا ہے ——— بہرحال جیسا کہ تمہیں معلوم ہوگا کہ میں غذا کی ایک کیپ صبح دس بجے پھینکتا ہوں اور

دوسری کھیپ شام سات بجے ـــــ اس کے بعد میں اسی فلیٹ پر رہتا ہوں۔ کہیں نہیں جاتا ـــــ دونوں اوقات میں سرکاری کار مجھے لینے آتی ہے اور میں ہوائی اڈے سے ہیلی کاپٹر لے کر سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے لان میں جاتا ہوں جہاں سے غذا کی پانچ پیٹیاں جال میں باندھ کر لاتا ہوں اور پھر انہیں نرسری پر پھینک کر واپس ہوائی اڈے پر پہنچ جاتا ہوں ـــــ وہاں سے سرکاری کار مجھے فلیٹ پر چھوڑ جاتی ہے اور بس"۔ پائلٹ کگن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس دوران کوڈ کیا استعمال ہوتا ہے" ـــــ ابونافہ نے پوچھا۔

"کوڈ ـــ کیسا کوڈ ـــ کوئی کوڈ نہیں ہے" ـــ پائلٹ نے چونک کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ ہم مطمئن ہیں" ـــــ ابونافہ نے کہا اور پائلٹ کا تنا ہوا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ مگر دوسرے لمحے ابونافہ کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ریوالور چمک رہا تھا

پھر اس سے پہلے کہ پائلٹ سنبھلتا ـــــ ریوالور سے ایک شعلہ سا لپکا اور گولی ٹھیک پائلٹ کے دل میں پیوست ہو گئی ـــ کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے گرتے ہوئے پائلٹ کو سنبھالا اور اسے گھسیٹ کر غسل خانے میں لے گیا۔ پائلٹ ختم ہو چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے بیگ کھولا اور اس میں سے میک اپ کا سامان نکال لیا۔ جب کہ ابونافہ فلیٹ سے باہر آگیا تاکہ اگر کوئی آ بھی جائے تو اسے روک سکے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد کیپٹن شکیل جب باہر نکلا تو وہ مکمل طور پر پائلٹ کے

روپ میں تھا۔ ابونافہ کے چہرے پر تحسین کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"کیسا رہا" ـــــ کیپٹن شکیل نے پائلٹ کے لہجے میں کہا۔

"بالکل ٹھیک! ـــ لہجہ بھی پائلٹ جیسا ہے ـــ واقعی تم لوگ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو" ـــــ ابونافہ نے تحسین آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم بھی بے حد ذہین ہو ابونافہ! ـــــ جس طرح تم نے پائلٹ سے تمام تفصیلات اگلوائی ہیں ـــ وہ قابل داد ہیں" ـــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور ابونافہ خوش ہو گیا۔

"آؤ اب اسے ٹھکانے لگا لیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا اور ابونافہ نے سر ہلا دیا اور وہ دونوں غسل خانے میں گھس گئے۔

کیپٹن شکیل نے بیگ کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی مگر انتہائی تیز کلہاڑی اور دو تیز دھار چھریاں نکال لیں۔ ادھر ایک چھری کیپٹن شکیل اور دوسری ابونافہ نے سنبھالی اور پائلٹ کی لاش کی بوٹیاں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ کسی ماہر قصاب کی طرح لاش کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کرنے میں مصروف تھے۔ ہڈیاں انہوں نے کلہاڑی سے توڑ ڈالیں اور پھر آدھے گھنٹے بعد غسل خانے کے فرش پر انسانی بوٹیوں کا ایک ڈھیر موجود تھا۔

کیپٹن شکیل نے اٹھ کر غسل خانے میں موجود گٹر کا ڈھکن ہٹایا اور پھر بوٹیاں گھسیٹ گھسیٹ کر اس نے گٹر میں ڈالنی شروع کر دیں۔ آہستہ آہستہ ڈھیر چھوٹا ہوتا چلا گیا اور پھر ایک وقت آیا کہ غسل خانے کے فرش پر صرف خون ہی خون تھا۔ بوٹیاں یا دوسرے لفظوں میں پائلٹ غائب ہو چکا تھا کیپٹن شکیل نے پانی کا ڈبہ اٹھایا اور پھر فرش دھونا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد فرش بالکل صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد کیپٹن شکیل نے گٹر میں کافی پانی بہایا اور پھر گٹر کا ڈھکن دوبارہ اس کے منہ پر جما دیا۔

اب غسل خانہ آئینے کی طرح صاف ہو چکا تھا۔

"اچھا اب مجھے اجازت! ——— میں نے سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں بھی کام کرنا ہے" ——— البوناذ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— سب کام مکمل ہونے پر تم مجھے فون کرو گے ——— اور سوری رانگ نمبر کہنے کی بجائے پلیز رانگ نمبر کہہ دینا ——— میں سمجھ جاؤں گا"۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا ——— باقی تفصیلات تو تمہیں معلوم ہی ہیں" ——— البوناذ نے کہا۔

"ہاں ہاں ——— باقی مجھے معلوم ہے ——— تم فکر نہ کرو" ——— کیپٹن شکیل نے کہا

اور پھر البوناذ کیپٹن شکیل کا بیگ اٹھا کر فلیٹ کے دروازے سے باہر نکل گیا اور کیپٹن شکیل بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر ٹی۔ وی دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ مجرم ابھی کوئی گڑبڑ نہ کر سکا تھا ——— اور صرف اس نے نکل جانے میں ہی عافیت سمجھی ——— ورنہ اب تک بجلی گھر میں ہونے والی کسی نہ کسی گڑبڑ کا علم ہو جاتا" ——— کرنل ڈیوڈ نے تھکن سے بھرپور لہجے میں کرنل ہیرخ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! ——— معلوم ایسا ہی ہوتا ہے ——— مگر میں حیران ہوں کہ آخر یہ میک اپ کس قسم کا ہے کہ کسی صورت صاف ہی ہونے میں نہیں آ رہا"۔ کرنل ہیرخ نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل ڈیوڈ کچھ کہتا، اچانک ایک آدمی تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"جناب! ——— لاش کا میک اپ صاف ہو گیا ہے" ——— اس نے جوشیلے اور ہیجانی لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ——— ؟ میک اپ صاف ہو گیا ——— مگر کیسے" ——— وہ

دونوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوتے۔

"بس جناب! ـــــ اتفاق ہی ایسا ہو گیا ـــــ سادہ پانی کے چھینٹے جیسے ہی لاش کے چہرے پر پڑے، میک اَپ صاف ہونے لگا ـــــ اور پھر پتہ چلا کر یہ میک اَپ تو سادے پانی سے صاف ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہم کیمیکلز کے پیچھے پڑے رہے" ـــــ آنے والے نے جواب دیا۔

"اوہ ویری بیڈ! ـــــ اگر ہمیں اسی وقت پتہ چل جاتا تو ہم مجرم کو آسانی سے پکڑ لیتے" ـــــ کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے بھاگتے ہوئے کمرے سے نکل کر آپریشن روم کی طرف بھاگنے لگے۔

آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی جیسے ہی ان کی نظریں سامنے پڑی لاش کے چہرے پر پڑیں وہ یوں ٹھٹھک کر رک گئے جیسے ان کے جسموں سے روح پرواز کر گئی ہو۔

آپریشن روم کی ٹیبل پہ مارک فوکم کے اسسٹنٹ راجر کی لاش ان کی کارکردگی اور ذہانت کا منہ چڑا رہی تھی۔ اور ان کے ذہنوں میں وہ منظر گھوم گیا جب راجر مشینوں کو چیک کر رہا تھا۔ اور مارک فوکم کے قد و قامت والے افراد کو اکٹھا کر رہا تھا۔

"اُف! ـــــ کتنا بڑا ڈاج دیا ہے مجرم نے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ واقعی مجرم خطرناک حد تک ذہین ہے ـــــ بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے ـــــ وہ تو نکل گیا اور ہم جھک مارتے رہ گئے" ـــــ کرنل ہیمرخ نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کاش! یہ میک اَپ وہیں صاف ہو جاتا تو ـــــ" کرنل ڈیوڈ نے

حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے کرنل! ـــــ وہ البوناقہ والا کام تو ہم بھول ہی گئے ـــــ یہاں نے ہی اس بھول بھلیوں کے چکر میں پڑ گئے ـــــ کہاں ہے البوناقہ کی قمیض"؟ ل ہیمرخ نے اچانک یاد آنے پر کہا۔

"اوہ! ـــــ واقعی ہمارے دماغ اور اعصاب جواب دے گئے ہیں" ـــــ رنل ڈیوڈ نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ مڑ کر تیزی سے آپریشن روم سے نکلا اور پھر بھاگتا ہوا بلیو روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیو روم کے دروازے پہ پہنچ کر اسے خیال آیا کہ اب تک قمیض وہاں پڑی تو نہیں ہو گی ـــــ وہ اگر ہو گی تو کسی سٹور میں ہو گی۔ چنانچہ وہ بھاگتے بھاگتے رکا اور پھر واپس آنے لگا۔

"کیا ہوا" ـــــ؟ کرنل ہیمرخ جو اس کی پیروی کر رہا تھا، رکتے ہوئے پوچھا۔

"بیسمنٹ ساتھ آؤ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے انٹرکام پہ البوناقہ کی قمیض ڈھونڈ کر لے آنے کا حکم دیا۔

"اب قمیض کے بعد پروگرام کیا بنے گا" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"میں اپنی ریڈ آرمی اور تم اپنے دس مسلح آدمیوں کو ساتھ لے کر چلو ـــــ ہمیں کتے کے ساتھ ساتھ چلنا پڑے گا ـــــ کیونکہ ہم اب کسی قسم کا رسک نہیں اٹھا سکتے" ـــــ کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ ایک ٹرینر کتے کو لے کر چلے گا ـــــ جبکہ ہم کارڈن اس کی نگرانی کریں گے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے

ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ کرنل ہیرزخ کوئی جواب دیتا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی ایک دھاری دار قمیض اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں قمیض ان کے سامنے میز پر رکھ دی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی قمیض ہے جو الوناف نے پہن رکھی تھی؟" کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"یس سر ——— وہی قمیض ہے ——— اس کے ساتھ لگی ہوئی چٹ پر پوری تفصیل موجود ہے" ——— قمیض لے آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے! ——— تم جا سکتے ہو" ——— کرنل ڈیوڈ نے قمیض اٹھا کر اس پر لگی ہوئی چٹ پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا اور قمیض لے آنے والا سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے چٹ پر لکھی ہوئی تمام تفصیل پڑھی اور پھر قمیض کرنل ہیرزخ کی طرف کھسکاتے ہوئے اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔ نمبر گھماتے ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو نمبر الیون! ——— اس وقت ہمارے پاس سب سے تیز اور ہوشیار جاسوس کتا کون سا ہے" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"سر! ——— بوبی نام کا کتا بے حد ہوشیار اور تیز ہے" ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ٹھیک ہے ——— اُسے ٹرینر کے ساتھ میرے پاس بھیج دو۔ جلدی" کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"میرا خیال ہے کہ میں ریڈ آرمی کے کارکنوں کو طلب کر لوں ——— تاکہ ہم از جلد اس کام کی طرف توجہ کر سکیں" ——— کرنل ہیرزخ نے کہا اور اس ٹیلیفون اپنی طرف کھسکا لیا۔

کرنل ڈیوڈ نے سر ہلاتے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا دیا اور دس مسلح افراد دتین کاروں کو تیار رہنے کا حکم دینے میں مصروف ہو گیا۔

کرنل ہیرزخ نے بھی تین کاروں اور ریڈ آرمی کے کارکنوں کو ہیڈ کوارٹر ہی طلب کر لیا۔

"میرا خیال ہے کہ کام خاصا طویل ثابت ہو گا ——— اس وقت سنبانے بزانہ کہاں ہو" ——— کرنل ہیرزخ نے کہا۔

"ہاں دیکھو! ——— بہر حال اب ہمارے پاس یہی کلیو باقی رہ جاتا ہے" ——— ل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ہاتھ میں ایک بڑے سے کتے لا زنجیر سنبھالے کمرے میں داخل ہوا۔ نوجوان نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے زبانہ انداز میں جھک کر سلام کیا۔

"تمہارا نام ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"راسکو جناب" ——— نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھو راسکو! ——— انتہائی اہم اور انتہائی خطرناک مجرم کو تلاش کرنا ہے۔ ہمارے پاس اس مجرم کی قمیض موجود ہے ——— کیا بوبی یہ کام کرے گا" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"بوبی پاتال میں سے بھی مجرم کو کھینچ لینے کا ماہر ہے ——— آپ بے فکر

"رہیں جناب" ۔۔۔ راسکو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اگر تمہارے کتے نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تو تمہیں نقد انعام کے ساتھ ساتھ گریڈ میں بھی ترقی دی جائے گی" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"تھینک یو سر ۔۔۔ آپ قطعاً بے فکر رہیں" ۔۔۔ راسکو نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ مجرم کی قمیض ہے ۔۔۔ ہم جیپ کاروں میں تمہاری نگرانی کریں گے تمہیں خود بھی بے حد ہوشیار اور محتاط رہنا ہو گا" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب" ۔۔۔ راسکو نے آگے بڑھ کر ابوناف کی قمیض لیتے ہوئے کہا۔

"اب تم پورچ میں پہنچ جاؤ ۔۔۔ ہم وہیں پہنچ رہے ہیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور راسکو قمیض اٹھائے کتے کو گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران جب اپنے اڈے پر پہنچا تو ابوناف وہاں موجود تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی ابوناف اور عمران کے ساتھی اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

"کیا رہا پرنس" ۔۔۔؟ ابوناف نے بے چین نظروں سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"کیا بجلی گھر تباہ ہو گیا" ۔۔۔؟ ابوناف نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بھئی! ۔۔۔ ابھی تو فیوز اڑا ہے ۔۔۔ تباہی تو بعد میں ہو گی۔ کیپٹن شکیل کہاں ہے" ۔۔۔؟ عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ پائلٹ کا میک اپ کر چکا ہے ۔۔۔ اور مشن کی تکمیل کے لئے اشارے کا منتظر ہے" ۔۔۔ ابوناف نے جواب دیا۔

"ہوں! ۔۔۔ خدا کی پیٹیوں کے بارے میں کیا پیش رفت ہوئی" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔

"میرے آدمی سنٹرل فوڈ ڈپارٹمنٹ میں متعلقہ آدمیوں کی جگہ سنبھال چکے ہیں ۔۔۔ میں ابھی وہیں سے واپس آرہا ہوں" ۔۔۔ ابوناف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ۔۔۔ کھیپ کس وقت جائے گی" ۔۔۔؟ عمران نے تحسین آمیز نظروں سے ابوناف کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھیپ شام کو سات بجے جاتی ہے ۔۔۔ ابھی چار گھنٹے باقی ہیں ۔۔۔ میرے پروگرام کے مطابق آپ لوگ ساڑھے چھ بجے سنٹرل فوڈ ڈپارٹمنٹ میں پہنچ جائیں ۔۔۔ تاکہ سات بجے والی کھیپ میں غذا کی بجائے آپ کو بھیجا جاسکے" ۔۔۔ ابوناف نے جواب دیا۔

"پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے کی کیا پوزیشن ہے" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔

"اس کے متعلق تو ابھی تک کوئی پلان نہیں بنایا گیا ۔۔۔ جیسے آپ کہیں" ابوناف نے جواب دیا۔

"ہاں! ۔۔۔ اس کے متعلق پلاننگ کرنی ہوگی ۔۔۔ لیبارٹری کی تباہی کے بعد ہمارا مشن ختم ہو جائے گا ۔۔۔ اور پھر ہمیں اس ملک سے نکلنا بھی ہے ۔۔۔ اس سلسلے میں میرا خیال ہے کہ اگر ہم کوئی تیز رفتار جنگی جیٹ جہاز حاصل کرلیں تو جلد از جلد اسرائیل سے نکل سکتے ہیں" ۔۔۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب! ۔۔۔ جیسے ہی یہ علم ہو گیا کہ ہم اس جہاز میں ہیں اسرائیلی فضائیہ حرکت میں آجائے گی اور پھر ہمارا نکل جانا ناممکن ہو جائے گا ۔۔۔ ابوناف نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"بھئی اسی لئے تو تمہیں پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں ۔۔۔ تمہارا مشن یہ ہوگا کہ تم صدر کو اغوا کرلو ۔۔۔ ہم صدر کو یرغمال کے طور پر اپنے ہمراہ لے جائیں گے ۔۔۔ اس طرح فضائیہ بے بس ہو جائے گی" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ویری گڈ آئیڈیا ۔۔۔ شاندار ۔۔۔ صدر کی جہاز میں موجودگی سے فضائیہ بے بس ہو جائے گی اور ہم بڑی آسانی سے قریبی ملک میں پہنچ جائیں گے" ۔۔۔ ابوناف نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ابوناف! ۔۔۔ اسرائیل کے پاس کتنے فلسطینی گوریلے قید ہیں" ۔۔۔؟ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"چالیس کے قریب اہم آدمی ہیں" ۔۔۔ ابوناف نے حیران ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں! ۔۔۔ کیا آپ جیل پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں" ۔۔۔؟ ابوناف نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! ۔۔۔ بھلا ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے ۔۔۔ ہم صدر کی رہائی کے بدلے میں اپنے چالیس آدمی طلب کرلیں گے اور اسرائیل کو ہمارا یہ مطالبہ ماننا ہی پڑے گا" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ہاں واقعی! ۔۔۔ مگر میرا خیال ہے کہ اگر ہم صدر کو ہلاک کر دیں تو بین الاقوامی طور پر اسرائیل پر ہماری برتری قائم ہو جائے گی" ۔۔۔ ابوناف نے کہا۔

"نہیں ابوناف! ۔۔۔ اس طرح بہت سی بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو

جائیں گی اور ہم اس سے کوئی حقیقی مفاد بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ اسرائیل والے کسی اور کو صدر بنا دیں گے ——— یہاں آدمیوں کی کیا کمی ہے۔ الٹا صدر کے بدلے میں اگر ہم چالیس تربیت یافتہ افراد کو رہا کرالیں تو یہ ہمارے حق میں بے حد فائدہ مند ہوگا ——— یہی چالیس آدمی بعد میں اسرائیل کو زبردست زک پہنچا سکتے ہیں" ——— عمران نے جواب دیا۔

"آپ کی بات درست ہے" ——— ابو نافہ نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تو اب پروگرام اچھی طرح سمجھ لو ——— کیپٹن شکیل اس بار ہمارے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر وہیں اتار دیگا ——— وہ ہیلی کاپٹر میں خرابی کا بہانہ بنا سکتا ہے ——— مشن میں کامیابی کے بعد ہم اسی ہیلی کاپٹر میں ہوائی اڈے پہنچ جائیں گے ——— ادھر جس وقت ہیلی کاپٹر وہاں لے کر لیبارٹری کی طرف جاتے ——— تم نے اپنے ساتھیوں سمیت پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر دینا ہے ——— اور اسی وقت میں اٹامک بجلی گھر کو بھی اڑا دونگا اس سے یہ فائدہ ہو جائے گا کہ جی۔ پی۔ فائیو اور ریڈ آرمی ان دو ٹارگٹس پر مصروف ہو جائے گی ——— تم نے پریذیڈنٹ ہاؤس پر خاصی دیر حملہ جاری رکھنا ہے ——— البتہ پریذیڈنٹ کو پہلے ہی ہلے میں یرغمال بنا لینا ہے۔ پھر تم پریذیڈنٹ کو ہمراہ لے کر ہوائی اڈے پہنچ جانا اور وہاں ایک جیٹ جہاز پر قبضہ کر لینا ——— ہم ہیلی کاپٹر پر وہیں پہنچ جائیں گے ——— اور پھر ہم تمہارے ساتھ جیٹ میں آجائیں گے اور اسی جیٹ جہاز کے ساتھ ہم اسرائیل سے باہر نکل جائیں گے" ——— عمران نے پروگرام کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ! ——— یہ کام ہو جائے گا" ——— ابو نافہ نے سر

ہلاتے ہوئے کہا۔

"او۔کے ! ——— سامان پہنچ گیا ہے" ——— عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ! ——— آپ کا مطلوبہ تمام سامان سٹور میں موجود ہے" ——— ابو نافہ نے جواب دیا۔

"او۔کے ! ——— میرا خیال ہے کہ ہم چھ بجے تک فارغ ہیں ——— چھ بجے ہم لوگ سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ جانے کے لئے تیار ہوں گے" ——— عمران نے کہا۔ اور پھر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"او۔کے ! ——— میں جا کر پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے کا پروگرام سیٹ کرتا ہوں ——— میں چھ بجے سے چند لمحے پہلے یہاں پہنچ جاؤں گا" ——— ابو نافہ نے جواب دیا۔

اور عمران نے سر ہلا دیا۔

راسکو نے کرنل ڈیوڈ کا اشارہ ملتے ہی کتے کی زنجیر سنبھالی اور اُسے مخصوص آواز نکال کر ہیڈکوارٹر سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ ابونافہ کی قمیض اس نے کتے کو اچھی طرح سنگھادی تھی۔ بلکہ مزید تسلی کے لئے اس نے وہ قمیض کتے کے گلے میں باندھ دی تھی تاکہ کتا مسلسل اس کی بُو سونگھتا رہے۔

کتے اور راسکو کے باہر نکلتے ہی ہیڈکوارٹر سے چھ کاریں باہر آگئیں جن میں سے تین پر ریڈ آرمی کے مسلح ممبر کرنل ہیمرخ سمیت اور تین کاروں میں جی۔ پی۔ فائیو کے دس آدمی کرنل ڈیوڈ کی رہنمائی میں سوار تھے۔

کتا ہیڈکوارٹر سے باہر نکلتے ہی تیزی سے ایک گلی میں گھستا چلا گیا۔ اور پھر گلی میں سے ہوکر وہ سڑک پر آگیا۔ سڑک پر چند لمحے وہ متوحش انداز میں کچھ سونگھتا رہا۔ پھر اس کا رخ دائیں طرف ہوگیا۔ راسکو کتے کی زنجیر سنبھالے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جبکہ اس سے تھوڑی دور چھ کاریں آہستہ چل رہی تھیں۔ کاروں میں سوار سب افراد کی تیز نظریں کتے پر جمی ہوئی تھیں۔

مختلف سڑکوں پر پھرتے پھرتے انہیں تقریباً تین گھنٹوں سے زیادہ وقت گزر گیا۔ کتا کبھی کسی طرف نکل جاتا اور کبھی کسی طرف ۔۔۔۔ یوں محسوس ہورہا تھا۔ جیسے ابونافہ کی بُو اُسے سارے شہر میں پھیلی ہوئی محسوس ہورہی ہے۔ بہرحال راسکو پُرامید تھا کہ بوبی آخر مجرم کا کھوج نکال لے گا۔

گھومتے گھومتے جب راسکو اور کتا ایک چوک پر پہنچے تو وہاں سُرخ بتی ہونے کی وجہ سے شمال جنوب ٹریفک رکا ہوا تھا۔ راسکو کتے کو سنبھال کر کھڑا ہوگیا۔

اسی لمحے ایک نیلے رنگ کی کار چوک پر آکر رکی اور کتے نے ہڑبڑا کر اپنی تھوتھنی اٹھائی اور بے چین ہوکر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر اس نیلے رنگ کی کار کی طرف بڑھا۔ وہ پہلی بار بُری طرح بھونک رہا تھا۔ راسکو اس کے پیچھے گھسٹتا ہوا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کاروں میں بیٹھے ہوئے افراد کی نظریں بھی کار پر جم گئیں۔ کتا نیلی کار کے قریب پہنچ کر اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان پر لپکنے لگا اور راسکو سمجھ گیا کہ یہی وہ مجرم ہے جس کی تلاش کے لئے وہ نکلے ہیں۔ اس لئے اس نے پھرتی سے جیب سے سیٹی نکال کر منہ میں دبائی اور بجانے لگا۔ یہ کاروں میں بیٹھے ہوئے افراد کے لئے کاشن تھا کہ کتے نے مجرم کا کھوج نکال لیا ہے۔

مگر اسی لمحے ٹریفک کھل گیا۔ اور نیلی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ مگر اب چھ کاریں اس کے تعاقب میں تھیں۔ کار میں بیٹھے ہوئے نوجوان کو بھی شاید اپنے تعاقب کا احساس ہوگیا تھا۔ کیونکہ اس نے کار کی سپیڈ اچانک بڑھادی تھی۔ اور پھر سڑک پر کاروں کی دوڑ شروع ہوگئی۔

سڑک پر بے پناہ ٹریفک کی وجہ سے نیلی کار کا تعاقب مشکل ہو رہا تھا۔
اس لئے کرنل ہمیرخ نے کاروں کے سائرن بجانے کا حکم دیدیا اور دوسرے لمحے فضا چند کاروں سے بلند ہونے والے کرخت سائرنوں کی آوازوں سے گونج اٹھی اور اس کے ساتھ ہی سڑک پر ٹریفک کائی کی طرح چھٹتی چلی گئی مگر نیلی کار کا ڈرائیور کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہوشیار اور چالاک ثابت ہو رہا تھا۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا مختلف گلیوں میں گھس جاتا اور وہاں سے پھر کسی سڑک پر نکل آتا۔ اس طرح کرنل ڈیوڈ کو اس کے تعاقب میں کافی مشکل پیش آ رہی تھی۔
ویسے کرنل ڈیوڈ اگر چاہتا تو گولیوں سے نیلی کار کو چھلنی کر دیتا۔ مگر وہ مجرم کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا تاکہ اس سے دوسرے مجرموں کا پتہ معلوم کیا جا سکے۔
"کرنل ڈیوڈ! ـــــ تمہاری کار آگے ہے ـــــ نیلی کار کے ٹائر برسٹ کر دو" ـــــ کار ٹرانسمیٹر پر کرنل ہمیرخ کی آواز سنائی دی۔
"نہیں کرنل! ـــــ مجرم اگر کار سے اتر کر بھاگ نکلا تو اس کا پکڑنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس وقت کتا ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اور پھر نجانے کتنا عرصہ اُسے تلاش کرنے میں لگ جائے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
اس وقت نیلی کار شہر کی سب سے بڑی شاہراہ پر دوڑی چلی جا رہی تھی۔ اور پھر اچانک وہ ایک تنگ سی گلی میں گھس گئی۔
کرنل ڈیوڈ نے، جو نیلی کار سے دو سو گز کے فاصلے پر تھا، بڑی پھرتی سے کار کو اُسی گلی میں موڑا۔ مگر فوراً ہی اُسے بریکیں لگانی پڑ گئیں۔ کیونکہ

لی آگے سے بند تھی اور نیلی کار وہاں موجود تھی۔
کار روک کر وہ سب تیزی سے باہر آ گئے۔ ان سب کے ہاتھوں
ین سٹین گنیں موجود تھیں۔
مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑے۔ کیونکہ نیلی کار خالی تھی اور مجرم
ائب ہو چکا تھا۔ چونکہ اس گلی میں کسی مکان کا دروازہ نہ تھا اس لئے ظاہر
تھا کہ مجرم دیوار پھاند کر دوسری طرف نکل گیا ہے۔
"واپس چلو! ـــــ مڑ کر ادھر چلو ـــــ مجرم سامنے والی دیوار پھاند کر سنٹرل
اغ میں چلا گیا ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا اور پیچھے آنے والی
اریں انتہائی تیزی سے مڑیں اور اب ان کا رخ سنٹرل باغ کی طرف تھا۔
اب کرنل ڈیوڈ کی کار سب سے پیچھے تھی۔ کرنل ڈیوڈ کا چہرہ غصے سے
رخ ہو رہا تھا۔ کیونکہ مجرم بظاہر ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

الو نافہ تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اب کار میں بیٹھا واپس عمران کی طرف جا رہا تھا۔ تاکہ آپریشن شروع کیا جا سکے۔ وہ اپنے انتظامات سے بے حد مطمئن تھا اور اُسے یقین تھا کہ اس آپریشن کے مکمل ہونے کے بعد اسرائیل کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور اسرائیل آئندہ آنے والے کئی سالوں تک اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔

الو نافہ کا ارادہ یہی تھا کہ وہ پرنس اور اس کے ساتھیوں سمیت اسرائیل سے نکل جائے گا اور پھر ایک طویل عرصہ باہر گزار کر وہ دوبارہ اسرائیل آئے گا تاکہ اسرائیلی اُسے بھول جائیں۔ جب کہ اس کے ساتھی ابھی تک اسرائیلی حکام کی نظروں سے چھپے ہوتے تھے۔ اس لئے وہ یہاں کام کرتے رہیں گے۔

الو نافہ نے اپنے اسسٹنٹ عقاب نمبر ۲ کو اس بارے میں تفصیلی ہدایات دے دی تھیں۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے کے بعد اس کے ساتھی فرار ہو جائیں گے اور وہ اکیلا ہی پریذیڈنٹ کو اغوا کر کے ہوائی اڈے پہنچ جائے گا۔ اُسے یقین تھا کہ پریذیڈنٹ کی وجہ سے اسرائیلی درندے اس پر ہاتھ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور وہ ان کے ظالم ہاتھوں سے بچا رہے گا۔

یہی سوچتا ہوا جب وہ مین روڈ کے آخری چوک پر پہنچا تو ٹریفک بند ہو گیا۔ اور اس نے کار ٹریفک کراس کے قریب روک دی۔ اسی لمحے اس کی نظریں سڑک کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی پر پڑیں جس نے ایک بڑے سے جاسوس کتے کی زنجیر سنبھال رکھی تھی۔

ابھی الو نافہ کتے اور اس آدمی کو غور سے دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک کتا تیزی سے کار کی طرف لپکا اور پھر اچھل اچھل کر اس پر لپکنے لگا۔ اور اسی لمحے الو نافہ کی نظریں کتے کی گردن سے لپٹی ہوئی اپنی قمیض پر پڑیں اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں وہ سمجھ گیا کہ جاسوس کتے کے ذریعے اس کی تلاش کی جا رہی ہے اور کتے نے اسے تلاش بھی کر لیا ہے اس کے ساتھ ہی اُسے یقین تھا کہ جی۔ پی۔ فائیو اور ریڈ آرمی کے خوفناک ڈاگ کہیں قریب ہی موجود ہوں گے۔

الو نافہ نے بے چین نظروں سے ٹریفک سگنل کی طرف دیکھا اور پھر عین اسی لمحے ٹریفک سگنل پر سبز بتی جل اٹھی۔ الو نافہ نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی اور پھر اُسے ایک سیٹی کی آواز سنائی دی۔ مگر وہ انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتے چلا گیا۔ سڑک پر بے پناہ ٹریفک کی وجہ سے اُسے تیز رفتاری سے کار دوڑانے میں بڑی مشکل پیش آ رہی تھی کہ اچانک اس سے دو سو گز پیچھے پھر کاروں کے سائرن گونج اٹھے اور اس کے ساتھ ہی سڑک پر موجود ٹریفک کائی کی طرح پھٹتی چلی گئی۔ اس سے جہاں تعاقب کرنے والوں کو فائدہ پہنچا۔ وہاں الو نافہ کی مشکل بھی آسان ہو گئی۔ اب وہ اطمینان سے کار کی رفتار

بڑھائے چلا جا رہا تھا۔

دوسرے لمحے اس نے کار کو ایک گلی میں موڑا اور ایک بار پھر سڑک پر نکل آیا۔ مگر سائرن بجانے والی کاریں بھوتوں کی طرح اس کا پیچھا کر رہی تھیں اور ان کا درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔

ابونافہ نے ایکسیلیٹر کو آخری حد تک دبا رکھا تھا اور اس کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اُڑی چلی جا رہی تھی۔ اور پھر اچانک ایک تنگ سی گلی اس کی نظروں کے سامنے آ گئی۔ اور ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد ابونافہ نے کار اس گلی میں موڑ دی۔ مدتوں سے یہاں رہنے کی وجہ سے اُسے یہاں کی ہر سڑک اور ہر گلی کے متعلق اچھی طرح علم تھا۔ اس لئے اسے کار گلی میں موڑتے وقت معلوم تھا کہ یہ گلی بند ہے۔ اس کے آخر میں ایک چھوٹی سی دیوار ہے جس کے دوسری طرف سنٹرل باغ ہے اور ابونافہ نے اب کار سے اترنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ کار میں بیٹھے بیٹھے وہ زیادہ عرصے تک تعاقب کرنے والوں سے نہیں بچ سکتا۔ اور پھر ایک کار ہو تو اُسے ڈاج دیا جا سکتا ہے مگر چھ کاروں کو ڈاج دینا ناممکن تھا۔

چنانچہ اس نے کار سے اتر کر بھاگنے کا فیصلہ کر کے ہی کار کو بند گلی میں موڑا تھا۔ اور کار گلی میں موڑتے ہی جیسے وہ گلی کے آخری سرے تک پہنچا اس نے پوری قوت سے بریک لگائے اور دوسرے لمحے وہ کار سے باہر تھا۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دیوار کے کنارے پر پہنچا اور پھر اس نے پوری قوت سے چھلانگ لگا دی۔ جوشش اور تیزی کی وجہ سے پہلی چھلانگ ہی کامیاب رہی اور وہ تقریباً اڑتا ہوا دیوار کے سرے پر پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے اس نے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ نیچے گرتے ہوئے اس نے دیوار کی دوسری

طرف گلی میں کار کے بریک چیخنے کی آوازیں سنیں۔

وہ نیچے گرتے ہی اٹھا اور اندھا دھند باغ کے گیٹ کی طرف بھاگنے لگا۔ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں اس کا تعاقب کرنے والے بھی اسی کی طرح دیوار پھاند کر اس کے پیچھے نہ آ جائیں۔

باغ میں اس وقت خاصی گہما گہمی تھی۔ اس لئے لوگوں میں آتے ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اب اس کا رخ باغ کے ٹوائلٹ کی طرف تھا۔ ٹوائلٹس کی طویل قطار میں سے ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ اس وقت بھی ایک ٹوائلٹ خالی ہے۔

ابونافہ تیزی سے اس ٹوائلٹ میں گھستا چلا گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنا کوٹ اتار کر اُسے الٹا اور پھر پہن لیا۔ وہ ہمیشہ ڈبل سلائی کا کوٹ پہنتا تھا تاکہ اُسے فوری طور پر بدلا جا سکے۔ اب کوٹ کا رنگ اور ڈیزائن بدل گیا تھا۔ اس طرح اس نے ٹائی بھی الٹ کر باندھ لی۔ سر پر الٹے سیدھے ہاتھ مار کر اس نے بالوں کو مختلف انداز میں سیٹ کر لیا اور پھر بڑے اطمینان سے ٹوائلٹ سے باہر آ گیا۔

اب ہجوم میں مل کر وہ باغ کے صدر دروازے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا اُسے یقین تھا کہ اب فوری طور پر اسے پہچانا نہ جا سکے گا۔

جلد ہی وہ بڑی سڑک پر آ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ تعاقب کرنے والے سیدھے یہیں آئیں گے۔ اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کس راستے سے آئیں گے اس لئے اس نے اپنا رُخ ان کی مخالف سمت میں کر لیا۔ اور پھر سڑک پار کر کے وہ ایک تنگ سی گلی میں گھستا چلا گیا۔

جیسے ہی وہ گلی کے سرے پر پہنچا۔ اس نے کاروں کو باغ کے دروازے

پر کتے دیکھا اور وہ مسکراتا ہوا تیزی سے گلی میں گھستا چلا گیا۔ اُسے خوشی تھی کہ وہ تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دینے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

گلی کراس کر کے وہ جیسے ہی سڑک پر پہنچا، اس نے ایک طرف ہٹ کر خالی ٹیکسی کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔

مگر ابھی اُسے وہاں کھڑے ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اُسے قریب ہی کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور وہ بُری طرح چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر تیزی سے بھاگ پڑا کیونکہ اس کی نظریں قریب آتے ہوئے اس جاسوس کتے اور اس کے رکھوالے پر پڑ گئی تھیں۔ کتا اس سے خاصا قریب تھا اور وہ پوری طاقت سے اپنے رکھوالے کو گھسیٹ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ کتے نے اُسے پہچان لیا تھا۔

اور پھر کتے نے رکھوالے کے ہاتھ سے زنجیر چھڑا لی اور بجلی کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے الونافہ پر آ پڑا۔ کتے کے زوردار دھکے سے الونافہ زمین پر گر پڑا۔ اور کتے نے اس کی گردن کو اپنے جبڑے میں جکڑنے کے لئے اپنا خوفناک منہ اس کی گردن کی طرف بڑھایا۔

الونافہ نے نیچے گرتے ہی پوری قوت سے کتے کی پسلیوں پر جوڈو کا وار کیا اور کتا چیختا ہوا سڑک پر جا گرا۔ مگر یہ الونافہ کی بدقسمتی تھی کہ کتے کی زنجیر الونافہ کی گردن میں لپٹ گئی اور کتے کے زور کی وجہ سے اس کا دم گھٹنے لگا۔

اُسی لمحے کتے کا رکھوالا بھی چیختا ہوا اس پر آ پڑا۔ وہ مجرم مجرم چیخ رہا تھا اور پھر ارد گرد پھیلے ہوئے سپاہی اور عام لوگ دوڑ پڑے اور چند لمحوں بعد الونافہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں بُری طرح جکڑا ہوا تھا۔ جبکہ رکھوالے نے کتے کی زنجیر تھام کر اُسے ایک طرف گھسیٹ لیا۔

"آرام سے پکڑو! ــــ میں کہیں بھاگ نہیں رہا" ــــ الونافہ نے اپنے کھولتے ہوئے ذہن پر قابو پاتے ہوئے ان سپاہیوں سے کہا جو اُسے بُری طرح جکڑے ہوئے تھے۔

اور اس کے مطمئن لہجے کا سپاہیوں پر خوشگوار اثر پڑا اور انہوں نے گرفت ذرا ہلکی کر دی۔

دوسرے لمحے الونافہ نے اپنے جسم کو ایک زبردست جھٹکا دیا اور اس نے ان دونوں سپاہیوں کو بُری طرح اچھال دیا جنہوں نے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے۔ اور پھر غوطہ لگا کر وہ ہجوم کے درمیان سے بھاگتا چلا گیا۔ وہ ہر قیمت پر وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ پرنس اور اس کے ساتھی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اور اس اہم ترین مشن کا دارومدار اس کی ذات پر منحصر ہے۔ اگر وہ پکڑا گیا تو یہ مشن لازمی طور پر ناکام ہو جائے گا۔

ہجوم میں سے غوطہ لگا کر وہ تیزی سے بھاگا۔ مگر دوسرے لمحے اس کی پشت پر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور الونافہ منہ کے بل سڑک پر گر گیا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی پشت میں لوہے کی گرم سلاخ اتار دی ہو۔ یہ احساس بھی چند لمحے رہا۔ پھر اس کے دماغ پر تاریکیاں چھاتی چلی گئیں، اور وہ چند لمحے سڑک پر ہی ہاتھ پیر پٹخنے کے بعد بے حس و حرکت ہو گیا۔

جس سپاہی سے الونافہ نے اپنے آپ کو چھڑایا تھا۔ اس نے اٹھتے ہی ریوالور نکال کر اس پر گولی چلا دی تھی۔ اور یہ الونافہ کی بدقسمتی تھی کہ گولی پشت میں ایسی جگہ لگی کہ پشت میں گھس کر سیدھی دل میں ترازو ہو گئی۔ اور الونافہ کی روح چند ہی لمحوں میں قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کا تمام منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا کیونکہ الونافہ کے بغیر نہ ہی

وہ سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں جا کر غذا کی پیٹیوں میں بند ہو کر لیبارٹری میں پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر کے صدر کو اغوا کیا جا سکتا تھا۔ یہ شاید ان سب کی بدقسمتی تھی کہ کتا اور اس کا رکھوالا کاروں کے جانے کے بعد واپس ہیڈ کوارٹر جاتے ہوئے اس سڑک پر آنکلے تھے جہاں الوناف باغ میں سے ہو کر پہنچا تھا اور کتے نے اُسے ایک بار پھر تلاش کر لیا تھا۔

چھ بجنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی اور عمران اور اس کے ساتھی کپل کانٹے سے لیس ہو کر الوناف کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے تاکہ مشن کی تکمیل کے لئے روانہ ہو سکیں۔

عمران اپنے ساتھیوں کو لیبارٹری میں کئے جانے والے اقدامات کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ ایٹمی لیبارٹری تھی اور ہو سکتا ہے وہاں ایٹمی مادے اور ایٹم بم تک موجود ہوں اور ذرا سی غفلت سے ان کی اپنی جانیں بھی خطرے میں پڑ سکتی تھیں کہ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور نوجوان بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے

پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"بب — باس — باس مارا گیا" — اس نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا — ؟ کون مارا گیا" — وہ سب چونک کر کھڑے ہو گئے۔

"باس کو قتل کر دیا گیا — اس کی لاش تیرھویں شاہراہ پر پڑی ہے مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے" — نوجوان نے بوکھلائے ہوئے اور لرزدہ لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو — ؟ کون باس مارا گیا ہے" — ؟ عمران نے جھنجھلا کر کہا۔

"الوناف — اسے جاسوس کتے کے ذریعے پکڑا گیا — اور پھر ایک سپاہی نے اس کی پشت پر گولی مار دی" — نوجوان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدا! — یہ کیا ہوا — ؟ اب اس کے بغیر آپریشن کیسے ہوگا؟" عمران نے کہا اور پھر مایوسی کے عالم میں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران کے ساتھیوں کے چہروں پر بھی مایوسی امڈ آئی۔

"ہمارا ایک ساتھی ابھی اس راستے سے گزرا تو وہاں جی۔ پی۔ فائیو اور سپاہیوں کا جمگھٹا تھا۔ اس نے خود الوناف کی لاش دیکھی ہے — اس نے ابھی ابھی مجھے اطلاع دی ہے" — نوجوان نے کہا۔

"ہونہہ! — اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہارا رابطہ باقی عقابوں سے ہے" ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں جناب! — ان سے صرف باس کا رابطہ تھا — ہمیں تو معلوم

ہی نہیں کہ وہ کون ہیں ۔۔۔ اور ان سے رابطہ کیسے قائم کیا جاتا ہے"۔۔۔
نوجوان نے جو اس اڈے کا انچارج تھا، مایوس سے لہجے میں جواب دیا۔

"اب کیا ہوگا عمران صاحب"۔۔۔؟ صفدر نے مایوس سے لہجے میں کہا۔

"بچہ پیدا ہوگا ۔۔۔ بہرحال یہ نہیں بتا سکتا کہ لڑکا ہوگا کہ لڑکی"۔۔۔ عمران نے اچانک مسکراتے ہوئے کہا۔ اچانک اور خوفناک جھٹکے سے پیدا ہونے والی مایوسی کو وہ ذہن سے جھٹک چکا تھا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ۔۔۔ بھلا یہ مذاق کا موقع ہے"۔۔۔ جولیا نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مذاق کا نہیں ۔۔۔ بلکہ عبرت کا موقع ہے ۔۔۔ زندگی میں پہلی بار میں نے ایک دوسرے شخص پر بھروسہ کر لیا تھا اور نتیجہ ظاہر ہو گیا"۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم جاؤ ۔۔۔ اور البونانہ کے متعلق مزید تفصیلات حاصل کرو"۔۔۔ عمران نے خبر لے آنے والے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا اور نوجوان سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"سنو! ۔۔۔ عمران نے زندگی میں کبھی شکست تسلیم نہیں کی ۔۔۔ ہم اپنے پلان پر ضرور عمل کریں گے ۔۔۔ مگر وقتی طور پر اس میں تبدیلی کرنا پڑے گی"۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔

"اب میں اکیلا کیپٹن شکیل کے ساتھ لیبارٹری پر دھاوا بولوں گا ۔۔۔ اور تم لوگ پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرو گے ۔۔۔ اور وہاں سے صدر کو اغوا کر کے ہوائی اڈے پر لے آؤ گے ۔۔۔ میں کیپٹن شکیل کے ساتھ اس ہوائی اڈے پر پہنچ جاؤں گا ۔۔۔ اور پھر ہم صدر کو یرغمال بنا کر اسرائیل سے نکل جائیں گے"۔ عمران نے نیا پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر ہمیں تو پریذیڈنٹ ہاؤس کے متعلق کچھ معلوم نہیں"۔۔۔ جولیا نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا ۔۔۔ یہ تمہاری صلاحیتوں کے لئے چیلنج ہے ۔۔۔ جو دل چاہے کرو ۔۔۔ بہرحال تمہیں یہ مشن سرانجام دینا ہے ۔۔۔ چاہے تمہاری جانیں ہی کیوں نہ چلی جائیں"۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور صفدر اور جولیا نے سر جھکا لیا۔

"تمہارے پاس ضروری اسلحہ موجود ہے ۔۔۔ یہاں سے ایک کار لے کر پریذیڈنٹ ہاؤس جاؤ ۔۔۔ اور اپنا مشن مکمل کرو ۔۔۔ تمہیں موقع محل دیکھ کر ہر قسم کے اقدام کی اجازت ہے"۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور پھر عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ بڑی پھرتی سے اس نے اس پر ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر بٹن آن کر دیا۔ جلد ہی دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

"کیپٹن شکیل سپیکنگ"۔

"کیپٹن شکیل! ۔۔۔ میں عمران بول رہا ہوں ۔۔۔ البونانہ مارا گیا ہے اس لئے فوری طور پر پلان میں تبدیلی کر دی گئی ہے ۔۔۔ اب میں اور تم ہیلی کاپٹر کے ذریعے لیبارٹری پر دھاوا بولیں گے ۔۔۔ جبکہ صفدر، جولیا اور جوزف پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کریں گے ۔۔۔ تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا فلیٹ کہاں ہے۔ اوور"۔ عمران نے تیز لہجے میں اسے بدلی ہوئی صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے عمران صاحب! ـــــ میرا فلیٹ مین روڈ کے تیسرے چوراہے سے دائیں طرف نکلنے والی سڑک پر ہے ـــــ فلیٹ جس بلڈنگ میں ہے اس کے سامنے سڑک پار پیرڈشم ہوٹل ہے۔ فلیٹ کا نمبر ایک سو تیرہ ہے۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوکے ـــــ میں ابھی وہاں پہنچ رہا ہوں ـــــ اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے بٹن آف کر کے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

"اسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہمارا رابطہ قائم رہے گا ـــــ تمام کام انتہائی ہوشیاری سے کرنا ہے ـــــ ذراسی غفلت اور لاپرواہی ہم سب کے لئے تباہ کن ثابت ہوگی ـــــ خدا حافظ" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا تیزی سے کیپٹن شکیل کے فلیٹ کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔

کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ کی کاریں ایک طویل چکر کاٹ کر جیسے ہی باغ کے دروازے پر پہنچیں، وہ تیزی سے کاروں سے اتر کر ادھر ادھر پھیلتے چلے گئے۔ کرنل ڈیوڈ اور میجر ہیرس تیزی سے باغ میں گھسے اور وہاں موجود ہجوم میں الزبانہ کو تلاش کرنے لگے۔

"میرا خیال ہے کہ مجرم فوراً ہی یہاں سے نکل گیا ہوگا ـــــ اب اتنا باغ میں تلاش بے سود ہے" ـــــ میجر ہیرس نے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجرم ہمارے اسی خیال سے فائدہ اٹھاتے کہ ہم یہی سوچتے رہ جائیں کہ وہ فوراً ہی یہاں سے نکل گیا ہوگا ـــــ اور وہ ہمارے جانے تک باغ کے کسی کونے میں چھپا رہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور میجر ہیرس نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلا دیا۔

وہ ہر ممکن تیزی سے باغ کے تمام کونے کھدروں کو کھنگالتے پھر رہے تھے اور پھر ان کا رخ ٹوائلٹس کی طرف ہوا ہی تھا کہ اچانک ایک سپاہی دوڑتا

ہوا ان کی طرف آیا۔

" جناب! — مجرم کو دوسری سڑک پر گولی مار دی گئی ہے — اس کی لاش سڑک پر موجود ہے " — سپاہی نے دُور سے ہی چیختے ہوئے کہا اور وہ دونوں ٹھٹھک کر رک گئے۔

" کیا کہہ رہے ہو " — ؟ کرنل ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

" جناب! — چند لمحے پہلے سڑک سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ لوگ بھاگ کر وہاں گئے تو وہاں مجرم کی لاش موجود تھی — کتا اور اس کا رکھوالا اتفاق سے ادھر جا نکلے تھے — اور پھر کتے نے مجرم کو پہچان لیا۔ مجرم کو پکڑ لیا گیا — مگر وہ سپاہیوں کو گرا کر بھاگ نکلا — ایک سپاہی نے اس کی پشت پر گولی مار دی اور وہ ہلاک ہو گیا — کرنل ہیمرخ اور باقی لوگ وہاں پہنچ گئے ہیں " — سپاہی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" یہ بہت بُرا ہوا — مجرم کی موت سے ہمیں کیا ملنا تھا — یہ اہم سراغ بھی ختم ہو گیا " — کرنل ڈیوڈ نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ بھاگتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میجر ہیرس اور سپاہی اس کے پیچھے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں الوناقہ کی لاش موجود تھی۔ کرنل ہیمرخ پہلے سے ہی وہاں کھڑا تھا۔

" کرنل! — یہ بہت بُرا ہوا — مجرم کی موت سے ہم وہیں پہنچ گئے ہیں جہاں سے چلے تھے " — کرنل ڈیوڈ نے کرنل ہیمرخ کے قریب پہنچتے ہی کہا۔

" ہاں! — مجھے بھی مجرم کی موت پر افسوس ہوا ہے — اب سپاہی کو

ضروری تھا کہ ہم نے اسے زندہ پکڑنا ہے — اس نے مجرم کو بھاگتے دیکھ کر گولی مار دی " — کرنل ہیمرخ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

" کہاں ہے وہ بیوقوف سپاہی " — ؟ کرنل ڈیوڈ نے غصہ سے چیختے ہوئے کہا۔

اور ایک طرف کھڑا سپاہی تیزی سے آگے بڑھ آیا۔ سپاہی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ اُسے معلوم ہو گیا کہ اس نے مجرم کو گولی مار کر بھیانک غلطی کی ہے۔

" یہ تم نے کیا کیا بیوقوف آدمی — ؟ تم اس کی ٹانگ پر بھی گولی چلا سکتے تھے " — کرنل ڈیوڈ نے غصے کی شدت سے سپاہی کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

" سچ — جناب! — میں نے اس کی ٹانگ پر ہی گولی ماری تھی۔ مگر وہ اچانک جھک گیا اور گولی اس کی پشت میں لگ گئی " — سپاہی نے خوف سے لرزتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" احمق آدمی! — تم نے بہت بڑا ظلم کیا ہے " — کرنل ڈیوڈ نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا۔

" اب غصہ کرنے سے کیا فائدہ — ؟ جو ہونا تھا ہو چکا — اب سوچنا یہ ہے کہ ہمارا آئندہ اقدام کیا ہوگا " — کرنل ہیمرخ نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

" کیا کہوں — ؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا — بڑی مشکل سے یہ ایک سراغ ملا تھا — وہ بھی اس احمق کی وجہ سے ضائع ہو گیا " — کرنل ڈیوڈ نے کچھ کہتے ہوئے کہا۔

"جناب! ــــ یہ کتا کم سے کم ہمیں اس اڈے پر تو لے جا سکتا ہے جہاں مجرم رہتا ہے ــــ اگر ہمیں مجرم کا اڈہ مل جائے تو شاید ہم باقی مجرموں کو پکڑ سکیں" ــــ میجر پیرس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ــــ؟ کیا کتا اڈے کی نشاندہی کر سکتا ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں جناب! ــــ کتا ایسا کر سکتا ہے" ــــ کتے کے رکھوالے نے آگے بڑھ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر میرا منہ کھڑے کیوں تک رہے ہو ــــ جلدی کرو ــــ ہمیں اس اڈے تک لے جاؤ" ــــ کرنل ڈیوڈ نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

کتے کا رکھوالا تیزی سے پلٹا اور پھر اس نے سڑک کے کنارے پر رکھی ہوئی الونافہ کی لاش کے پیر سے جوتا اتار لیا۔ اس نے ایک مخصوص آواز نکالتے ہوئے جوتے کا تلا کتے کو سنگھایا، اور جب کتے نے سر ہلا دیا تو اس نے کتے کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"جلدی کرو ــــ کاریں یہیں لے آؤ ــــ ہم کتے کے ساتھ جائیں گے" کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور چند آدمی تیزی سے کاروں کی طرف دوڑ پڑے۔

"یہ جوتے کے ذریعے کیسے اڈے کو تلاش کریگا" ــــ کرنل ڈیوڈ نے رکھوالے سے مخاطب ہو کر پوچھا جس نے اب کتے کی زنجیر کھینچ کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔

"جناب! ــــ جوتے کے تلے میں مخصوص مٹی کی خوشبو ہوتی ہے۔ مجرم عام طور پر کار میں سوار رہتا ہے ــــ اس لئے ظاہر ہے کہ جوتے کے تلے میں صرف اس جگہ کی مٹی لگی ہوئی ہو گی جہاں مجرم رہتا ہے اور کتا اس مٹی کو تلاش کرے گا" ــــ رکھوالے نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ آئیڈیا" ــــ کرنل ڈیوڈ نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا اب اس کے دل میں امید کی کرن جاگ اٹھی تھی کہ وہ مجرموں کے اڈے کو تلاش کر لیں گے۔

تھوڑی دیر بعد کاریں وہاں پہنچ گئیں اور پھر وہ کتے کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا چلا جا رہا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اچانک کتا ایک مضافاتی سڑک پر پہنچ گیا اور پھر اچانک کتے نے اپنا رخ پلٹا اور تیزی سے زنجیر کو کھینچتا ہوا ایک سرخ رنگ کی کوٹھی کے پھاٹک کی طرف جوشیلے انداز میں لپکنے لگا۔ وہ اپنے حلق سے عجیب سی آوازیں نکال رہا تھا۔

کتے کے رکھوالے نے کتے کے حلق سے برآمد ہونے والی مخصوص آوازیں سنتے ہی اپنا ہاتھ فضا میں اٹھا کر زور زور سے لہرایا اور اس سے تھوڑی دور پیچھے آنے والی کاریں تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئیں۔

"کیا بات ہے" ــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے کھڑکی سے باہر سر نکال کر تیز لہجے میں پوچھا۔

"جناب! ــــ یہ سرخ رنگ کی کوٹھی مجرموں کا اڈہ ہے" ــــ رکھوالے نے جواب دیا۔

"تمہیں یقین ہے" ــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے پھرتی سے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں جناب! ___ یہی کوٹھی ہے"۔ ___ رکھوالے نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

اور میجر کرنل ڈیوڈ نے تیزی سے ہاتھ ہلایا اور تمام کاروں میں سے مسلح افراد ابل پڑے۔

"کوٹھی کے چاروں طرف پھیل جاؤ ___ اور ڈائریکٹ ایکشن لو"۔ کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا اور مسلح افراد تیزی سے کوٹھی کے گرد پھیلتے چلے گئے۔ البتہ کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیرچ وہیں کھڑے رہے۔

میجر ہیرس اور اس کے ساتھی کوٹھی کے پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے اور پھر چند لمحوں بعد کوٹھی کی اندرونی فضا گولیوں اور بموں کے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ فائرنگ دوا طراف سے ہو رہی تھی۔

"کتے نے بالکل صحیح ٹریس کیا ہے ___ یہی مجرموں کا اڈہ ہے"۔ کرنل ڈیوڈ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ___ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ___ مگر مسئلہ یہ ہے کہ مجرم بھی کوٹھی کے اندر ہوں"۔ ___ کرنل ہیرچ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"دیکھو کیا ہوتا ہے"۔ ___ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد فائرنگ کی آوازیں رک گئیں اور فضا میں سناٹا سا چھا گیا۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر ارد گرد کے لوگ وہاں اکٹھے ہونے لگے مگر جیسے ہی انہوں نے کاروں پر جی۔ پی۔ فائیو کے مخصوص نشان دیکھے۔ وہ تیزی سے واپس چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد کوٹھی کا پھاٹک کھل گیا اور میجر ہیرس کی شکل نظر آئی۔

"آئیے جناب"۔ ___ میجر ہیرس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا ___ مجرم مل گئے"۔ ___ کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیرچ نے بیک وقت قدم آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"غیر ملکی مجرم تو یہاں موجود نہیں ہیں ___ البتہ مقامی لوگ موجود ہیں ___ اور اسلحہ کا بے پناہ ذخیرہ بھی تہہ خانوں میں ہے ___ سوائے ایک کے باقی تمام مجرم مارے گئے ہیں"۔ ___ میجر ہیرس نے جواب دیا۔

"اوہ! ___ چلو وہی بتائے گا کہ باقی مجرم کہاں ہیں"۔ ___ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے۔ کوٹھی میں ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ آنے والوں میں سے بھی کئی زخمی ہو چکے تھے۔

وہ کوٹھی کے اندرونی کمرے میں گئے تو انہوں نے ایک نوجوان کو سپاہیوں کی گرفت میں دیکھا۔ یہ مقامی نوجوان تھا اور اس کے چہرے پر خوف اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

"یہی زندہ پکڑا گیا ہے جناب"۔ ___ میجر ہیرس نے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس سے باقی مجرموں کا پتہ پوچھو ___ اگر یہ نہ بتائے تو اس کی بوٹی بوٹی علیحدہ کر دو"۔ ___ کرنل ہیرچ نے چیخ کر کہا اور میجر ہیرس نے جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔

"اسے زمین پر لٹا دو"۔ ___ میجر ہیرس نے ان سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا جنہوں نے اس نوجوان کو پکڑا ہوا تھا۔

یہ وہی اڈہ تھا جہاں عمران اور اس کے ساتھی رہتے تھے اور یہ نوجوان اس اڈے کا انچارج تھا۔ یہ تو عمران اور اس کے ساتھیوں کی خوش قسمتی

تھی کردہ الونافہ کی موت کی خبر سُنکر وہاں رُکے نہیں تھے بلکہ مشن پر نکل کھڑے ہوئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ ان کا بھی یہاں سے نکلنا مشکل ہو جاتا۔

سپاہیوں نے نوجوان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح پٹخا جیسے قصائی بکری کو ذبح کرنے سے پہلے زمین پر پٹختے ہیں۔ اور میجر ہیرس خنجر سنبھالے تیزی سے آگے بڑھا۔ اور اس نے ہاتھ کے ایک ہی جھٹکے سے نوجوان کی دائیں آنکھ خنجر کی نوک سے باہر اچھال دی۔ اور کمرہ نوجوان کے حلق سے نکلنے والی دردناک چیخ سے گونج اٹھا۔

" بتاؤ غیر ملکی مجرم کہاں ہیں ـــــ ورنہ دوسری آنکھ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے " ـــــ میجر ہیرس نے سرد لہجے میں کہا۔

" بب ـــ بتاتا ہوں ـــ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو ـــ پپ ـ پانی " نوجوان نے کراہتے ہوئے کہا۔

" جلدی بتاؤ ـــ پانی وانی کی بات نہ کرو ـــ جلدی بتاؤ " ـــ میجر ہیرس نے غراتے ہوئے کہا۔

" وہ تھوڑی دیر پہلے یہاں سے گئے ہیں ـــ انہوں نے پریذیڈنٹ ہاؤس اور ایٹمی لیبارٹری پر حملہ کرنا ہے " ـــ انچارج نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

" اوہ! ـــ ان کی تعداد کتنی ہے " ـــ کرنل ڈیوڈ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

" وہ پانچ ہیں ـــ ان میں ایک لڑکی بھی ہے " ـــ انچارج نے جواب دیا۔

" حملے کی تفصیل کیا ہے " ـــ کرنل ہیمرخ نے پوچھا۔

" یہ مجھے نہیں معلوم ـــ پہلے تو یہ پروگرام تھا کہ مجرم ایٹمی لیبارٹری پر حملہ کریں ـــ اور الونافہ پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرے ـــ مگر الونافہ کی اچانک موت کی وجہ سے یہ پلان ختم کر دیا گیا ـــ اور اب ان کے سربراہ پرنس نے نیا پروگرام بنایا ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے " ـــ انچارج نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

" اوہ! ـــ او بڑا خطرناک پروگرام ہے ـــ ہمیں فوراً ایکشن لینا چاہیئے ـــ اور کیا جانتے ہو ـــ الونافہ کے باقی ساتھی کون ہیں اور کہاں ہیں " ـــ؟ کرنل ڈیوڈ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

" مجھے نہیں معلوم ـــ میں تو یہاں اڈے پر رہتا ہوں " ـــ انچارج نے جواب دیا۔

" ختم کر دو اسے ـــ مزید وقت ضائع مت کرو ـــ ہمیں فوراً ہی ایٹمی لیبارٹری اور پریذیڈنٹ ہاؤس کا دفاع کرنا چاہیئے " ـــ کرنل ہیمرخ نے بے چین لہجے میں کہا اور اس کا اشارہ ملتے ہی میجر ہیرس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر پوری قوت سے انچارج کے دل میں جھونک دیا اور انچارج نے چند ہی لمحوں میں دم توڑ دیا۔

" کرنل ڈیوڈ! ـــ تم اپنے آدمی لیکر پریذیڈنٹ ہاؤس کی طرف جاؤ۔ اور میں اپنے ممبروں سمیت ایٹمی لیبارٹری کا رخ کرتا ہوں " ـــ کرنل ہیمرخ نے کہا اور کرنل ڈیوڈ نے سر ہلایا اور پھر تیزی سے مین گیٹ کی طرف بھاگ پڑا۔

عمران یروشلم ہوٹل کے سامنے جاکر ٹیکسی سے اتر گیا۔ اور پھر اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی۔ پھر اس نے سڑک پار کی اور پھر اس عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کے ایک فلیٹ میں کیپٹن شکیل پامٹ کے روپ میں موجود تھا۔

اور پھر چند لمحوں بعد وہ فلیٹ نمبر ۱۱۳ پر دستک دے رہا تھا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور عمران اندر گھستا چلا گیا۔

"عمران صاحب! ___ البرنا فہ کیسے مارا گیا" ___؟ کیپٹن شکیل نے دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس موت آگئی تھی اس کی" ___ عمران نے سادہ لہجے میں کہا اور پھر کیپٹن شکیل سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔

"اب پروگرام سن لو! ___ میں سرکاری کار ___ میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا ___ تم ڈرائیور کو ٹانگ میں درد کا بہانہ بناکر مجبور کر دینا کہ وہ گاڑی

ہیلی کاپٹر کے قریب لے جائے ___ پھر میں ہیلی کاپٹر میں چھپ جاؤں گا اور تم ہیلی کاپٹر لے اڑنا ___ نقشے میں لیبارٹری کی جگہ تو تم نے دیکھ ہی لی ہے ___ وہاں تم غذا کی پٹیاں پھینک کر ہیلی کاپٹر کو دو تین چکر دینا۔ ___ اور بعد میں اس بہانے سے کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی نقص پڑ گیا ہے۔ ہیلی کاپٹر وہیں اتار دینا ___ اس کے بعد ہم لیبارٹری میں گھس جائیں گے۔ اور پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا" ___ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ___ میں سمجھ گیا ہوں ___ مگر لیبارٹری میں ہم کیسے گھسیں گے" ___؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"یہ وہاں پہنچ کر دیکھیں گے ___ میں اب فلیٹ سے باہر چھپ جاتا ہوں تاکہ جیسے ہی ڈرائیور تمہیں بلانے کے لئے اوپر آئے میں کار کی پچھلی نشست میں دبک جاؤں" ___ عمران نے کہا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ کو اٹھائے فلیٹ سے باہر آگیا۔

سیڑھیاں اتر کر وہ فلیٹ کے دروازے کے پاس ایک ستون دار کونے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ کونہ بالکل الگ تھلگ تھا اس لئے عمران کو دیکھ لئے جانے کا خطرہ نہ تھا۔

اور پھر اسے وہاں کھڑے ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ ایک نیلی کار عمارت کے پورچ میں آکر رکی اور دروازہ کھول کر ایک نوجوان نیچے اترا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا۔

عمران سمجھ گیا کہ یہی کار کیپٹن شکیل کو لے جائیگی۔ چنانچہ وہ اپنا بیگ سنبھالے آڑ سے نکلا اور بڑے مطمئن قدم اٹھاتا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور بیگ اندر رکھکر وہ دونوں نشستوں

کی درمیانی جگہ میں سمٹ کر لیٹ گیا۔ دروازہ اس نے بند کر لیا۔ گو سڑک پر لوگ آ جا رہے تھے مگر عمران سمجھتا تھا کہ کوئی شخص فوجی کار کی وجہ سے زیادہ متوجہ نہ ہو گا۔

ابھی اُسے وہاں لیٹے چند ہی منٹ ہوتے ہوں گے کہ قدموں کی آوازیں اُبھریں اور پھر پچھلی نشست کا دروازہ کھلا اور کیپٹن شکیل بڑے اطمینان سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں پیر عمران کی پشت پر رکھ دیئے اور کار ایک جھٹکے سے مڑی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی۔

" آپ کی ٹانگ کو کیا ہوا جناب" ___ ڈرائیور نے مؤدبانہ مگر تشویش زدہ لہجے میں کیپٹن شکیل سے پوچھا۔

" بس اچانک درد اٹھا ہے ___ واپسی پر ڈاکٹر کو دکھاؤں گا" ___ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

اور ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔

" میں نہیں چاہتا کہ کسی کو ابھی میری ٹانگ کے درد کا پتہ چلے۔ اس لئے تم کار ہیلی کاپٹر کے قریب لے جا کر کھڑی کرنا" ___ کیپٹن شکیل نے کہا۔

" میں سمجھتا ہوں جناب ___ آپ بے فکر رہیں" ___ ڈرائیور نے جواب دیا اور کیپٹن شکیل مطمئن ہو گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے مسلسل سفر کے بعد کار ایک جگہ رکی اور ڈرائیور نے کسی کو کوڈ بتایا اور پھر کار آگے بڑھ گئی۔ اور پھر تقریباً دو منٹ بعد کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔

" سنو ___ تم ذرا اتر کر ہیلی کاپٹر کی دوسری طرف کے ہیلی پیڈ کے جوڑ چیک کر لو ___ اگر میں خود گیا تو پتہ چل جائے گا کہ میری ٹانگ میں درد ہے" ___ کیپٹن

شکیل نے کہا۔

" بہتر جناب ___ مجھے آپ کی خدمت کر کے خوشی ہو گی ___ میری ترقی کی رپورٹ بھی تو آپ ہی نے دینی ہے" ___ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" تم فکر نہ کرو ___ میں دوستوں کا دوست ہوں" ___ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اس نے جان بوجھ کر کار کا دروازہ کھلا رکھا۔

" عمران صاحب ___ نکل آئیں" ___ ایک لمحے بعد کیپٹن شکیل کی دبی آواز سنائی دی اور عمران پھرتی سے باہر آ گیا۔ پلک جھپکنے میں وہ بیگ اٹھائے ہیلی کاپٹر کے کھلے دروازے میں گھستا چلا گیا۔

کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ بند کر دیا۔ اسی لمحے ڈرائیور واپس آ گیا۔

" ٹھیک ہے جناب ___ میں نے اچھی طرح چیک کر لئے ہیں۔ جوڑ ٹھیک ہیں" ___ ڈرائیور نے کہا۔

" شکریہ دوست" ___ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر خود بھی پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر ہیلی کاپٹر کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔

چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

" عمران صاحب ___ وڈ ڈیپارٹمنٹ کہاں ہے ___ مجھے تو نہیں معلوم" ___ کیپٹن شکیل نے اچانک کہا۔

" تمہیں ابوالفہ نے تفصیل نہیں بتائی تھی" ___ عمران نے چونک کر

پوچھا۔

" نہیں !۔۔۔ اور مجھے بھی پوچھنے کا خیال نہیں رہا"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

" اوہ !۔۔۔ یہ بہت بڑی غلطی تھی ۔۔۔ سارا منصوبہ ہی چوپٹ ہو کر رہ جاتا ۔۔۔ شمال مشرق بائیس ڈگری پر تین سو چار فیدم پر تم نے اترنا ہے"۔ عمران نے کہا۔

" اگر منصوبہ نہ بدل جاتا ۔۔۔ اور آپ ساتھ نہ ہوتے تو واقعی کباڑہ ہو گیا تھا"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس نے مطلوبہ ٹارگٹ کی طرف ہیلی کاپٹر کا رُخ موڑ دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنا شروع کر دیا اور عمران ہیلی کاپٹر کی پچھلی سمت میں دبک گیا۔

" کوشش کرنا کہ کوئی ہیلی کاپٹر میں داخل نہ ہو"۔۔۔ عمران نے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر نیچے اتار دیا۔

یہ ایک وسیع و عریض لان تھا جس کے درمیان بنے ہوئے سبزہ زار پر اس نے کاپٹر اتارا تھا۔

جیسے ہی ہیلی کاپٹر نیچے اترا، ایک آدمی تیزی سے ہیلی کاپٹر کے قریب آیا۔

" مال تیار ہے جناب !۔۔۔ میں ہک لگا دیتا ہوں"۔۔۔ اس آدمی نے قریب آکر کہا۔

" ٹھیک ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

غذا کی پیٹیاں ایک بہت بڑے اور مضبوط جال میں بندھی ہوئی تھیں۔ جس کا ہک ہیلی کاپٹر کے نیچے لگا دیا جاتا تھا۔ جسے ہیلی کاپٹر کے اندر سے بٹن دبا کر کھولا جا سکتا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی اس آدمی نے اوکے کا اشارہ کیا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر فضا میں بلند کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ اونچا اٹھتا چلا گیا۔

کافی بلندی پر پہنچ کر کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کا رخ لیبارٹری کی طرف کر دیا۔ اور عمران بھی پچھلی نشست سے نکل کر ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔

" اب وقت آگیا ہے کہ ایٹمی بجلی گھر کا تختہ کر دیا جائے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ کو کھولنے لگا۔ بیگ میں سے اس نے وائرلیس آپریٹنگ مشین نکالی اور پھر اس کا ایک بٹن آن کر کے اس نے پوری قوت سے مشین کے اوپر لگے ہوئے ہینڈل کو نیچے دبا دیا۔ بٹن دبنے سے ایک بلب جل اٹھا تھا جو ہینڈل کے دبتے ہی بجھ گیا۔ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر ٹھیک ایک منٹ بعد اس نے ایک اور بٹن دبا دیا اور اب ایک سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔

" لو بھئی ایٹمی بجلی گھر صاحب !۔۔۔ تم تو چھٹی کرو"۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے ہینڈل کو ایک بار پھر دبا دیا اور سرخ رنگ کا بلب بجھ گیا۔ اور عمران نے مشین ایک طرف رکھ دی۔

دوسرے لمحے عمران کو ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے جنوب کی طرف آگ کی دیوار آسمان تک بلند ہوتی دکھائی دی۔ اور پھر خوفناک دھماکوں کی مدھم آوازیں

ان کے کانوں تک پہنچنے لگیں۔

"ہم ٹارگٹ پر آپہنچے ہیں ــــ نیچے سے کاشن دیا جا رہا ہے"ــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ بلندی کم کرو اور ٹھیک جگہ پر پٹیاں پھینک دو"ــــ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کی بلندی کم کرنی شروع کر دی۔ اور عمران کھڑکی سے نیچے جھانکنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

"بک کھول دو"

کیپٹن شکیل نے ہاتھ بڑھا کر ایک ہینڈل کھینچ لیا۔ ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا اور جال میں بندھی ہوئی پٹیاں تیزی سے زمین کی طرف گرنے لگیں۔ جال کے ساتھ ہی ایک چھتری بندھی ہوئی تھی جو بک کھلتے ہی کھل گئی تھی اور اس چھتری کی وجہ سے پٹیاں اب آہستہ آہستہ نیچے گرتی جا رہی تھیں۔

"ہیلی کاپٹر کو فضا میں چکر دینا شروع کر دو"ــــ عمران نے کہا اور پھر کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کو ایک دائرے کی صورت میں چلانا شروع کر دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد اچانک ایک آواز مائیک سے ابھری۔

"ہیلو پائلٹ! ــــ لیبارٹری کنٹرول سپیکنگ۔ اوور"۔

"تم اب ٹیکنیکل خرابی کا عذر کرنا"ــــ عمران نے دبے لہجے میں کہا۔

"یس ــــ پائلٹ سپیکنگ۔ اوور"ــــ کیپٹن شکیل نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا بات ہے ــــ؟ تم واپس کیوں نہیں گئے۔ اوور"ــــ؟ دوسری طرف سے پوچھنے والے کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"جناب! ــــ ہیلی کاپٹر کا ٹرننگ راڈ خراب ہو گیا ہے ــــ میں اُسے

ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اوور"ــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ! ــــ کیا خرابی زیادہ ہے۔ اوور"ــــ؟ اس بار دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے میں تشویش نمایاں تھی۔

"جی ہاں! ــــ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ــــ اُسے پوری طرح ٹھیک کرنے کے لئے دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی۔ اوور"ــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تو پھر جلدی کرو ــــ ہیلی کاپٹر ریسرچ کے درمیان اتار لو ــــ ایسا نہ ہو کہ ہیلی کاپٹر فضا میں ہی پھٹ جائے ــــ یہاں میں آدمی بھیج دوں گا۔ وہ تمہارے ساتھ مل کر خرابی دور کر دے گا۔ اوور"ــــ دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا گیا۔

"تھینک یو سر! ــــ میں ہیلی کاپٹر اتار رہا ہوں۔ اوور"ــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہاں! ــــ اتار لو ــــ ہم انٹی ریز کا دائرہ وقتی طور پر ختم کر رہے ہیں۔ جلدی کرو۔ اوور"ــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کی بلندی کم کرنی شروع کر دی۔

عمران نے اپنا بیگ ہیلی کاپٹر کی پچھلی سمت ایک کونے میں رکھا اور خود ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے ہٹ کر ذرا پیچھے ہٹے چوکنے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر لمحہ بہ لمحہ نیچے ہوتا چلا جا رہا تھا۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کی چار دیواری خاصی بلند تھی اور اس کی حفاظت کے لئے جدید ترین الیکٹرونک حفاظتی نظام کا سہارا لیا گیا تھا۔ پریذیڈنٹ ہاؤس کے صدر دروازے پر مسلح نوجیوں کی ایک پوری گارد موجود تھی۔ وہ سب لوگ بیحد چوکنے معلوم ہو رہے تھے۔

ایک سیاہ رنگ کی لیموسین کار صدر دروازے پر آ کر رکی اور ایک مسلح گارڈ تیزی سے ڈرائیور کی طرف بڑھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صفدر موجود تھا جبکہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر جولیا اور پچھلی نشست پر جوزف اکڑا بیٹھا تھا۔

"مسٹر پریذیڈنٹ سے ہماری ملاقات طے ہے ـــــ ہمارا تعلق نیویارک کے اخبار ہیرالڈ سے ہے" ـــــ صفدر نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر گارڈ کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــ ٹھیک ہے ـــ یہ لیجئے ریڈ پاس ـــــ جناب صدر آپ کے منتظر ہیں" ـــــ گارڈ نے کہا اور ایک سرخ رنگ کا کارڈ صفدر کی طرف

بڑھا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گیٹ کھول دیا گیا۔ اور پھر صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔

اب یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ جب وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے آس پاس حفاظتی نظام کا جائزہ لیتے پھر رہے تھے کہ یہی کار ان کے قریب آ کر رکی تھی اور ڈرائیور نے ان سے صدر دروازے کا راستہ پوچھا تھا۔ اور پھر صفدر نے بڑی ہوشیاری سے معلوم کر لیا کہ وہ نیویارک کے مشہور اخبار ہیرالڈ کے خصوصی نمائندہ ہیں اور صدر کا انٹرویو اور اس کی فلم بنانے آئے ہیں اور ان کا وقت طے ہے جس جگہ وہ موجود تھے وہ چونکہ پریذیڈنٹ ہاؤس کی عقبی سمت تھی اس لئے صفدر نے بڑی پھرتی سے ڈرائیور کو نیچے گھسیٹ لیا اور جوزف اور جولیا بھی حرکت میں آ گئے۔ اور نتیجہ ظاہر تھا کہ چند لمحوں بعد وہ تینوں ایک قد آدم باڑ کے پیچھے بیہوش پڑے ہوئے تھے اور ان کی جگہ ان تینوں نے لے لی تھی۔ صفدر چونکہ ان کی تلاشی لینا نہ بھولا تھا اس لئے ہیرالڈ کا کارڈ اور ملاقات کا کارڈ اسے مل گیا۔ اور اسی کارڈ کی وجہ سے وہ اس خصوصی الیکٹرونک نظام سے ٹکرائے بغیر اندر داخل ہو چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے کار پورچ میں روکی اور پھر بیگ اٹھائے نیچے اتر آئے۔ ایک باوردی ملازم نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں ایک نزدیکی کمرے میں لے گیا۔ جہاں ان کے بیگ چیک کئے گئے۔ مگر ظاہر ہے وہ بیگ اب سادہ قسم کے بیگ تو نہ تھے کہ ان میں خصوصی طور پر چھپایا ہوا خوفناک اور جدید قسم کا اسلحہ ظاہر ہو جاتا۔ چند لمحوں بعد انہیں اوکے کا کارڈ دے دیا گیا۔

وہ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد ایک راہداری میں پہنچے جہاں ان

کی ایک بار پھر تلاشی لی گئی اور تلاشی سے مطمئن ہونے کے بعد انہیں ایک دروازے پر پہنچا دیا گیا۔ دروازے کے باہر دو مسلح گارڈ موجود تھے۔ انہوں نے تمام کارڈ چیک کئے اور پھر ایک انٹرکام نما آلے کا بٹن دبا کر اس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" سپرلاڈ انبار کے تین نمائندے دروازے پر موجود ہیں ۔۔۔ تمام کارڈ او۔کے ہیں "۔

" ٹھیک ہے جناب "۔۔۔ گارڈ نے کہا اور انٹرکام کا بٹن آف کر دیا۔

" آپ لوگوں کو معلوم ہو گا کہ آپ کی ملاقات صرف پندرہ منٹ جاری رہے گی "۔۔۔ گارڈ نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

" ہاں !۔۔ ہمیں معلوم ہے "۔۔۔ صفدر نے روکھے لہجے میں جواب دیا اور گارڈ نے سر ہلاتے ہوئے ایک بٹن دبایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔

صفدر سب سے پہلے کمرے میں داخل ہوا۔ جولیا اور جوزف نے اس کی پیروی کی۔ ان کے اندر جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

انہوں نے اپنے آپ کو ایک خاصے بڑے کمرے میں موجود پایا جس کے درمیان میں ایک بڑی سی مخصوص ساخت کی کرسی موجود تھی جس کے سامنے ایک چھوٹی سی فرش تک بند میز تھی اور تین کرسیاں میز سے کچھ فاصلے پر موجود تھیں۔ کمرے کے اندر ایک باوردی ملازم موجود تھا

" آپ تشریف رکھیں ۔۔۔ صاحب صدر ابھی آنے والے ہیں "۔۔۔ باوردی ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور وہ تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

چند لمحے بعد کمرے کے شمالی کونے کا ایک دروازہ کھلا اور طویل القامت صدر مملکت اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

وہ تینوں احتراماً کھڑے ہو گئے۔ صدر نے انہیں خوش آمدید کہا اور پھر خود مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

" جناب صدر !۔۔۔ سب سے پہلے ہم آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ہمیں اپنا قیمتی وقت دیا "۔۔۔ صفدر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا

" شکریہ !۔۔۔ مجھے آپ جیسے مؤقر اخبار سے تعاون کر کے خوشی ہوتی ہے "۔ صاحب صدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اسی لمحے ایک باوردی بیرے نے مشروب کے تین گلاس لا کر ان کے سامنے میز پر رکھ دیئے اور خود تیزی سے پیچھے مڑ گیا

" جناب صدر !۔۔۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل کے شمالی حصے کا پل اور ڈیم کو جن مجرموں نے اڑایا تھا، وہ کسی غیر ملک سے تعلق رکھتے تھے "۔۔۔ صفدر نے کہا

" اوہ !۔۔۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی واضح رپورٹ نہیں ملی ۔۔۔ جی۔ پی نائیو تفتیش کر رہی ہے "۔۔۔ صاحب صدر نے اپنے چہرے پر اچانک ابھر آنے والے تاثرات کو بڑی خوبی سے چھپاتے ہوئے کہا۔

اور عین اسی لمحے اچانک کمرے میں جلنے والے بلب ایک جھماکے سے بجھے بلکہ دوسرے لمحے وہ دوبارہ جل اٹھے۔

پھر اس سے پہلے کہ صفدر کچھ کہتا۔ اچانک ایک مترنم سی آواز کمرے میں گونج اٹھی اور صدر مملکت نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے میز کا کونہ خود بخود کھل گیا اور ایک تختہ سا باہر آ گیا جس پر سرخ رنگ کا ایک ٹیلیفون پڑا ہوا تھا۔ صدر مملکت نے رسیور اٹھا لیا۔

" جناب !۔۔۔ ایٹمی بھٹی گھر تباہ ہو گیا ہے ۔۔۔ آٹومیٹک جنریٹر اس

وقت کام کر رہا ہے" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو" ——— ؟ صدر مملکت بری طرح اچھل پڑے۔

"سر! ——— میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ——— ٹھہریئے سر! ——— ایک ضروری کال آئی ہے ——— ایک منٹ سر" ——— دوسری طرف سے بولنے والا ایک لمحے کے لئے رک گیا۔

صدر نے معنی خیز نظروں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"سر! ——— جی۔ پی۔ فائیو کے کرنل ڈیوڈ یہاں پہنچ چکے ہیں ——— وہ آپ سے براہ راست بات کرنا چاہتے ہیں" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے ——— ملاؤ" ——— صدر نے پریشان لہجے میں کہا۔

"سر! ——— میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں ——— غیر ملکی مجرم پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں ——— آپ فوری طور پر تمام ملاقاتیں منسوخ کر دیں" ——— کرنل ڈیوڈ کی آواز ابھری۔

"اوہ مگر ———" صدر نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"سر! ——— مجرم بے حد خطرناک ہیں ——— ہو سکتا ہے وہ آپ کو نقصان پہنچائیں" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ———" صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"مجھے افسوس ہے ———" صدر نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑے۔ کیونکہ صفدر کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا جوزف اور جولیا بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں دستی بم موجود تھے جن کی پنوں پر ان کی انگلیاں تھیں۔

"مجھے بھی افسوس ہے ——— مگر ذرا سی غلط حرکت ———" صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

مگر اسی لمحے صدر مملکت نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن انگلی سے دبا دیا اور صفدر کے فقرہ پورا ہونے سے پہلے ایک دھماکہ سا ہوا اور صدر مملکت کرسی سمیت پلک جھپکنے میں غائب ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور تین مسلح افراد سٹین گنیں سنبھالے اندر داخل ہوئے۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ ان پر فائر کرتے۔ جوزف نے بڑی پھرتی سے ہاتھ میں پکڑا ہوا بم ان کی طرف اچھال دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور ان تینوں کے پرخچے اڑ گئے۔

اسی لمحے کرسی دوبارہ نمودار ہو گئی۔

صفدر تیزی سے میز کی طرف بڑھا اور پھر تیزی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میرے پاس آؤ ——— جلدی کرو" ——— صفدر نے تیز لہجے میں کہا اور وہ دونوں چھلانگ لگا کر کرسی کے پاس پہنچ گئے۔ صفدر نے پھرتی سے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے چار فٹ کا ایک قطعہ جس پر وہ کرسی فٹ تھی گولی کی رفتار سے زمین میں اترتا چلا گیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک منٹ میں وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ اور صفدر اچھل کر نیچے اتر آیا۔ ان دونوں نے بھی وہ جگہ چھوڑ دی اور کرسی واپس اوپر جانے لگی۔

صفدر نے اس دروازے کی طرف چھلانگ لگائی جس پر پڑا ہوا پردہ ابھی تک ہل رہا تھا۔ جوزف اور جولیا اس کے پیچھے تھے۔

دروازے سے نکل کر وہ ایک راہداری میں آ گئے جس کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا۔ وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس دروازے کے پاس پہنچے۔ دروازہ

بند تھا۔

صفدر نے دوڑتے ہوئے پوری قوت سے دروازے پر کندھے کی ٹکر ماری اور دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چیخ بلند ہوئی۔ کرسی پر بیٹھا شخص اچھل کر فرش پر گرا تھا اور صفدر نے دیکھ لیا تھا کہ وہ خود صدر مملکت تھے۔

صفدر نے چھلانگ لگائی اور فرش سے اٹھتے ہوئے صدر مملکت کو دبوچ لیا۔

"کک ۔۔۔ کون ہو تم"۔۔۔۔ صدر مملکت کے چہرے پر شدید پریشانی نمایاں تھی۔

"مسٹر صدر! ۔۔۔ اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون کیا تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے ۔۔۔ ورنہ میرے بازو کا ایک ہی جھٹکا تمہاری گردن توڑ دے گا"۔۔۔ صفدر نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے صدر کو ایک جھٹکے سے کھڑا کیا اور اس کے دونوں بازو پشت پر موڑ کر ایک ہتھکڑی ہاتھوں میں ڈال دی۔

اسی لمحے راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ جوزف اور جوانا جو دروازے کے اندر موجود تھے چونک پڑے۔ اور پھر جوانا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا دستی بم تیزی سے باہر راہداری میں اچھال دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور راہداری انسانی چیخوں سے گونج اٹھی۔

صفدر نے صدر کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا کر جیب سے ریوالور نکالا اور اس کی نال کو صدر کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

"انٹرکام کے ذریعے اپنے آدمیوں کو صورت حال بتاؤ ۔۔۔ اور انہیں بتاؤ کہ وہ کوئی حرکت نہ کریں"۔۔۔ صفدر نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام پر لگا ہوا اکلوتا بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ۔۔۔ پریذیڈنٹ سپیکنگ ۔۔۔ مجرموں نے مجھ پر قابو پا لیا ہے۔ تم لوگ کوئی حرکت نہ کرو ۔۔۔ ورنہ وہ مجھے ہلاک کر دیں گے"۔۔۔ صدر نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، صفدر نے ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا۔

"اب باہر نکلو ۔۔۔ اور دیکھو! ۔۔۔ ہم نے تو بہر حال مرنا ہی ہے۔ مگر ہم مرنے سے پہلے تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے ۔۔۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ جیسے ہم کہتے جائیں ۔۔۔ ویسے کرتے جاؤ ۔۔۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم نے مکمل تعاون کیا تو تمہاری جان کو کوئی خطرہ نہ ہو گا"۔۔۔ صفدر نے سرد لہجے میں صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور صدر صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

دوسرے لمحے صفدر نے اسے دروازے سے باہر دھکیل دیا اور وہ تینوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے۔

کرنل ہیمرخ اپنے ساتھیوں سمیت کوٹھی سے نکلا تو اس کا چہرہ تنا ہوا تھا۔ آنکھوں سے وحشت اور الجھن جھلک رہی تھی۔

جس کار میں کرنل ہیمرخ موجود تھا اُسے میجر ہیرس ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار کا رُخ اٹیک لیبارٹری کی طرف تھا اور میجر ہیرس لحہ بہ لمحہ رفتار تیز کرتا چلا جا رہا تھا۔

جب آدھا فاصلہ طے ہوگیا تو کرنل ہیمرخ نے پھرتی سے جیب سے ایک چھوٹا سا بکس نکالا اور پھر اس پر لگی ہوئی ناب تیزی سے گھمانی شروع کر دی جلد ہی بکس پر لگا ہوا ایک بلب جل اٹھا۔

"ہیلو — ہیلو — کرنل ہیمرخ آف ریڈ آرمی سپیکنگ اوور" — کرنل ہیمرخ نے چیخ کر کہا۔

"یس — اے۔ آر۔ ایل فرام دس اینڈ اوور" — دوسری طرف سے بولنے والے نے اٹیک ریسرچ لیبارٹری کا مخفف استعمال کرتے ہوئے کہا۔

"سنو! — اپنے سیکورٹی انچارج کرنل مارگ سے فوراً میری بات کراؤ ایمرجنسی۔ اوور" — کرنل ہیمرخ نے انتہائی تیز لہجے میں کہا۔

"او۔ کے! — وَن منٹ ہولڈ آن۔ اوور" — دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل ہیمرخ نے دوسرے ہاتھ کی انگلی دانتوں کے درمیان رکھ کر چبانی شروع کر دی۔ یہ اس کے انتہائی اعصابی تناؤ کو ظاہر کرتی تھی۔

"یس — کرنل مارگ سپیکنگ اوور" — ایک لمحے بعد دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"کرنل ہیمرخ فرام دس اینڈ میں لیبارٹری میں اپنے ساتھیوں سمیت آ رہا ہوں — کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مجرم اٹیک لیبارٹری پر حملہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ اوور" — کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"اوہ! — آپ ضرور آ جائیں — مگر یہاں مجرموں کی دال نہیں گل سکتی۔ ہم پوری طرح چوکنے ہیں۔ اوور" — دوسری طرف سے کرنل مارگ کی قدرے طنزیہ آواز سنائی دی۔

"مجرم بے حد چالاک — عیار — اور انتہائی خطرناک ہیں — وہ بیک وقت پریذیڈنٹ ہاؤس اور ایٹمی لیبارٹری پر حملہ کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہیں اور اپنے اڈوں سے چل پڑے ہیں — اس لئے تمہیں پوری طرح ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اوور" — کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"ٹھیک ہے — ہم پوری طرح ہوشیار ہیں — ویسے آپ آ جائیں اوور" — کرنل مارگ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اور کرنل ہیمرخ نے بٹن آف کر کے ڈبہ جیب میں ڈال لیا۔

میجر ہیرس کار کو اُڑائے لئے جا رہا تھا اس وقت وہ ایک چھوٹی سی

ٹیلہ نما پہاڑی کی چوٹی پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا ایک ممبر چیخ پڑا۔

"آگ ۔۔۔ بھیانک آگ"۔

اور پھر سب نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ دوسرے لمحے میجر ہیرس نے بے اختیار بریک پر پورا دباؤ ڈال دیا اور کار ایک لمحے کے لئے لہرائی مگر دوسرے لمحے سڑک کے کنارے رک گئی۔ پیچھے آنے والی دونوں کاریں بھی رک گئیں اور وہ سب تیزی سے باہر آ گئے۔ ان کی نظریں شمال مشرق کی طرف جمی ہوئی تھیں جہاں آگ کا سمندر بھر رہا تھا۔

"اوہ ۔۔۔ ایٹمی بجلی گھر تباہ کر دیا گیا ہے" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے چیختے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک خوفناک دھماکوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور دھماکوں کی خوفناک لہریں ان کے جسموں سے ٹکرائیں۔

"لیٹ جاؤ ۔۔۔ لیٹ جاؤ" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے چیخ کر کہا اور وہ سب پھرتی سے زمین پر لیٹتے چلے گئے۔

دھماکوں میں ہر لمحہ شدت پیدا ہوتی چلی جا رہی تھی اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ پہاڑی پر موجود ان کی کاریں کھلونوں کی طرح اڑتی ہوئی پہاڑی سے نیچے جا گریں اور یہی حشر ان کاروں کا بھی ہوا جو اس پہاڑی پر چڑھ چکی تھیں۔ وہ ان لہروں کی براہِ راست زد میں آ گئی تھیں۔ ہر طرف چیخ و پکار سی مچ گئی۔ اور پورے شہر پر یکدم تاریکی کی یلغار ہو گئی۔

تقریباً دس منٹ تک مسلسل خوفناک دھماکے ہونے کے بعد ان کی شدت

میں کمی آتی چلی گئی۔ البتہ آگ کے شعلے پہلے سے بھی زیادہ بلند ہو چکے تھے۔

"پورا بجلی گھر اُڑ گیا ۔۔۔ سینکڑوں آدمی مارے گئے ہوں گے ۔۔۔ کاش! میں ان مجرموں کا نرخرہ چبا سکوں" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے اور وحشت سے بگڑ گیا تھا۔

"کہیں ہیں ڈاج تو نہیں دیا گیا ۔۔۔ مجرم بجلی گھر پر حملہ کرنے گئے ہوں اور ہمیں دوسری راہ پر ڈال دیا گیا ہو" ۔۔۔ میجر ہیرس نے کہا۔

"نہیں! ۔۔۔ مجرم خود اندر رہ کر اتنی خوفناک آگ نہیں لگا سکتے۔ یہ آگ وائرلیس بموں سے لگائی گئی ہے ۔۔۔ یہ اسی مجرم کا کارنامہ ہے جس نے مارک ٹوکم کا روپ دھارا ۔۔۔ اور میجر راجر کا میک اپ کر کے نکل بھاگا" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے کہا۔

"اب کیا ہو گا کرنل ۔۔۔؟ پورے شہر کو یہی بجلی گھر بجلی سپلائی کرتا تھا" ۔۔۔ ایک اور ممبر نے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ بڑی خوفناک واردات ہے ۔۔۔ عظیم اسرائیل کو پہنچنے والا یہ سب سے زبردست دھچکا ہے ۔۔۔ اب میں سمجھ گیا ہوں کہ مجرموں نے ایسا کیوں کیا ۔۔۔ وہ لیبارٹری پر حملہ کے وقت بجلی کا کنکشن ختم کر دینا چاہتے تھے تاکہ وہاں کا تمام سیکورٹی نظام فیل ہو جائے" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ مگر لیبارٹری میں تو آٹومیٹک جنریٹر موجود ہے" ۔۔۔ میجر ہیرس نے چونکتے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت گھپ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے شہر میں ایک ٹیلہ نما پہاڑی پر کھڑے تھے۔ سڑکوں پر صرف کاروں اور بسوں کی ہیڈ لائٹس روشن

تھیں یا پھر شمال مشرق کی طرف آگ کا ایک سمندر دھک رہا تھا جس نے اردگرد کے ماحول کو خوفناک انداز میں روشن کر رکھا تھا اور پھر شہر میں کہیں کہیں ٹمٹماتے ہوئے بلب روشن ہونے لگے۔

"اوہ! ——— انتظامیہ نے ایمرجنسی بجلی گھروں سے رابطہ قائم کر لیا ہے ——— آؤ اب پولیس کاریں حاصل کرنا پڑیں گی ——— ہمیں ذرا لیبارٹری پہنچنا ہے" ——— کرنل ہیرخ نے کہا اور وہ سب تیزی سے پہاڑی سے نیچے اترتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد نیچے سڑک پر کرنل ہیرخ نے پولیس کاروں کے انچارج کو اپنا مخصوص کارڈ دکھا کر تین کاریں حاصل کر لیں اور وہ سب تیزی سے ایٹمی لیبارٹری کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

جیسے ہی ہیلی کاپٹر کے ہیڈز رسری کے اندر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے پلیٹ فارم پر جمے۔ سٹین گن بردار مسلح سپاہیوں نے ہیلی کاپٹر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔

کیپٹن شکیل نے بڑے اطمینان سے ہیلی کاپٹر کا انجن بند کیا اور پھر ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

"وہ مکینک کہاں ہے جس نے میرے سامنے مل کر خرابی دور کرنی ہے"؟ کیپٹن شکیل نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"چند لمحے انتظار کیجئے ——— ابھی آ رہا ہے" ——— ایک سپاہی نے مؤدبانہ مگر سخت لہجے میں جواب دیا۔

اور کیپٹن شکیل دروازے سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب عمران کا آئندہ اقدام کیا ہو گا ———؟ کیونکہ یہاں تو لوگ ضرورت سے زیادہ ہی چوکنے ہیں۔ اور جب تک لیبارٹری کے اندر نہ گھسا

جائے۔ لیبارٹری کی تباہی کا تصور ہی ناممکن ہے۔

ابھی اُسے ہیلی کاپٹر سے باہر آتے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ ایک نوجوان جس نے لیبارٹری کی مخصوص یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں بیگ اٹھائے تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"کیا خرابی ہے جناب ——" مکینک نے قریب آکر کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹرننگ راڈ میں گڑبڑ ہے" —— کیپٹن شکیل نے قدرے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ" —— مکینک نے کہا۔

اور اسی لمحے کیپٹن شکیل نے مڑ کر ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول دیا۔ مکینک نے پہلے بیگ اندر رکھا اور پھر اچھل کر ہیلی کاپٹر کے اندر داخل ہو گیا اسی لمحے کیپٹن شکیل کو ہلکی سی اوہ کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر اس کے پیچھے ہیلی کاپٹر میں داخل ہو گیا۔ اس نے مکینک کو عمران کے ہاتھوں میں جھولتا دیکھا تو اس نے پھرتی سے مڑ کر ہیلی کاپٹر کا دروازہ بند کر دیا۔

"تم اس کا بیگ کھول کر مرمت شروع کرو —— میں اپنی مرمت کرلوں" عمران نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے مکینک کا بیگ کھولا اور پھر خوامخواہ کی کھٹ پٹ شروع کر دی۔

ادھر عمران کے ہاتھ بڑی پھرتی سے چل رہے تھے۔ اس نے مکینک کی یونیفارم اتار کر اپنے لباس کے اوپر پہن لی اور سر پر وہ مخصوص ہیلمٹ پہن لیا جس کا ایک لیبارٹری کے اندر پہننا ضروری تھا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں پڑے ہوئے مکینک کی گردن پر دونوں ہاتھ جما دیئے اور اس وقت تک وہ دباتا چلا گیا جب تک کہ مکینک کی روح پرواز نہ کر گئی۔

پھر اس نے بڑی پھرتی سے اپنی جیکٹ کی اندرونی جیبوں سے میک اپ کی شیشیاں نکالیں اور اس کے ہاتھ اپنے چہرے پر چلنے لگ گئے ہیلی کاپٹر کے ایک بڑے ڈائل کے شیشے کو وہ شکل دیکھنے کے لئے استعمال کر رہا تھا اور تقریباً پانچ منٹ بعد وہ مکینک کی شکل و صورت اختیار کر چکا تھا۔ عمران نے ڈائل میں اپنی شکل دیکھ کر مطمئن انداز میں سر ہلا دیا اور پھر اٹھ کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے مکینک کی لاش کو گھسیٹ کر ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں ڈالا۔

اور پھر ہیلی کاپٹر کا ایک پرزہ کھولا اور کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب میں اس پرزے کی مرمت کے بہانے اندر جا رہا ہوں۔ تم یہیں ٹھہرنا —— میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد واپس آجاؤں —— ویسے اگر مجھے ایک گھنٹے سے زیادہ دیر ہو جائے تو تم پرواز کر جانا۔ اس پرزے کے بغیر بھی ہیلی کاپٹر اڑ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے —— مگر آپ اکیلے" —— کیپٹن شکیل نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

مگر عمران نے اُسے جواب دینے کی بجائے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا اور پھر اچھل کر نیچے آگیا۔ اس نے بیگ گھسیٹا اور پھر لیبارٹری کی طرف چل پڑا۔

"کیا بات ہے —— ٹھیک ہو گیا" —— ؟ ایک سپاہی نے آگے

بڑھ کر عمران کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! ۔۔۔ یہ پُرزہ کچھ زیادہ ہی خراب ہے ۔۔۔ اس لئے اسے اندر مشین پر ٹھیک کرنا ہوگا" ۔۔۔ عمران نے مکینک کے لہجے میں جواب دیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے اندر سے مکینک اور کیپٹن شکیل کی باتیں سُن چکا تھا اس لئے مکینک کا لہجہ اس کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔

"اوہ! ۔۔۔ میرے ساتھ آؤ ۔۔۔ میں پہلے کرنل مارگ سے بات کرلوں" سپاہی نے کہا اور پھر وہ عمران سے آگے آگے درختوں میں گھستا چلا گیا۔ اور عمران دل ہی دل میں ہنستا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔ کیونکہ اُسے تو خود لیبارٹری کے اندر جانے کے لئے رہنمائی کی ضرورت تھی۔

کافی دور تک درختوں کے درمیان گزرنے کے بعد وہ سپاہی ایک جھاڑی کے قریب رک گیا۔ یہ جھاڑی خاصے وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی تھی۔ سپاہی نے جھاڑی کے قریب جاکر اس کی ایک مخصوص ٹہنی کو پکڑ کر زور سے پہلے اپنی طرف کھینچا اور پھر اُسے دو تین بار مختلف سمتوں میں گھمایا۔ دوسرے لمحے سالم جھاڑی گھومنے والے تختے کی طرح ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔

اب جہاں جھاڑی تھی وہاں نیچے سیڑھیاں اتر رہی تھیں اور ایک کافی وسیع قسم کی سرنگ تھی۔

سپاہی سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ عمران بھی بڑے مطمئن انداز میں اس کے پیچھے تھا۔ اس بڑی سرنگ کا اختتام ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوا۔ یہ کمرہ سٹیل کا بنا ہوا تھا۔ اور ہر طرف سے مکمل طور پر بند تھا۔ سپاہی نے سرنگ کی طرف سے آنے والے دروازے کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا تو کمرے میں مدھم سی روشنی ہوگئی۔

"ڈونالڈ جناب" ۔۔۔ روشنی ہوتے ہی سپاہی نے قدرے جھک کر کہا۔

"کیا بات ہے ڈونالڈ ۔۔۔؟ کیا ہیلی کاپٹر درست ہوگیا" ۔۔۔؟ کمرے میں ایک کرخت سی آواز گونج اٹھی۔

"جناب! ۔۔۔ ایک پرزہ ہیلی کاپٹر میں ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ اُسے رائیڈنگ آپریٹ مشین پر درست کرنا ہوگا ۔۔۔ وہ پُرزہ میں ہمراہ لے آیا ہوں" ۔۔۔ ڈونالڈ کی بجائے عمران نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ہاتھ اوپر کر دیا جس میں اس نے پُرزہ پکڑا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اندر آجاؤ" ۔۔۔ دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آواز سنائی دی اور سپاہی سر ہلا کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی کمرے کا اکلوتا دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔ اور وہ کمرہ کسی لفٹ کی طرح تیزی سے نیچے اترنا شروع ہوگیا۔

تقریباً دو منٹ تک لفٹ نیچے اترتی رہی۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے رک گئی اور لفٹ رکتے ہی وہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور عمران بیگ اٹھائے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ دوبارہ ایک ٹنل نما سرنگ میں موجود تھا جس کے درمیان میں عجیب و غریب ساخت کے بلب تیزی سے جل بجھ رہے تھے۔

عمران ان بلبوں کی ساخت دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ ان میں سے نکلنے والی مخصوص لہریں انسانی خیالات کو پڑھ سکتی ہیں۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

کیونکہ اس سرنگ سے گزرنے والے آدمی کے خیالات چیک کئے جا رہے
تھے اور یہ چیکنگ کا جدید ترین نظام تھا۔ ظاہر ہے اس طرح آدمی لاشعوری
طور پر عریاں ہو جاتا تھا۔ مگر عمران نے اپنے ذہن سے سب باتیں
نکال کر پرزے کی مرمت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی
وہ بڑے اطمینان سے قدم اٹھاتے جا رہا تھا۔

جیسے ہی عمران سرنگ کے آخری سرے پر پہنچا۔ دیوار خود بخود ایک
طرف ہٹتی چلی گئی۔ اور عمران نے اپنے آپ کو ایک بڑے ہال کمرہ میں
موجود پایا۔

کمرے میں مختلف میزوں کے پیچھے مسلح باوردی سپاہی موجود تھے۔ کمرے
کے شمالی کونے میں ایک اور کمرہ تھا جو اپنی ساخت سے ساؤنڈ پروف
معلوم ہو رہا تھا۔ عمران ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ یہ کمرہ سیکورٹی چیف کرنل
مارگ کا دفتر ہے اور یہیں سے اصل لیبارٹری کے اندر جانے کا راستہ
ہو گا۔ اس لئے وہ مطمئن انداز میں اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے
دروازے کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور عمران اندر داخل
ہو گیا۔

یہاں ایک چھوٹی سی میز کے پیچھے ٹیکلا، آنکھوں اور انتہائی کرخت چہرے
کا مالک ایک ادھیڑ عمر مگر انتہائی مضبوط جسم کا آدمی موجود تھا۔

"کونسا پرزہ ہے کاسٹن"۔۔۔ عمران کے اندر داخل ہوتے ہی
میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے جو سیکورٹی چیف کرنل مارگ تھا
کرخت لہجے میں پوچھا۔

"یہ جناب"۔۔۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پرزہ بڑے مودبانہ

انداز میں اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

سیکورٹی چیف نے وہ چھوٹا سا پرزہ اٹھایا اور اسے غور سے دیکھنا
شروع کر دیا۔

"کیا خرابی ہے اس میں"۔۔۔ چند لمحوں بعد کرنل مارگ نے قدرے
کرخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب!۔۔۔ اس کی پن کا ڈیفرنشل اپ سیٹ ہو گیا ہے۔۔۔
اسے رائیڈنگ آپریٹ مشین پر درست کرنا ہو گا"۔۔۔ عمران نے بڑے
مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اور یہ مشین کونسے شعبے میں ہے"۔۔۔ کرنل مارگ نے پوچھا۔

"جناب!۔۔۔ یہ مشین مین شعبے میں ہے"۔۔۔ عمران نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ!۔۔۔ مین شعبے میں تو پروفیسر ڈیکن داخلے کی کسی صورت میں
اجازت نہیں دیگا"۔۔۔ کرنل مارگ نے چونکتے ہوئے کہا

"مجبوری ہے جناب!۔۔۔ صرف چند منٹ لگیں گے"۔۔۔ عمران
نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا دیکھو!۔۔۔ میں کوشش کرتا ہوں"۔۔۔ کرنل مارگ نے
کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز کے کنارے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا
دوسرے لمحے میز کی ٹاپ ایک کونے سے ہٹتی چلی گئی۔ وہاں ایک مخصوص ساخت
کا انٹرکام موجود تھا۔ کرنل مارگ نے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"یس"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"پروفیسر!۔۔۔ میں کرنل مارگ بول رہا ہوں۔۔۔ نئے آنے والا

ہیلی کاپٹر اچانک خراب ہو گیا ہے ——— میں نے مشینی شعبے کے ماہرین کارکن کارسٹن کو اس کی مرمت کے لئے بھیجا ہے ——— وہ ایک پرزہ لے آیا ہے ——— اس کا کہنا ہے کہ مین شعبے میں رائیڈنگ آپریٹ مشین پر ہی پرزہ مرمت ہو سکتا ہے ——— اگر آپ اجازت دیں تو" ——— کرنل مارگ کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

" اوہ! ——— ایسا نہیں ہو سکتا ——— اس شعبے میں کسی غیر کا داخلہ ناممکن ہے" ——— دوسری طرف سے پروفیسر نے انتہائی سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" میں سمجھتا ہوں جناب! ——— لیکن اگر ہیلی کاپٹر ٹھیک نہ ہوا تو غذائی سپلائی میں رکاوٹ مصیبت بن سکتی ہے ——— یہ خصوصی ہیلی کاپٹر منگوایا گیا تھا۔ ——— دوسرا ہیلی کاپٹر آنے میں دو روز لگ سکتے ہیں۔ اس لئے مجبوری ہے ——— کارسٹن قابل اعتماد آدمی ہے ——— اور اگر آپ مزید حفاظت چاہتے ہیں تو میں خود اس کے ساتھ رہنے کے لئے تیار ہوں" ——— کرنل مارگ نے جواب دیا۔

" اوہ! ——— تب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" ——— دوسری طرف سے پروفیسر نے کہا۔

اور پھر کرنل مارگ نے بٹن آف کر دیا اور پھر میز کے کنارے کا بٹن دبا کر ٹاپ برابر کر دی۔

" آؤ کارسٹن! ——— کام بن گیا" ——— مارگ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی کرسی ایک طرف ہٹائی اور فرش پر زور زور سے تین بار مخصوص انداز میں پیر مارا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد فرش کا ایک

چوکور حصہ اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں کرنل مارگ نے اپنی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ عمران دل ہی دل میں اس انتظام پر ہنس پڑا کیونکہ بظاہر انتظام بے حد مکمل تھا مگر عمران سوچ رہا تھا کہ اگر کرنل مارگ کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دشمن کو جس کے لئے اتنا پیچیدہ دفاعی نظام بنایا گیا ہے خود ہی ساتھ لے جا رہا ہے تو اس کا کیا حال ہو گا؟

اس چوکور ٹکڑے میں لوہے کی سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ پہلے کرنل مارگ نیچے اترا اور پھر اس کے پیچھے عمران بھی نیچے اتر گیا۔

اب وہ ایک بہت بڑے ہال میں تھے جہاں نازک اور انتہائی جدید مشینری موجود تھی اور سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اتنی جدید اور مکمل لیبارٹری دیکھ کر عمران کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ واقعی اسرائیل نے کثیر سرمایہ خرچ کر کے اس قدر جدید لیبارٹری قائم کی تھی۔

اس ہال سے گزر کر وہ ایک اور راہداری میں پہنچے اور پھر راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوا جہاں باہر رکھے مائیک پر کرنل مارگ نے پروفیسر سے بات کی اور دروازہ کھل گیا۔ یہ پہلے سے بھی بڑا ہال تھا جس میں ایٹم بم اور میزائلوں پر جدید ترین ریسرچ کا کام ہو رہا تھا۔

عمران نے اندر داخل ہوتے ہی ایک کونے میں موجود وہ مخصوص مشین دیکھ لی جس کا نام اس نے لیا تھا۔ چنانچہ مارگ کو لئے ہوئے وہ اس مشین کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ مشین بند تھی اور اس مشین کا مقصد فوری طور پر کسی نازک پرزے کی مرمت تھی اور یہ آٹومیٹک تھی اس لئے اس پر کوئی آپریٹر کام نہ کر رہا تھا۔

" کونسی مشین ہے " ____ ؟ مارگ نے پوچھا۔

" وہ سامنے کونے میں " ____ عمران نے جواب دیا اور مارگ اس مشین کی طرف چل پڑا۔ عمران اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

" چلو جلدی کرو ____ ہمیں فوراً واپس جانا ہے " ____ مارگ نے مشین کے قریب پہنچ کر کہا۔

" لائیے ! ____ وہ پرزہ دیجئے " ____ عمران نے مارگ کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

" کیا کہا ____ پرزہ ____ وہ تو میں نے تمہیں واپس کر دیا تھا " ____ مارگ نے چونک کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں شبہ کی پرچھائیاں امڈ آئی تھیں۔

" نہیں جناب ! ____ وہ آپ کے پاس تھا ____ آپ اسے دیکھ رہے تھے ____ شائد آپ کی جیب میں ہو " ____ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔

اور مارگ نے تیزی سے اپنی جیبیں چیک کرنی شروع کر دیں۔ مگر وہاں پرزہ ہوتا تو ملتا۔ پرزہ تو عمران وہیں میز کے کنارے پر رکھ آیا تھا۔

" تم دیکھو ____ شائد تمہاری جیب میں ہو " ____ مارگ نے کہا اور عمران نے اپنی جیبیں الٹ کر دکھا دیں۔

" وہ سر میز پر رہ گیا ہے ____ میں سمجھا کہ آپ اٹھا لائے ہیں آپ یہاں رکیں ____ میں لے آتا ہوں " ____ عمران نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

" نہیں ! ____ تم یہیں ٹھہرو ____ مگر یہاں ستون کے پاس ____ میں خود لے آتا ہوں " ____ مارگ نے تیز لہجے میں کہا۔ یہ جواب عمران کی توقع کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ عمران سیکورٹی انچارج ٹائپ کے لوگوں کی نفسیات اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اگر عمران خود جانے کی بات نہ کرتا تو مارگ یقیناً اسے ہی بھیجتا۔

" ٹھیک ہے سر ! ____ جیسے آپ کی مرضی " ____ عمران نے جواب دیا اور دو قدم اٹھا کر ستون کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اور مارگ تیزی سے واپس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی مارگ دروازے میں غائب ہوا۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف تھا۔ عمران نے پھرتی سے یونیفارم کے بٹن کھولے اور اندر جیکٹ تک ہاتھ لے گیا۔

چند لمحوں بعد جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں وہی چپٹا مگر مختصر سا وائرلیس بم موجود تھا۔ اس نے دو قدم مشین کی طرف اٹھائے اور پھر مشین کے نچلے حصے میں وہ بم ایک درز میں داخل کر دیا۔ انگلی کی ٹھوکر لگنے سے وہ بم اندر کھسک گیا۔ اب باہر سے وہ نظر نہ آ رہا تھا۔ اور عمران چونکہ اس مشین کی ساخت جانتا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ اب بم محفوظ ہے۔ وہ واپس ستون کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے یونیفارم کے بٹن بند کر دیئے۔

تقریباً دس منٹ بعد مارگ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں وہ پرزہ موجود تھا۔ اس نے تیز نظروں سے عمران کی طرف دیکھا مگر عمران بڑے مطمئن انداز میں ستون کے قریب کھڑا تھا۔

" یہ لو ____ اور جلدی کرو ____ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے " ____ مارگ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"صرف دو منٹ کا کام ہے جناب" ——— عمران نے کہا اور مشین کی طرف بڑھ گیا۔

مارگ اس کے سر پر سوار تھا مگر عمران نے جو کام کرنا تھا، وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس لئے اس نے بڑے مطمئن انداز میں مشین کو سٹارٹ کیا اور پھر اس پرزے کو بظاہر ٹھیک کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً دو منٹ بعد اس نے پرزے کو بغور دیکھا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

"یہ ٹھیک ہو گیا جناب" ——— عمران نے مشین کا بٹن آف کرتے ہوئے مارگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اتنی جلدی" ——— کرنل مارگ نے چونک کر کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

"یہ انتہائی جدید ترین مشین ہے جناب" ——— عمران نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ——— آؤ میرے ساتھ" ——— مارگ نے کہا اور پھر وہ عمران کو اپنے ہمراہ لئے واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اسی راستے سے واپس جاتے ہوئے جب عمران اور کرنل مارگ سیکورٹی چیف کے کمرے میں پہنچے تو وہاں میجر ہیرس اور کرنل ہمبرخ موجود تھے۔

"اوہ کرنل ——— تم آ گئے" ——— مارگ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں! ——— میرے باقی ساتھی باہر ہال میں ہیں ——— مگر یہ ہیلی کاپٹر نرسری میں کیوں موجود ہے ———؟" کرنل ہمبرخ نے بغور عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کرنل مارگ سے پوچھا۔

"ہیلی کاپٹر میں پرواز کے دوران خرابی پیدا ہو گئی تھی ——— چنانچہ میں نے یہاں پائلٹ کو ہیلی کاپٹر اتارنے کی اجازت دے دی اور پھر لیبارٹری کا قابل اعتماد مکینک کارسٹن کو اس کی امداد کے لئے بھیجا گیا۔ کارسٹن نے چیک کیا تو ایک پرزہ خراب تھا ——— وہ پرزہ مین شعبے کی مشین پر ٹھیک ہو سکتا تھا ——— چنانچہ میں اس کے ساتھ گیا اور یہ پرزہ ٹھیک ہو گیا ہے ——— اب یہ جا کر وہ پرزہ فٹ کر دیگا اور پائلٹ پرواز کر جائے گا" ——— کرنل مارگ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جس قابل اعتماد کارکن کو تم نے بھیجا تھا وہی واپس آیا ہے" ———؟ کرنل ہمبرخ کے لہجے میں شک کا عنصر نمایاں تھا۔

"کیا مطلب ———؟ کیا یہ کارسٹن نہیں ہے" ———؟ کرنل مارگ نے چونک کر کہا۔

اور اسی لمحے میجر ہیرس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

عمران بڑے اطمینان سے کھڑا تھا کیونکہ اُسے علم تھا کہ وہ اس کا میک اَپ چیک نہ کر سکیں گے۔ اس لئے لامحالہ انہیں یقین کرنا پڑے گا کہ وہی کارسٹن ہے۔

"ہو سکتا ہے نہ ہو ——— اس کے میک اَپ میں مجرم ہو" ——— کرنل ہمبرخ نے سخت لہجے میں کہا۔

"مگر ———" کرنل مارگ نے کچھ کہنا چاہا۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ——— ہم اس کا میک اَپ چیک کر لیتے ہیں

اگر یہ کارسٹن ہے تو ظاہر ہے اس کے چہرے پر کوئی میک اپ نہ ہوگا
اور اگر یہ مجرم ہے تو ظاہر ہو جائے گا"۔۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے ہاتھ
اٹھا کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔۔۔ آؤ باہر ہال میں چلیں تاکہ سب کو پتہ چل سکے
کہ کیا کارروائی ہو رہی ہے"۔۔۔۔ کرنل مارگ نے قدرے ناگوار
لہجے میں کہا۔ اُسے شاید اپنے سیکورٹی اختیارات میں کرنل ہیمرخ کی مداخلت
پسند نہ تھی مگر ایمرجنسی آرڈرز کی وجہ سے مجبور تھا۔

"جناب! ۔۔۔ آپ خوامخواہ مجھ پر شک کر رہے ہیں ۔۔۔ میں اصل
کارسٹن ہوں"۔۔۔۔ عمران نے کمرے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے ۔۔۔۔ میں کوئی رسک نہیں لے سکتا ۔۔۔ پہلے
بھی ہم ایٹمی بجلی گھر میں مار کھا چکے ہیں"۔۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے انتہائی
تلخ لہجے میں کہا۔

وہ جیسے ہی ہال میں آئے، کرنل ہیمرخ کے ساتھیوں نے میجر ہیرس
کو عمران پر ریوالور تانے دیکھا تو ان سب نے بھی ریوالور نکال لئے اور ان
کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

"ایمونیا کی بوتل اور تولیہ لے آؤ"۔۔۔۔ کرنل مارگ نے اپنے ایک
ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں! ۔۔۔ ایمونیا کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ صرف سادہ پانی
لے آؤ"۔۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اور اسی لمحے عمران چونک پڑا۔ اب تک وہ صرف میک اپ کی وجہ
سے مطمئن تھا۔ مگر اب کرنل ہیمرخ کے ایمونیا کی بجائے سادہ پانی طلب

کرنے نے چونکا دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے میک اپ کا راز فاش ہو گیا ہے۔
اور ظاہر ہے کہ وہ اصل کارسٹن نہیں تھا۔ اس لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ
نہ تھا کہ وہ فوری ایکشن میں آ جاتے۔ مگر دس پستولوں اور سولہ آدمیوں
کی موجودگی میں جب کہ باہر جانے کا راستہ بھی بند تھا۔ اُسے اپنی موت کے
سوا اور کوئی چارہ نظر نہ آ رہا تھا۔ اس کا ذہن فوری طور پر یہاں سے بچ
نکلنے کا پلان سوچنے لگا۔ مگر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ موت اور بے بسی
کا اندھیرا۔ وہ بُری طرح پھنس چکا تھا۔

کرنل ڈیوڈ کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ وہ جن مجرموں سے بچانے کے
لئے پریذیڈنٹ ہاؤس آیا تھا۔ وہ مجرم پہلے ہی صدر مملکت کے پاس پہنچ چکے
ہیں اور فوری حفاظتی نظام بھی بے کار ہو چکا ہے اور مجرم صدر مملکت کو یرغمالی
بنا چکے ہیں تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

مجرموں نے انتہائی ہوشیاری سے کام لیا تھا کہ صدر مملکت کو یرغمال
بنا لیا تھا۔ اب ظاہر ہے وہ صدر مملکت کی زندگی داؤ پر نہ لگا سکتا تھا مگر اُسے
کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا۔ صدر مملکت کو بھی بچانا تھا اور مجرموں کو بھی زندہ یا مردہ

گرفتار کرنا تھا۔ مگر کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

اس وقت وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سیکورٹی آپریشن روم میں موجود تھے اور دیوار پر لگی ہوئی سکرین پر مجرم اور صدر مملکت صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ اس وقت نیچے تہہ خانوں میں تھے اور ان کا ارادہ اوپر آنے کا تھا۔

"کیا کریں ——— ؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ——— ہمیں ہر حالت میں کوئی صورت نکالنی پڑے گی" ——— کرنل ڈیوڈ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"سر! ——— ایک تجویز ہے ——— اگر مجرموں اور صدر مملکت کو ریسٹ ونگ سے اوپر لایا جائے ——— ریسٹ ونگ میں ایک جگہ ایک ایسا سسٹم ہے کہ وہاں مجرموں اور صدر کے درمیان بلٹ پروف دیوار کھڑی کی جا سکتی ہے ——— مگر اس کے لئے شرط ہے کہ عین اس جگہ پر صدر مملکت یکدم ایک قدم تیزی سے آگے بڑھا دیں" ——— پاس کھڑے ہاؤس سیکورٹی چیف نے کہا۔

"اوہ! ——— اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں ضرور یہ اقدام کرنا چاہیئے ——— میں لاؤڈ سپیکر پر صدر مملکت سے سپیشل کوڈ میں بات کروں گا ——— یہ کوڈ صرف ریڈ آرمی ——— جی، پی، فائیو ——— اور صدر مملکت کے درمیان طے شدہ ہے ——— ظاہر ہے مجرم اس سے ناواقف ہوں گے ——— مگر پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ جگہ کہاں ہے تاکہ میں صدر مملکت کو بتا سکوں" ——— کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"صرف پارس پتھر کہہ دینا کافی ہے ——— صدر مملکت جانتے ہیں ان کے مشورے سے ہی یہ سیٹ اپ کیا گیا تھا" ——— سیکورٹی چیف نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر اس نے مشین کا ایک بٹن آن کیا۔ اب اس کی آواز صدر مملکت تک پہنچ سکتی تھی۔

"جناب صدر! ——— میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں ——— آپ مجرموں سے مکمل اور بھرپور تعاون کریں ——— ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ آپ کو نقصان پہنچا دیں ——— بہرحال ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو مجرموں سے چھٹکارہ دلا دیں۔ لیکن سب کچھ انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے ہونا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پارس پتھر سے زیادہ قیمتی آپ کی زندگی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے" کرنل ڈیوڈ نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر دیا۔

"اوہ! ——— یہ کیسا کوڈ ہے ——— سیدھی سادھی بات کی ہے آپ نے" ——— ہاؤس سیکورٹی چیف نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تو آپ کا کیا خیال تھا کہ میں نے کوئی لاطینی زبان بولنی تھی ——— اگر میں ایسا کرتا تو مجرم ہوشیار ہو جاتے" ——— کرنل ڈیوڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— آپ کا کوڈ صدر مملکت نے سمجھ لیا ہے اور وہ ریسٹ ونگ کی طرف گھوم رہے ہیں" ——— سیکورٹی چیف نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"تو پھر تم تیار ہو جاؤ ——— جیسے ہی صدر مملکت وہ جگہ پار کریں۔ بلٹ پروف دیوار کھڑی ہو جائے ——— سوچ لو ——— اگر ذرا سی بھی غفلت ہو گئی تو ہمیں صدر کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے" ——— کرنل ڈیوڈ نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں" ـــــ سیکورٹی چیف نے کہا اور پھر وہ کونے میں رکھی ہوئی ایک مشین کی طرف بڑھ گیا۔
اس نے مشین کا بٹن آن کیا اور پھر ایک سرخ رنگ کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی تیز نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔
مجرم صدر مملکت کو آگے آگے لئے بڑے اطمینان سے ایک تنگ سی راہداری میں سے گزر رہے تھے۔ اس راہداری کے آخر میں لفٹ تھی جو ان تہہ خانوں سے اوپر آنے کا ذریعہ تھی۔
کرنل ڈیوڈ کی نظریں بھی سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا دل بری طرح کانپ رہا تھا کیونکہ معمولی سی غفلت سے بہت بڑا نقصان ہونے کا اندیشہ تھا۔
صدر مملکت چلتے چلتے اچانک اچھلے اور انہوں نے ایک قدم تیزی سے آگے بڑھا اور عین اسی لمحے سیکورٹی چیف نے انتہائی پھرتی سے ہینڈل کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے کرنل ڈیوڈ نے ایک ٹرانسپیرنٹ دیوار صدر اور مجرموں کے درمیان بجلی کے جھماکے کی طرح حائل ہوتی دیکھی۔
"وہ مارا ــــ اب میں دیکھوں گا کہ مجرم کہاں جاتے ہیں" ــــ کرنل ڈیوڈ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکل گیا۔

عمران بظاہر تو بڑے اطمینان بھرے انداز میں چاروں طرف سے گھرا کھڑا تھا۔ مگر اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اسے ہر قیمت پر نہ صرف خود باہر نکلنا تھا بلکہ کیپٹن شکیل کو بھی ہیلی کاپٹر سمیت ساتھ لے جانا تھا تاکہ وائرلیس آپریٹنگ مشین کے ذریعے لیبارٹری کو اڑایا جاسکے مگر سچویشن کچھ ایسی ہو چکی تھی کہ بظاہر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ سادہ پانی پہنچتا۔ عمران کے ریڈی میڈ ذہن نے بچاؤ کی ایک ترکیب نکال ہی لی۔ گو اس میں خطرے کے ففٹی ففٹی چانس تھے مگر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔
کرنل ہیرخ عمران کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ اور عمران کے پیچھے چند قدم پر دیوار تھی۔
"جلدی پانی لے آؤ" ــــ کرنل ہیرخ نے مڑ کر تیز لہجے میں کہا اور پھر جیسے ہی وہ مڑا، عمران بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آگیا۔ اس نے

انتہائی پھرتی سے کرنل ہیمرخ پر جھپٹا اور اپنا ایک بازو اس کے گلے اور دوسرا اس کی کمر کے گرد لپیٹتا ہوا وہ تیزی سے قدم پیچھے ہٹاتا دیوار کے ساتھ جا کر لگ گیا۔

" خبردار! ——— اگر کسی نے حرکت کی تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا" ——— عمران نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کرنل ہیمرخ کے گلے میں حمائل بازو کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔

کرنل ہیمرخ نے طاقت کے زور پر اپنے آپ کو عمران کی گرفت سے علیحدہ کرنا چاہا مگر اس وقت تو عمران کی اپنی زندگی داؤ پر لگی ہوئی تھی اس لئے ظاہر ہے کہ کرنل ہیمرخ کی کوشش ناکام ہی ہونی تھی۔

ایک لمحے کے لئے تو ہال میں موجود سب لوگ حیرت سے بت بنے کھڑے رہے۔ مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے عمران کی طرف جھپٹے۔

" رک جاؤ ورنہ " ——— عمران نے بازو کو ایک اور جھٹکا دیا اور کرنل ہیمرخ کے منہ سے خرخراہٹ کی تیز آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کا چہرہ گردن پر شدید دباؤ کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

اور پھر کرنل ہیمرخ کی حالت دیکھ کر وہ سب رک گئے۔

" اپنے اپنے پستول نیچے پھینک دو ——— جلدی کرو" ——— عمران نے چیخ کر کہا۔

" تم ——— تم یہاں سے نکل نہیں سکتے ——— کمینے ——— بدمعاش" ——— کرنل مارگ نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔ مگر اس کے بولنے سے پہلے ہی عمران بڑی پھرتی سے کرنل ہیمرخ کی کمر والا ہاتھ ہٹا کر کرنل کی جیب سے ریوالور نکال چکا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی کرنل مارگ چیخا، عمران نے

کرنل ہیمرخ کی کمر کے گرد بازو لپیٹے لپیٹے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ اور گولی ٹھیک کرنل مارگ کے کھلے ہوئے حلق میں گھستی چلی گئی اور وہ الٹ کر پیچھے فرش پر جا گرا۔

" میری فکر مت کرو ——— اسے گولی مار دو" ——— اچانک کرنل ہیمرخ نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ اس کے ساتھی کوئی حرکت کرتے، عمران نے اچانک کرنل ہیمرخ کو ایک طرف دھکیلا اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔

اس ستون کی پشت پر کوئی سپاہی موجود نہ تھا۔ اس لئے عمران نے ستون کی آڑ میں ہوتے ہی تیزی سے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے کمرہ چیخوں اور گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ دو سپاہی عمران کا شکار ہو چکے تھے۔ مگر باقیوں نے بڑی پھرتی سے اور انتہائی منجھے ہوئے انداز میں کوئی نہ کوئی آڑ لے لی۔ مگر ان سب کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ریوالوروں کا رخ عمران کی طرف ہی تھا اور عمران بری طرح پھنسا ہوا تھا اس کے ریوالور میں پانچ گولیاں باقی رہ گئی تھیں اور کمرے میں دس سے زیادہ مسلح افراد موجود تھے اور باہر نکلنے والے راستے کو کھولنے کا عمران کو علم تک نہ تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس کا یہاں سے زندہ باہر نکل جانا محال تھا۔

مگر اس کے باوجود اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے اس کا ذہن تیزی سے کوئی لائحہ عمل سوچ رہا تھا۔

" ریوالور پھینک کر سامنے آ جاؤ ——— تم اب یہاں سے زندہ نہیں

نکل سکتے" ــــــ اچانک کرنل ہیرنج کی آواز گونجی۔

اور اسی لمحے عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ کرنل ہیرنج کی آواز سے ہی وہ سمجھ گیا کہ کرنل ہیرنج ایک ستون کی آڑ میں موجود ہے۔ گولی ٹھیک ستون پر پڑی اور ٹریگر دباتے ہی عمران نے اچانک زخمی چیتے کی سی چھلانگ لگائی اور وہ تقریباً اڑتا ہوا اس کمرے کے دروازے سے ٹکرا کر اندر جا گرا جو کرنل مارگ کا دفتر تھا۔ اس پر چلائی جانے والی گولیاں صرف ایک لمحے بعد دروازے پر بوچھاڑ کی صورت میں پڑیں۔ مگر عمران اپنی پھرتی کی وجہ سے ان کی زد سے بچ نکلا تھا۔

کمرے کے اندر گرتے ہی عمران پھرتی سے اٹھا اور اس نے دروازے کی چٹخنی لگا دی۔

"کون ہو تم" ــــــ اچانک اس کی پشت پر سے ایک آواز گونجی اور عمران سانپ کی سی تیزی سے پلٹا۔ نیچے جاتی ہوئی سیڑھیوں پر ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا۔ مگر کھوپڑی کے گرد سفید بالوں کی جھالر سی تھی۔ البتہ اس کی صحت خاصی اچھی تھی۔ اس کا آدھا جسم سیڑھیوں والے سوراخ سے باہر اور آدھا اندر تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"اوہ پروفیسر ڈکسن آپ" ــــــ عمران نے چونک کر کہا۔ اس نے صرف ٹیلیفون پر پروفیسر ڈکسن کی آواز سنی تھی اس لئے اس کے بولتے ہی عمران چونک پڑا تھا۔

"ہاں! ــــ مگر یہ کیا ہو رہا ہے" ــــ پروفیسر ڈکسن نے قدم باہر رکھتے ہوئے پوچھا۔

اور اسی لمحے عمران نے اچھل کر پروفیسر کو بازو سے پکڑا اور دوسرے

لمحے گھماتے ہوئے اس نے اسے اپنے سامنے کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور پروفیسر کی کمر سے لگ گیا۔

"خبردار! ــــ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ــــ عمران نے زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"م ــــ مگر" ــــ پروفیسر نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اس کی آواز دروازے پر لگنے والی زوردار ضرب کے دھماکے میں دب گئی۔ دروازہ توڑنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

"خبردار! ــــ پروفیسر ڈکسن میرے قبضے میں ہے ــ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں اسے گولی مار دوں گا" ــــ عمران نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی دروازے پر لگنے والی ضربیں بند ہو گئیں۔

"چلو باہر" ــــ عمران نے پروفیسر کو دھکیلتے ہوئے کہا اور پروفیسر خوف سے کانپتا ہوا آگے بڑھا۔

"پروفیسر دروازہ کھول رہا ہے اور میں اس کے پیچھے موجود ہوں ــــ سامنے سے ہٹ جاؤ ــــ ورنہ میں اسے گولی مار دوں گا" ــــ عمران نے ایک بار پھر چیخ کر کہا۔

اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے دروازے کی چٹخنی کھول دی۔

"پروفیسر کو کچھ مت کہنا ــــ ہم سامنے نہیں ہیں" ــــ اچانک دوسری طرف سے کرنل ہیرنج کی آواز سنائی دی۔

عمران نے پروفیسر کو دروازے سے باہر دھکیلا اور خود بھی اس کے ساتھ چلتا ہوا باہر آ گیا۔ ہال میں موجود تمام مسلح سپاہی واقعی ایک طرف سمٹے ہوئے تھے۔

عمران سمجھ گیا تھا کہ پروفیسر ڈکن ہی اس ایٹمک لیبارٹری کا انچارج ہے اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پروفیسر ڈکن ہی اسرائیل کے ایٹمی پروگرام کا رُوحِ رواں ہے۔ اور یہ پروفیسر ہی تھا جس کی وجہ سے اسرائیل ایٹمک ریسرچ میں اس قدر آگے بڑھ گیا تھا۔ اب قدرت نے یہ موقع خود ہی اُسے مہیا کر دیا تھا کہ وہ پروفیسر ڈکن کی آڑ میں لیبارٹری سے نکل سکے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پروفیسر کی زندگی اسرائیل کے نزدیک کتنی قیمتی ہے۔

"سنو کرنل ہیمرخ! ——— میری جیب میں ایک طاقتور بم ہے جس پر ذرا سا دباؤ پڑنے سے یہ پوری لیبارٹری بھک سے اڑ جائے گی ——— میں اس بم کو لیبارٹری میں کسی خفیہ جگہ پر رکھنا چاہتا تھا مگر مجھے موقع نہ مل سکا۔ اب میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے یہاں سے زندہ نکل جانے دو ——— ورنہ دوسری صورت میں میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گا ——— اور پروفیسر ڈکن سمیت یہ پوری لیبارٹری ایک دھماکے سے اڑ جائے گی" ——— عمران نے باہر آتے ہی چیخ کر کہا۔

"اسے کچھ مت کہنا ——— اسے باہر جانے دو" ——— پروفیسر ڈکن نے خوف سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— تم باہر جا سکتے ہو" ——— کرنل ہیمرخ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ مجرم اپنی جان کے خوف سے لیبارٹری کو تباہ نہیں کرنا چاہتا۔ ایک بار مجرم باہر نکل جائے تاکہ لیبارٹری محفوظ ہو جائے۔ باہر مجرم سے آسانی سے نپٹا جا سکتا ہے۔

"تو باہر جانے کا راستہ کھولو ——— اور سنو! ——— کوئی شرارت نہ ہو" ——— عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"راستہ کھولنے کا بٹن کمرے کے اندر ہے" ——— کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"تو جاؤ کھولو" ——— عمران نے پروفیسر کو ایک طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

دوسرے لمحے کرنل ہیمرخ تیزی سے کمرے کے اندر داخل ہوا اور پھر چند لمحوں بعد سامنے ہال کے درمیان سے دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی اور اب وہاں وہی مخصوص سرنگ موجود تھی۔

عمران نے بڑی پھرتی سے پروفیسر کی گردن میں بازو ڈالا اور پھر اُسے گھسیٹتا ہوا سرنگ میں لیتا چلا گیا۔ اس نے ہال کی طرف پروفیسر کو رکھا تھا اور خود اُس کے پیچھے تھا۔ اسی طرح الٹے پاؤں چلتا ہوا وہ تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

کرنل ہیمرخ اپنے ساتھیوں سمیت دروازے پر ہی کھڑا رہا۔ مگر اس وقت تک عمران لفٹ میں پہنچ چکا تھا جو اوپر جاتی تھی۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی لفٹ تیزی سے اوپر چڑھنے لگی۔

اور اسی طرح تھوڑی دیر بعد عمران پروفیسر سمیت صحیح سلامت لیبارٹری سے باہر آ گیا۔

باہر بے شمار مسلح افراد سٹین گنیں تھامے موجود تھے۔ مگر شاید انہیں کرنل ہیمرخ نے ہدایات دے دی تھیں کہ وہ کوئی مداخلت نہ کریں۔ اس لئے عمران اسی طرح پروفیسر کو گھسیٹتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی عمران ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچا۔ کرنل ہیمرخ بھی اپنے ساتھیوں سمیت دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ ان سب نے عمران اور پروفیسر کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔

ہیلی کاپٹر کے دروازے پر کیپٹن شکیل کھڑا تھا۔ اس نے جب عمران کو اس

انداز میں آتے دیکھا تو وہ تیزی سے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اس پر چڑھنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ کرنل ہیمرخ چونکہ اُسے اپنا ہی ساتھی سمجھ رہا تھا اس لئے اس نے لیبارٹری کے اندر سے ہی اُسے ہدایات بھیج دی تھیں کہ جیسے ہی مجرم پروفیسر سمیت ہیلی کاپٹر میں داخل ہو، وہ اچانک پروفیسر کو باہر دھکیل دے اور مجرم پر قابو پالے۔ کیونکہ کرنل ہیمرخ کے خیال میں مجرم نے ابھی ہیلی کاپٹر میں پرزہ فٹ کرنا تھا۔

عمران کے ہیلی کاپٹر تک پہنچنے سے پہلے ہی کرنل ہیمرخ کی ہدایات ایک سپاہی کی معرفت کیپٹن شکیل تک پہنچ چکی تھیں۔ اور کیپٹن شکیل نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ان کی ہدایات پر پوری طرح عمل کریگا۔ اس لئے جیسے ہی عمران اور پروفیسر ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچے، کیپٹن شکیل اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔

عمران ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچتے ہی ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے پروفیسر کے گلے سے بازو نکالا اور اچھل کر ہیلی کاپٹر میں چڑھ گیا۔ پروفیسر نے آزاد ہوتے ہی غوطہ مار کر بھاگنے کی کوشش کی مگر عمران اس کی طرف سے غافل نہ تھا۔ اس لئے اوپر چڑھتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے جھکا اور دوسرے لمحے پروفیسر کی گردن اس کے دونوں ہاتھوں میں تھی اس نے پروفیسر کو گردن سے پکڑ کر یوں اوپر اٹھا لیا جیسے بچہ کسی کھلونے کو اٹھاتا ہے۔ دوسرے لمحے پروفیسر بھی عمران کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا۔ کیپٹن شکیل پہلے ہی پائلٹ سیٹ پر تیار بیٹھا تھا۔ جیسے ہی پروفیسر اندر آیا۔ اس نے انجن سٹارٹ کیا اور دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر ایک جھٹکے سے فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

پروفیسر کی وجہ سے مسلح سپاہیوں نے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کرنے کی

کوشش ہی نہ کی اور یہی عمران چاہتا تھا۔

"تت ——— تم مجھے کہاں لے جاؤ گے" ——— ؟ پروفیسر نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"فی الحال تو تم ہمارے ساتھ ہو ——— آگے چل کر تمہارے متعلق سوچوں گا" ——— عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر میں موجود ایک رسی اٹھا کر پروفیسر کے ہاتھ اس کی پشت پر اچھی طرح باندھ دیئے۔ پھر پروفیسر کو ایک نشست پر دھکیل کر اس نے ریوالور جیب میں ڈالا اور تیزی سے ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے کی طرف بڑھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے وہاں پڑا ہوا وہ بیگ اٹھایا جو وہ اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اس نے بیگ کھول کر اس میں سے وائرلیس آپریشن مشین باہر نکال لی۔

"کس طرف چلنا ہے" ——— ؟ اسی لمحے کیپٹن شکیل نے پوچھا وہ اب خاصی بلندی پر آ چکا تھا۔

"ہوائی اڈے کی طرف چلو ——— صفدر وغیرہ وہاں پہنچ چکے ہوں گے" ——— عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ وائرلیس آپریشن مشین اس کے ہاتھ میں تھی۔

"پروفیسر ڈنکن! ——— اپنی لیبارٹری کی تباہی کا تصور کر لو ——— میں اب بٹن دبانے والا ہوں" ——— عمران نے وائرلیس آپریشن مشین پروفیسر کی نظروں کے سامنے سنبھالتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— اوہ تم التماس کرو ——— یہ لیبارٹری ایٹمی ہے ——— اس کی تباہی سے ایٹمی تابکاری پھیلے گی اور پورا اسرائیل تباہ ہو جائے گا۔ بچے بوڑھے ——— عورتیں اور مرد ——— سب مر جائیں گے" ——— پروفیسر کا

چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"مجھے سمجھ نہ سمجھو پروفیسر! ـــــ تم سے زیادہ میں ایٹمک لیبارٹری کی ساخت سمجھتا ہوں ـــــ ایٹمی لیبارٹری بناتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ اگر اس کے اندر موجود ایٹم بم یا دیگر تابکاری مشینیں پھٹیں تو اس کے اثرات باہر کی دنیا پر نہ پڑیں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کے اوپر لگے ہوئے ہینڈل کو پوری قوت سے دبا دیا۔

دوسرے لمحے انہیں دور نیچے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی اور پھر نیچے یوں شعلے چمکنے لگے۔ جیسے کوئی بہت بڑا الاؤ جلا دیا گیا ہو۔

"اوہ! ـــ تم نے اسرائیل کو تباہ کر دیا ـــ تم نے تباہ کر دیا" ـــ پروفیسر نے لرزتے ہوئے کہا اور پھر وہ بے ہوش ہو کر سیٹ سے نیچے لڑھک گیا۔

"اسرائیل نے بھی تو فلسطینیوں کو تباہ کر رکھا ہے ـــ تم بھی تو بھگتو" عمران نے بڑے طنزیہ انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مشین ایک طرف پھینک دی۔

"ہوائی اڈے پر ہم پہنچنے والے ہیں ـــ" اچانک کیپٹن شکیل نے کہا اور عمران نے پھرتی سے جیب سے لانگ رینج مخصوص ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ وہ صفدر سے رابطہ قائم کر کے تازہ ترین صورتحال معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پروگرام کے مطابق صفدر اور اس کے ساتھی صدر مملکت کو اغوا کر کے ہوائی اڈے پر پہنچ چکے ہوں گے۔ اب اسے کیا معلوم تھا کہ ان غریبوں پر کیا گزر رہی ہے۔

صدر مملکت کو کمرے سے باہر نکال کر وہ ایک راہداری میں پہنچ گئے۔

"ہمیں اوپر لے چلو ـــ ہم تمہارے سمیت پریذیڈنٹ ہاؤس سے باہر نکلنا چاہتے ہیں" ـــ صفدر نے ریوالور کی نال سے صدر کی پشت کو ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ مت کہو ـــ میں پورا تعاون کروں گا" ـــ صدر مملکت نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور وہ سب صدر کے پیچھے چلتے ہوئے راہداری سے گزرتے چلے گئے۔

ابھی وہ راہداری کے درمیان پہنچے تھے کہ اچانک ایک آواز راہداری میں گونج اٹھی۔

"جناب صدر! ـــ میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں ـــ آپ مجرموں سے مکمل اور بھرپور تعاون کریں ـــ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ آپ کو نقصان پہنچا دیں ـــ بہرحال ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو مجرموں سے چھٹکارا دلا دیں۔

لیکن سب کچھ انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے ہونا چاہئے ——— کہیں ایسا نہ ہو کہ پارس پتھر سے زیادہ قیمتی آپ کی زندگی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے“ ——— اور پھر آواز آنا بند ہو گئی۔

”کرنل ڈیوڈ سمجھدار ہے ——— اس لئے بہتر ہے کہ تم اس کی ہدایات پر عمل کرو“ ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے“ ——— صدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر راہداری کے اس سرے پر پہنچتے ہی جہاں سے مشرقی سمت ایک اور راہداری تھی۔ صدر مملکت مشرقی سمت گھوم گئے۔

صفدر، جولیا اور جوزف بڑے محتاط اور چوکنے انداز میں صدر کے پیچھے چل رہے تھے۔ صفدر نے محسوس کیا کہ کرنل ڈیوڈ کے پیغام کے بعد صدر مملکت کی چال سے اطمینان زیادہ جھلکنے لگ گیا ہے۔

پھر جیسے ہی صدر راہداری کے درمیان پہنچے، انہوں نے اچانک اچھل کر اپنے قدم آگے بڑھائے اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر اور اس کے ساتھی سنبھلتے، سرر کی تیز آواز پیدا ہوئی، اور صدر اور ان کے درمیان ٹرانسپیرنٹ شیشے کی ایک دیوار ابھرتی چلی گئی۔

صفدر نے اضطراری طور پر ٹریگر دبا دیا۔ مگر گولی شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ صدر مملکت ان کی زد سے باہر ہو چکے تھے۔

وہ تینوں ہی اس اچانک افتاد پر ایک لمحے کے لئے گھبرا گئے اور پھر تیزی سے واپس مڑے۔ مگر اسی لمحے ان کے پیچھے ایک دیوار ظاہر ہو گئی۔ اور اب وہ ایک تنگ سی سرنگ نما راہداری میں قید ہو کر رہ گئے۔

”یہ کیا ہو گیا ——— ؟ صدر مملکت کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد تو اب

ہمارا بچنا محال ہے“ ——— جولیا نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ صفدر اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک ان کے قدموں تلے سے زمین نکلتی چلی گئی اور وہ تینوں ہی سر کے بل نیچے گرتے چلے گئے۔ ان تینوں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر یہ تو کوئی انتہائی گہرا کنواں تھا کہ ان کے ہاتھ پیر ہوا میں ہی ناپتے رہ گئے۔ اور پھر وہ تینوں ایک دھماکے سے پانی میں گرتے چلے گئے۔ واقعی یہ کوئی گہرا اور اندھا کنواں تھا۔

کافی بلندی سے گرنے کی وجہ سے وہ پہلے تو پانی کی تہہ تک اترتے چلے گئے مگر جلد ہی انہوں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا اور پھر کچھ ان کی کوششوں اور کچھ پانی نے انہیں دوبارہ سطح کی طرف اچھال دیا۔ اور وہ پانی کی سطح پر تیرنے لگے۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

صفدر نے تیزی سے تیر کر کنوئیں کا حدود اربعہ جانچنے کی کوشش کی کنواں خاصا بڑا تھا۔ اور اس میں موجود پانی کی تہہ بھی کافی گہری تھی۔

”صفدر! ——— پانی کی سطح کم ہوتی جا رہی ہے“ ——— اچانک جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ہاں! ——— مجھے بھی احساس ہو رہا ہے ——— شاید وہ پانی کو کسی سسٹم کے تحت کھینچ رہے ہیں“ ——— صفدر نے جواب دیا۔

اور پھر وہی ہوا۔ پانی کی سطح آہستہ آہستہ نیچی ہوتی چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد ان کے پیر کیچڑ میں پھنس گئے۔ اب وہ کنوئیں میں کھڑے ہوئے تھے۔ اندھیرے سے مانوس ہو جانے کی وجہ سے اب کنوئیں کی دیواریں نظر آنے لگ گئی تھیں۔

"ہمیں فوراً یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے ۔۔۔۔ کسی بھی طرح سے" ۔۔۔۔ جولیا نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔

"مگر کس طرح ۔۔۔۔ ؟ یہاں تو سوئی جتنا سوراخ بھی کہیں نظر نہیں آرہا" ۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"ارے یہ بُو کیسی ہے ۔۔۔۔ واہ واہ یہ تو نشے والی بُو ہے" ۔۔۔۔ اچانک جوزف کی مسرت سے بھرپور آواز سنائی دی اور صفدر اور جولیا چونک پڑے۔

جوزف کا شاید نشہ ٹوٹا ہوا تھا اس لیئے اُسے نشہ دینے والی بُو سے سرور محسوس ہو رہا تھا۔

صفدر اور جولیا نے بھی کنوئیں میں تیزی سے پھیلنے والی اس بُو کو محسوس کیا۔ انہوں نے سانس روک لیئے۔ مگر کب تک ۔۔۔۔ ؟ پھر جیسے ہی انہوں نے سانس لیا۔ ان کے دماغ پر اندھیرے چھانے لگے اور وہ لڑکھڑا کر وہیں کیچڑ میں ہی گر گئے۔ وہ تینوں یکے بعد دیگرے بیہوش ہو چکے تھے۔

پھر سب سے پہلے صفدر کی آنکھ کھلی۔ اس نے چونک کر اٹھنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ اس کا تمام جسم مفلوج ہو چکا تھا۔

اس نے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اب وہ کنوئیں کی بجائے ایک کافی بڑے کمرے میں موجود تھے۔ صفدر کا جسم کسی سخت لکڑی کی چھوٹی سی بنچ پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا پورا جسم بالکل مفلوج تھا۔ وہ صرف آنکھیں گھما سکتا تھا۔ اس نے حتی الوسع آنکھیں گھما کر دیکھا تو قریب ہی دو اور بنچوں پر جوزف اور جولیا پڑے ہوئے نظر آگئے۔

اسی لمحے جولیا نے بھی آنکھیں کھول دیں۔

"یہ ہم کہاں ہیں ۔۔۔۔ ؟" جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ہمارے جسم مفلوج کر دیئے گئے ہیں" ۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ڈاکٹروں جیسا سفید گون پہنے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"تمہیں ہوش آگیا دوستو ۔۔۔۔ مگر تم حرکت نہیں کر سکتے" ۔۔۔۔ اس شخص نے قریب آکر مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو" ۔۔۔۔ ؟ صفدر نے پوچھا۔

"میرا نام ڈاکٹر مارس ہے ۔۔۔۔ اور میں صدر مملکت کا ذاتی ڈاکٹر ہوں" ۔۔۔۔ ڈاکٹر مارس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر کمرے کے اکلوتے دروازے سے باہر نکل گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر مارس دوبارہ اندر داخل ہوا تو اس کے پیچھے کرنل ڈیوڈ اور چار مسلح آدمی بھی اندر آگئے۔

"تمہیں ہوش آگیا" ۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے قریب آکر انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"ہوش تو آگیا ہے مگر ۔۔۔۔" صفدر نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑتے ہوئے کہا۔

"مگر تم حرکت نہیں کر سکتے ۔۔۔۔ تم جیسے خطرناک مجرموں کا حرکت نہ کر سکنا ہی ہمارے لیئے مفید ہے" ۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے ۔۔۔۔ ؟ خوامخواہ وقت ضائع کر رہے ہو

ہمیں گولی مار دو" ــــــ صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہاری موت اتنی آسان نہیں ہو گی ــــــ تم لوگوں نے اسرائیل کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے ــــ شاید اتنا نقصان پوری دنیا کی فوجیں بھی اسرائیل پر حملہ کر کے نہ پہنچا سکتیں ــــ تم نے پہلے ڈیم تباہ کیا ــــ پھر پل اڑایا ــــ پھر ایٹمی بجلی گھر تباہ کر دیا ــــ اور ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ تم نے اٹمک ریسرچ لیبارٹری بھی تباہ کر دی ہے ــــ ہم اس ساری تباہی کا تم سے بھرپور انتقام لیں گے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ! ــــ تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا مشن پورا ہو گیا ــــ اب بے شک تم ہمارے ساتھ جو سلوک چاہو کرو ــــ اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں"۔ صفدر نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے ــــ بس صرف صدر مملکت کا انتظار ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے پیر پٹختے ہوئے کہا مگر صفدر نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے یہ سن کر واقعی مسرت ہوئی تھی کہ عمران اور کیپٹن شکیل مین مشن کو پورا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

عمران نے ٹرانسمیٹر پر بار بار صفدر سے رابطہ قائم کرنا چاہا۔ مگر دوسری طرف سے خاموشی طاری تھی۔ عمران نے جھنجلا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اسی لمحے انہیں ہیلی کاپٹر کے ارد گرد جنگی جہازوں کا شور سا محسوس ہوا اور ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

"ہیلو پائلٹ! ــــ تم اس وقت دشمن جنگی جہازوں کے گھیرے میں ہو فوراً ہیلی کاپٹر کو ہوائی اڈے پر اتار دو ــــ ورنہ ہیلی کاپٹر تباہ کر دیا جائے گا" ــــ ایک کرخت سی آواز ٹرانسمیٹر سے اُبھری۔

"بڑی خوشی سے ہیلی کاپٹر تباہ کر دو ــــ تمہارا سب سے بڑا سائنسدان پروفیسر ڈوکن بھی ہمارے ساتھ ہی تباہ ہو جائے گا" ــــ عمران نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

عمران کے جواب کے بعد چند لمحے خاموشی طاری رہی۔ پھر دوبارہ آواز اُبھری۔

"تم کیا چاہتے ہو" ــــ ؟ کرخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"پریذیڈنٹ ہاؤس میں ہمارے ساتھیوں پر کیا گزری ہے ــــ تفصیل سے بتاؤ" ــــ عمران نے پوچھا۔

"وہ ہماری قید میں ہیں ــــ ان کے جسم مفلوج کر دیئے گئے ہیں اور کسی بھی لمحے انہیں گولی ماردی جاسکتی ہے" ــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"کوئی پرواہ نہیں ــــ ہمیں دوسرے جانباز مل جائیں گے ــــ مگر تمہیں پروفیسر ڈنکن دوبارہ نہیں مل سکے گا ــــ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو" ــــ عمران نے اسی طرح پُرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں پروفیسر ڈنکن کی پرواہ نہیں ــــ تم جیسے مخبروں کا خاتمہ ہمارے لئے زیادہ اہم ہے" ــــ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوکے! ــــ پھر ہیلی کاپٹر تباہ کر دو ــــ دیر کیوں کر رہے ہو" عمران نے جواب دیا۔ اور دوسری طرف ایک بار پھر خاموشی طاری ہوگئی۔

"دیکھو! ــــ تم اسرائیل سے باہر نہیں نکل سکتے ــــ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ــــ ہم تمہارے بارے میں ہمدردی سے غور کریں گے" ــــ ایک بار پھر کہا گیا

"ہمدردی سے غور کی ایک ہی صورت ہے کہ ہمارے ساتھیوں کا پروفیسر ڈنکن سے تبادلہ کر لو ــــ دوسری کوئی صورت نہیں ــــ اگر تم نے فوری جواب نہ دیا تو ہم ہیلی کاپٹر میں ہی پروفیسر ڈنکن کو گولی ماردیں گے" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ــــ ہم اس کے لئے تیار ہیں ــــ تم ہوائی اڈے پر ہیلی کاپٹر اتار دو ــــ تمہارے ساتھیوں کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا" دوسری طرف سے فوراً جواب دیا گیا۔

"کیا تم نے ہمیں احمق سمجھ رکھا ہے ــــ یہ تبادلہ اسرائیل کی سرحد سے باہر ہو سکتا ہے ــــ اسرائیل کے اندر نہیں" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں ــــ ایسا نہیں ہو سکتا" ــــ دوسری طرف سے فوراً جواب دیا گیا۔

"تو ٹھیک ہے ــــ مت کرو ــــ ہمارا کیا ہے ــــ ہم تو جان پر کھیل کر ہی یہاں آئے تھے ــــ تمہاری مرضی" ــــ عمران نے پُرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر تمہارے ہیلی کاپٹر میں اتنا تیل نہیں ہے کہ تم اسرائیل سے باہر جا سکو ــــ تمہیں ہوائی اڈے پر اترنا پڑے گا" ــــ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ بعد کی باتیں ہیں ــــ اس کے متعلق بھی سوچ لیا جائے گا" ــــ عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"مگر میں اپنے ذاتی فیصلے سے اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا ــــ تم ہوائی اڈے پر اتر جاؤ ــــ اس دوران میں صدر مملکت سے بات کرتا ہوں پھر تمہیں فیصلہ بتا دیا جائے گا" ــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نہیں! ــــ جو فیصلہ کرنا ہے ــــ ابھی کر لو ــــ ہم زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے ــــ ویسے اگر تم چاہو تو ہم ہیلی کاپٹر پریذیڈنٹ ہاؤس

میں اتار سکتے ہیں ـــــ وہاں ہم براہ راست صدر مملکت سے بات کر لیں گے" ـــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ تجویز ہمیں قبول ہے ـــــ ہمارے جنگی جہاز تمہاری راہنمائی کرتے ہیں ـــــ تم پریذیڈنٹ ہاؤس میں ہیلی کاپٹر اتار سکتے ہو ـــــ پھر صدر مملکت جو فیصلہ کریں گے وہی ہو گا" ـــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"او کے ـــــ تم راہنمائی کی تکلیف مت گوارا کرو ـــــ مجھے پریذیڈنٹ ہاؤس کے متعلق علم ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"مقرلی ٹائن الیٹ سکسٹی نارتھ پر ہیلی کاپٹر اتار دو کیپٹن شکیل" ـــــ عمران نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہوئے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر عمران صاحب ! ـــــ اس طرح تو ہم براہ راست ان کے چنگل میں گرفتار ہو جائیں گے" ـــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو ـــــ پروفیسر ڈلکن کی ذات ان کے لئے بے حد قیمتی ہے انہیں فیصلہ کرتے ہوئے ہزار بار سوچنا پڑے گا" ـــــ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کا رُخ پریذیڈنٹ ہاؤس کی طرف موڑ دیا۔

"نہیں ـــــ یہ نہیں ہو سکتا ـــــ ہم مجرموں کو اسرائیل کی سرحد سے باہر جانے کی اجازت نہیں دے سکتے ـــــ یہ انتہائی خطرناک مجرم ہیں ـــــ انہوں نے اسرائیل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے" ـــــ صدر مملکت نے سامنے پڑی ہوئی میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب ! ـــــ پروفیسر ڈنکن بھی ان کے قبضہ میں ہے" ـــــ سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا۔

"کچھ بھی ہو ـــــ یہ ٹھیک ہے کہ پروفیسر ڈنکن کی زندگی ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے ـــــ مگر میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ان مجرموں کو ہر صورت میں ہلاک ہونا پڑے گا" ـــــ صدر مملکت نے جواب دیا۔

"سر ! ـــــ کوئی ایسی ترکیب کیوں نہ سوچی جائے کہ ہم پروفیسر ڈنکن کو بھی زندہ سلامت حاصل کر لیں ـــــ اور مجرم بھی ہمارے قبضہ سے باہر نہ ہو سکیں؟" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ہاں! — یہ درست ہے — میں بھی یہی چاہتا ہوں — کوئی تجویز تمہارے ذہن میں ہے تو بتاؤ" — صدر مملکت نے چونک کر کہا۔

"سر! — کیوں نہ ہم مجرموں کے میک اپ میں اپنے آدمی بھیج دیں اور پروفیسر ڈنکن کو حاصل کر لیں — پھر ہمارے آدمی ہیلی کاپٹر میں موجود مجرموں کو بھی قابو میں کر لیں" — کرنل ڈیوڈ نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"تجویز تو اچھی ہے — مگر وہ یہ تبادلہ اسرائیل کی سرحد سے باہر چاہتے ہیں" — صدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا جناب — ؟ اس طرح تین مجرم تو ہمارے قبضہ میں ہی رہیں گے — باقی دو کو ہمارے آدمی قابو کر کے واپس لے آئیں گے"۔ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا

"ہاں! — بات تو درست ہے — مگر وہ تین آدمی" — صدر مملکت نے کہا۔

"جناب! — ان میں سے ایک مجرم کا قد و قامت مجھ سے ملتا ہے۔ اس کی جگہ میں جاؤں گا — اور دوسرے دو میرے محکمے کے خاص آدمی ہوں گے — آپ بے فکر رہیں — ہم یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب رہیں گے" — کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"او کے! — ٹھیک ہے — فوراً اس فیصلے پر عمل کیا جائے"۔ صدر مملکت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی یہ ہنگامی میٹنگ برخواست کر دی گئی اور صدر مملکت اٹھ کر آپریشن روم کی طرف بڑھ گئے جہاں سے وہ ٹرانسمیٹر پر ہیلی کاپٹر میں موجود مجرموں سے بات چیت کر سکتے تھے۔

عمران کا ہیلی کاپٹر پریذیڈنٹ ہاؤس میں اتر چکا تھا اور مسلح فوجیوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ مگر واضح ہدایات کی وجہ سے وہ اس کے قریب نہ گئے تھے

صدر مملکت نے آپریشن روم میں پہنچتے ہی ٹرانسمیٹر آن کرنے کا حکم دیا اور ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی وہ بول پڑے۔

"ہیلو! — میں صدر بول رہا ہوں — ہم تمہارے ساتھیوں کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں"۔

"شکریہ جناب صدر! — مجھے یقین تھا کہ آپ سمجھدار ہیں اس لئے اسی نتیجے پر پہنچیں گے" — دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"مگر تم یہ تبادلہ کہاں چاہتے ہو — ؟ اگر تم چاہو تو یہ تبادلہ یہاں ہو سکتا ہے — ہم تمہیں اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا" — صدر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"آپ ضمانت دینے کی تکلیف نہ کریں — ہوگا وہی جو ہم چاہیں گے ہمیں فوری طور پر ایک جہاز دیا جائے جس میں اسرائیل سے باہر جانے تک کا تیل موجود ہو — ہم اس جہاز میں پروفیسر ڈنکن سمیت اسرائیل سے باہر لوبان کے ہوائی اڈے پر اتریں گے — ہمارے ساتھیوں کو وہیں پہنچا دیں — تبادلہ وہیں عمل میں آئے گا" — عمران نے جواب دیا۔

"نہیں! — لوبان میں یہ تبادلہ نہیں ہو سکتا — اول تو لوبان کی حکومت ہمارے جہاز کو وہاں اترنے کی اجازت نہیں دے گی — اور دوسری بات یہ کہ ہمارے پاس اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ وہاں پروفیسر ڈنکن ہمیں واپس مل جائے گا — کیونکہ حکومتِ لوبان خود پروفیسر ڈنکن کی سب سے

بڑی دشمن ہے" ـــــــ صدر نے جواب دیا۔

"آپ کی بات درست ہے ـــــــ تو پھر اس بات کا فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم جہاز کی بجائے کاروں میں سفر کریں ـــــــ آپ یہیں ہمارے ساتھیوں کو ہمارے کر دیں ـــــــ پروفیسر ڈکسن ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمیں حفاظت سے اسرائیل کی سرحد پر پہنچا دیں ـــــــ وہاں سرحد پر ہی ہم پروفیسر ڈکسن کو آپ کے حوالے کر دیں گے" ـــــــ عمران نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد جواب دیا۔

صدر مملکت کچھ دیر تک اس تجویز کے بارے میں سوچتے رہے۔ پھر اچانک ان کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"ٹھیک ہے ـــــــ بالکل ٹھیک ہے ـــــــ ہم تیار ہیں" ـــــــ صدر نے جواب دیا۔

"او۔کے! ـــــــ پھر ایک طاقتور انجن والی کار میں ہمارے ساتھیوں کو ہیلی کاپٹر کے قریب بھیج دیں" ـــــــ عمران نے کہا۔

"او۔کے! ـــــــ چند لمحوں بعد ایسا ہو جائے گا ـــــــ تم بے فکر رہو۔ ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے" ـــــــ صدر نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"کرنل ڈیوڈ کو بلاؤ ـــــــ اب بہروپ بدلنے کی ضرورت نہیں ہے ـــــــ ان کے اصل ساتھیوں کو ان کے حوالے کر دو ـــــــ ہم انہیں قریب ترین سرحد پر پہنچا دیں گے ـــــــ مگر یہ سرحد مصنوعی ہوگی ـــــــ جیسے ہی پروفیسر ڈکسن ہمارے پاس پہنچے گا ـــــــ ہم ان کی کار کو بم سے تباہ کر دیں گے" ـــــــ صدر مملکت نے قریب موجود افسران سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سب خوشی سے اچھل

پڑے۔ واقعی صدر مملکت نے بہترین ترکیب سوچی تھی۔ مصنوعی سرحد فرضی طور پر قائم کی جا سکتی تھی اور اسی طرح مجرم بچ کر نہ نکل سکتے تھے۔

"یہ آپ نے کیا کیا عمران صاحب! ـــــــ اس طرح تو ہم پھنس جائیں گے ـــــــ لانگ رینج رائفلوں سے وہ ہماری کار کو تباہ کر سکتے ہیں" ـــــــ کیپٹن شکیل نے ٹرانسمیٹر آف ہوتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو کیپٹن! ـــــــ بس دیکھتے جاؤ" ـــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور کیپٹن شکیل کندھے اچکا کر خاموش ہو گیا۔

چند لمحوں بعد ایک طاقتور انجن والی اور لمبی باڈی والی کار تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ کار ہیلی کاپٹر کے قریب آکر رک گئی۔ اور ڈرائیور نیچے اتر کر واپس چلا گیا۔

"تمہارے ساتھی اسی کار میں موجود ہیں ـــــــ مگر انہیں مفلوج کر دینے والی دوا دی گئی تھی جس کا اثر کم سے کم ایک گھنٹہ مزید رہے گا ـــــــ ایک گھنٹے بعد وہ ٹھیک ہو جائیں گے" ـــــــ ٹرانسمیٹر سے صدر مملکت کی آواز گونجی۔

"کوئی بات نہیں" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے پروفیسر ڈکسن کو اٹھایا۔ پروفیسر ڈکسن پرواز کے دوران ہی ہوش میں آگیا تھا اور عمران نے اُسے سیٹ پر بٹھا دیا تھا۔

"چلو نیچے اترو" ——— عمران نے کہا اور پھر اس نے کیپٹن شکیل کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔

کیپٹن شکیل ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ کیپٹن شکیل کے بعد پروفیسر ڈکسن نیچے اترا۔ اور اس کے بعد عمران اچھل کر نیچے آگیا

عمران پروفیسر ڈکسن کے جسم کے ساتھ چپٹا ہوا تھا۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں اسرائیلی نشانہ باز نیچے اترتے ہی پروفیسر ڈکسن کے علاوہ ان دونوں کو نشانہ نہ بنا لیں۔ کیونکہ ایسا ممکن تھا۔ مگر اس کا خدشہ ——— خدشہ ہی رہا اور کہیں سے کوئی نہ چلی اور وہ کار میں سوار ہو گئے۔

کیپٹن شکیل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی جب کہ عمران نے پروفیسر ڈکسن کو کیپٹن شکیل کے ساتھ بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر صفدر، جوزف اور جولیا موجود تھے۔

"کیا حال ہے دوستو! ——— سنا ہے کہ مفلوج ہو چکے ہو" ——— ؟ عمران نے مڑ کر صفدر سے کہا۔

"ہاں! ——— بس اچانک ہی صورت حال بدل گئی ——— اور ہم قابو کر لئے گئے" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"باس! ——— میرا انگ ٹوٹ رہا ہے ——— کہیں سے ایک بوتل میرے حلق میں انڈیل دو" ——— جوزف نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو ——— تمہیں اکٹھا کوٹہ مل جائے گا" ——— عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

جولیا خاموشی سے لیٹی ہوئی تھی۔

اسی لمحے کار کے ٹرانسمیٹر سے آواز نکلی،

"تمہارے ساتھی تمہارے پاس پہنچ گئے ہیں ——— اب ایک سُرخ رنگ کی کار تمہاری سرحد کی طرف راہنمائی کرے گی ——— وہاں تم پروفیسر ڈکسن کو ہمارے حوالے کر دینا" ——— صدر مملکت نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے صدر صاحب! ——— کہ اب ایسا ممکن نہیں ——— اگر تم پروفیسر ڈکسن کو زندہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو فوری طور پر ایک جیٹ جہاز کا بندوبست کرو ——— مجھے معلوم ہے کہ تم نے کیا سوچا ہے ——— اسرائیل کی مصنوعی سرحد بھی قائم کی جا سکتی ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کک ——— کیا مطلب ——— مصنوعی سرحد! ——— یہ تم کیا کہہ رہے ہو! ہم تمہیں یہیں تباہ کر دیں گے" ——— صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو کر دو تباہ! ——— دیر کس بات کی ہے ——— مگر میں جانتا ہوں کہ پروفیسر ڈکسن تمہارے لئے کتنا قیمتی ہے ——— اس کے بغیر تم ایٹمک ریسرچ کا کام آگے بڑھا ہی نہیں سکتے ——— اگر مجھے یہ بات معلوم نہ ہوتی تو میں پروفیسر ڈکسن کی قیمت پر اپنے ساتھیوں کو طلب نہ کرتا ——— کوئی اور حل نکالتا" ——— عمران نے جواب دیا۔

"اوہ! ——— تم بہت بڑے بدمعاش ہو ——— کمینے ہو ——— تم ہماری مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو" ——— صدر مملکت غصے کی انتہا پر پہنچ چکے تھے۔

"جنگ اور نیت میں سب جائز ہے جناب صدر! ___ مجھے معلوم تھا کہ تم اتنی آسانی سے کار کے ذریعے جانے پر کیوں تیار ہو گئے تھے" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اسرائیل کی سرحد سے باہر نکلنے کے بعد تم پروفیسر ڈیکن کو واپس کر دو گے" ___ ؟ صدر مملکت نے کہا۔

"یہ میرا وعدہ ہے ___ اور تم جانتے ہو کہ میں وعدے کا پکا ہوں۔ اگر میں وعدے کا پکا نہ ہوتا تو تمہارے وزیراعظم کو ہلاک ہوئے کئی دن گزر چکے ہوتے" ___ عمران نے جواب دیا۔

اور پھر کافی تذبذب کے بعد آخر کار صدر مملکت کو ان کی بات ماننی پڑی۔ اور یہ طے ہوا کہ وہ اسی کار میں ہوائی اڈے پر پہنچیں جہاں ایک جیٹ جہاز ان کے لئے تیار ہوگا۔

چنانچہ طے شدہ منصوبے کے مطابق وہ بڑے اطمینان سے ہوائی اڈے پہنچ گئے جہاں ایک تیز رفتار جیٹ جہاز ان کا منتظر تھا۔

کیپٹن شکیل نے صدر، جولیا اور جوزف کو جیٹ جہاز میں منتقل کیا اور پھر عمران، پروفیسر ڈیکن کو لئے جہاز میں داخل ہو گیا۔ اس بار بھی پائلٹ سیٹ پر کیپٹن شکیل موجود تھا۔

"اچھا خدا حافظ دوستو! ___ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی" ___ عمران نے ٹرانسمیٹر آن کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل نے جہاز کا انجن چلا دیا۔ مگر دوسرے لمحے وہ سب بری طرح چونک پڑے۔ جہاز کا انجن چلتے ہی اچانک ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور جہاز میں انتہائی تیزی سے بیہوش کر دینے والی گیس پھیلتی چلی گئی۔

یہ گیس اتنی زود اثر تھی کہ پلک جھپکنے میں کیپٹن شکیل، پروفیسر ڈیکن اور باقی ساتھی بیہوش ہو گئے۔

البتہ عمران شاید لاشعوری طور پر ایسی کسی سچویشن کے لئے تیار تھا کہ اس نے فوری طور پر سانس روک لیا۔ اور پھر معاون پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے جہاز کا کنٹرول سنبھال لیا۔

جہاز کا انجن چلتے ہی ادھر ادھر چھپی ہوئی فوجی گاڑیاں تیزی سے جہاز کی طرف بڑھنے لگیں۔ مگر دوسرے لمحے وہ سب رکنے پر مجبور ہو گئیں کیونکہ جہاز انتہائی تیزی سے رن وے پر دوڑنے لگا۔

عمران کو سانس روک کر جہاز چلانے میں بڑی دقت ہو رہی تھی اور گیس کا ہلکا سا اثر اس کے دماغ پر بھی تھا۔ مگر ایک مرتبہ پھر زندگی اور موت کا معاملہ بن چکا تھا اس لئے عمران نے اپنے ذہن پر قابو رکھا اور پھر چند لمحوں بعد جہاز فضا میں اٹھتا چلا گیا۔

"ہیلو ہیلو! ___ کیا تم بیہوش نہیں ہوئے" ___ اچانک ٹرانسمیٹر سے صدر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں بیہوشی کے عالم میں جہاز چلا رہا ہوں ___ فکر مت کرو" ___ عمران نے بھنچے بھنچے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

بلندی پر آ جانے کی وجہ سے جہاز میں موجود گیس کا اثر ہلکا پڑ چکا تھا اور پھر چونکہ جہاز میں تازہ ہوا آنے اور گندی ہوا باہر نکلنے کا سسٹم موجود تھا اس لئے گیس کافی حد تک باہر نکل چکی تھی۔

"تت ___ تم بیہوش نہیں ہوئے ___ ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے ___ ؟ گیس تو انتہائی زود اثر تھی" ___ صدر مملکت کے لہجے میں حیرت چھائی ہوئی تھی۔

تمہاری گیس واقعی زود اثر تھی ـــــ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ بیہوشی کے عالم میں جہاز چلا رہا ہوں ـــــ تم نے اچھا داؤ کھیلا تھا ـــــ مگر تم ہمارے متعلق نہیں جانتے ـــــ ہمیں بیہوش کرنے کے لئے کچھ اور کوششیں کرو" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"ہم تمہیں تباہ کر دیں گے ـــــ اب ہمیں پروفیسر کی بھی پرواہ نہیں۔ تم جیسے مجرم زندہ بچ کر نہیں جا سکتے" ـــــ دوسری طرف سے وحشت بھری آواز سنائی دی۔ شاید صدر مملکت حیرت ـــــ خفت ـــــ اور غصے کی انتہا پر پہنچ کر پاگل ہو چکے تھے۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے رفتار اور زیادہ تیز کر دی اور وہ پوری طرح چوکنا تھا۔ وہ جلد از جلد اسرائیلی سرحد سے باہر جانا چاہتا تھا۔ مگر ابھی اسرائیلی سرحد دور تھی کہ اچانک اُسے زمین سے جنگی جہازوں کا ایک پورا سکواڈرن اڑتا ہوا نظر آیا۔ صدر واقعی پاگل ہو چکا تھا۔

عمران جانتا تھا کہ وہ اتنے زیادہ جہازوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر اب اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

" ہیلو ہیلو! ـــــ میں لوبانی ایئر مارشل بول رہا ہوں ـــــ تم بے فکر رہو۔ لوبانی جہاز تمہاری حفاظت کے لئے پہنچ رہے ہیں ـــــ تم سرحد کے قریب پہنچ چکے ہو ـــــ اس لئے تمہاری بات چیت ہمارے ٹرانسمیٹر نے کیچ کر لی ہے اور تمہارا جہاز ہمارے راڈار پر نظر آ رہا ہے" ـــــ لوبانی ایئر مارشل کی گھمبیر آواز ٹرانسمیٹر پر سنائی دی اور عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔

جنگی جہازوں نے عمران کے جہاز کو گھیر کر مار گرانے کی کوشش کی مگر عمران

ایسی لڑائیوں کے بنیادی اصول جانتا تھا۔ اس لئے اس نے پینترے بدل بدل کر ان کے حملوں سے جہاز کو بچانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

اور پھر چند ہی لمحوں بعد جنگی جہازوں کا ایک سکواڈرن پہنچ گیا اور فضا میں جہازوں کی خوفناک لڑائی شروع ہو گئی۔ لوبانی اور اسرائیلی جنگی جہازوں کے درمیان۔

لوبانی جہازوں نے بڑی مہارت سے اسرائیلی جہازوں کو لڑائی میں الجھا لیا تھا۔ اور عمران ان کے گھیرے سے نکل کر انتہائی تیز رفتاری سے سرحد کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اور پھر ڈائل پر اسرائیلی سرحد کو بالکل قریب دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اور پھر چند لمحوں بعد وہ اسرائیلی سرحد کو پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب وہ آزاد تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران لوبانی ہوائی اڈے پر پہنچ گیا اور اس نے بڑے اطمینان سے جہاز کو ہوائی اڈے پر اتارنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پروفیسر ڈنکن کو اب لوبانی حکام کے حوالے کر دیگا۔ وہ اس کا جو چاہیں کریں ـــــ کم سے کم آخری مرحلے پر ان کی اس اچانک امداد کے بدلے انہیں یہی انعام دیا جا سکتا تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ پروفیسر ڈنکن لوبانی حکام کے لئے کتنا بڑا اور کتنا قیمتی انعام ہے۔

ختم شُد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور یادگار ناول

لاسٹ اپ سیٹ

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

لاسٹ اپ سیٹ ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو فتح حاصل کرنے کے باوجود آخری لمحات میں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

لاسٹ اپ سیٹ ایک ایسا مشن جس کا لیڈر بلیک زیرو تھا اور عمران اس کے ماتحت کام کر رہا تھا۔ انتہائی دلچسپ سچویشنز۔

لاسٹ اپ سیٹ ایک ایسا مشن جس میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کو مکمل طور پر نظرانداز کر دیا گیا۔ کیوں ——— ؟

سینئر کنگ ایک ایسا غیر ملکی ایجنٹ جس کی کارکردگی کا مقابلہ عمران اور بلیک زیرو بھی نہ کر سکے۔ انتہائی دلچسپ کردار۔

سینئر کنگ دیو قامت اور مارشل آرٹ کا ماہر ایجنٹ۔ جس کی دوبدو فائٹ سپریم فائٹر بلیک زیرو سے ہوئی۔ انتہائی خوفناک اور تیز رفتار فائٹ۔ نتیجہ کیا نکلا ——— ؟

وہ لمحہ جب سنسان اور ویران پہاڑیوں میں عمران اور اس کے ساتھیوں، غیر ملکی ایجنٹ سینئر کنگ اور اس کے ساتھی اور کافرستان سیکرٹ سروس کے چیف شاگل اور اس کے ساتھیوں کے درمیان ہونے والی انتہائی ہولناک جنگ۔ ایسی جنگ جس میں تمام فریق موت کے منہ میں پہنچ گئے۔

بلیک زیرو، توصیف، عمران اور ٹائیگر علیحدہ علیحدہ اس مشن پر کام کرتے رہے؟

وہ لمحہ جب بلیک زیرو نے عمران کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور فیصلہ ایکسٹو پر چھوڑ دیا گیا اور ایکسٹو نے عمران کے مقابل بلیک زیرو کی حمایت کر دی۔

تیسرا ایکسٹو کون تھا۔ انتہائی دلچسپ سچویشن۔

وہ لمحہ جب عمران نے مشن کی کامیابی کو جان بوجھ کر شکست میں تبدیل کر دیا اور بلیک زیرو نے کھلے عام عمران پر غداری کا الزام لگا دیا۔ کیا واقعی عمران پاکیشیا سے غداری پر اتر آیا تھا ——— ؟

لاسٹ اپ سیٹ ایک ایسا مشن جس میں پہلی بار شاگل کو فتح حاصل ہوئی اور کافرستان حکومت نے شاگل کو ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز دینے کا اعلان کر دیا۔ کیا واقعی شاگل کامیاب رہا اور عمران اور بلیک زیرو اس کے مقابل شکست کھا گئے۔

انتہائی حیرت انگیز انجام

انتہائی تیز رفتار ایکشن
وقت کی نبضیں روک دینے والا سسپنس
ایک ایسا ناول جو ہر لحاظ سے منفرد اور یادگار حیثیت کا حامل ہے

شائع ہو گیا ہے
آج ہی اپنے قریبی بک سٹال یا براہ راست ہم سے طلب کریں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان